مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
اربعین مصطفیٰ ﷺ
مصنف
شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ
ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ
سیرانی روڈ بہاولپور

مُصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

ابوینِ مُصطفٰے

مصنّف

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی

ناشر

مکتبۂ اویسیہ۔ سیرانی روڈ۔ بہاولپور

نام کتاب — ابوینِ مصطفیٰ

مصنف — شیخ القرآن علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی

اصلاحِ کتابت — حافظ محمود احمد

زیرِ اہتمام — صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی

سنِ اشاعت بار دوم — فروری ۱۹۹۹ء

ناشر — مکتبہ اویسیہ رضویہ۔ بہاولپور۔ پاکستان

منیجر — صاحبزادہ محمد ریاض احمد اویسی

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! ہم اہلسنت حضور سرور کونین صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے نہ صرف والدین ماجدین طیبین طاہرین کے ایمان کے قائل ہیں بلکہ آپ کے جملہ آباؤ امہات کے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔ وہابی (غیر مقلدین) انہیں کھلم کھلا کافر کہتے ہیں اور دیوبندی کبھی ادھر اور کبھی ادھر۔ شیعہ حضرات وہابیوں اور دیوبندیوں کی عبارات عوام کو دکھا کر دھوکہ دیتے ہیں کہ سنی حضور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو کافر کہتے ہیں "معاذ اللہ" یہ ان کا فریب ہے ورنہ ہم اہلسنت اور ہمارے اکابر ان کے اسلام وایمان پر ضخیم تصانیف لکھ چکے ہیں۔ چند ایک کے اسماء آخر میں عرض کردوں گا۔ فقیر ان کے فیض سے چند کتابیں لکھ چکا ہے اُن میں سے ایک حاضر ہے

امت مصطفٰے کے نزدیک ایمان ابوین مصطفٰے کے اثبات میں ضخیم تصانیف لکھ ڈالیں تاکہ مخالفین کو کسی طرح دھوکہ دینے کا موقف نہ ملے چند تصانیف مع اسماء مصنفین ملاحظہ ہیں۔

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ۔ بہاول پور پاکستان۔
۲ ج ۰۸ ۱۴۰۶ھ نظر ثانی ۱۶ ذیقعد ۱۴۱۳ھ۔

فہرست تصانیف اسلاف در ایمان ابوین مصطفیٰ

نمبر شمار	نام کتاب	تعارف مصنف
۱	رسالہ فی ابوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم	محمد شاہ بن محمد الغفاری زین الدین الحنفی المعروف چلپی قاضی حلب وصال ۹۲۶ھ
۲	انباء المصطفیٰ فی حق آباء المصطفیٰ	محمد بن قاسم بن یعقوب بن احمد الرومی الحنفی محی الدین المعروف بابن الخطیب المتوفی ۹۴۰ھ
۳	اسلام والدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین بن شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن یوسف حلبی شافعی المعروف بابن الملاّ حلبی المتوفی سنہ ۱۰۱ھ
۴	ذخیرۃ العابدین دار غام المعاندین فی نجات الوالدین المکرمین سید المرسلین	محمد بن یوسف بن یعقوب بن علی ابن الحسن المغنی بالحلبی الشہیر بالاسیری المتوفی ۱۱۹۴ھ
۵	الانتصار لوالدی النبی المختار	محمد بن محمد بن محمد عبد الرزاق المصری الحنفی المتوفی سنہ ۱۲۰۵ھ
	حدیقۃ الصفا فی والدی المصطفیٰ	
۶	ہدایۃ الکرام فی تنزیہ آباء النبی علیہ السلام	یوسف بن عبد اللہ الدمشقی الحنفی المعروف بالبدیعی قاضی موصل المتوفی ۱۰۷۳ھ
۷	انباء المصطفیٰ فی حق آباء المصطفیٰ	محمد بن قاسم الرومی المتوفی سنہ ۹۷۰ھ
۸	آمال الراجین فی ان	نور الدین علی ابن الجزار المصری

نمبر شمار	نام کتاب	تعارف مصنف
	والدی المصطفےٰ فی الدارین من الناجین	
۹	تحفۃ الصفا فی مایتعلق بابوی المصطفےٰ	احمد بن اسماعیل الجزیری المتوفی ۱۱۵۰ھ
۱۰	الرد علی من اقتحم القدح فی الابوین المکرمین	حسن بن عبداللہ بن محمد الحلبی المتوفی ۱۱۹۰ھ
۱۱	قرۃ العینین فی ایمان الوالدین	حسین بن احمد بن ابی بکر الحلبی المعروف بالدوانجی الحنفی المتوفی ۱۱۷۵ھ
۱۳	رسالہ فی اسلام ابوی المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	داؤد بن سلیمان البغدادی المتوفی ۱۲۹۹ھ
۱۴	العظیم والمنۃ فی ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنۃ	جلال الدین السیوطی عبدالرحمٰن بن کمال الدین الخضیری، المتوفی ۹۱۱ھ
۱۵	مسالک الحنفاء فی والدی المصطفےٰ	
۱۶	الفوائد الکامنۃ فی ایمان السیدہ آمنہ	
۱۷	نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین	
۱۸	رسالہ فی ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علی بن الحاج صادق بن محمد بن ابراہیم الشماخی المتوفی ۱۱۹۹ھ

فہرست ائمہ ومشائخ دربارہ ایمان ابوین مصطفےٰ

نمبر شمار	اسم گرامی مع مختصر تعارف
۱	امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سو تیس تصانیف ہیں۔ ازاں جملہ تفسیر ایک ہزار جز میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جز ہیں۔
۲	شیخ المحدثین احمد بن خطیب علی البغدادی
۳	حافظ الشان محدث ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر۔
۴	امام اجل ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض ،،
۵	حافظ الحدیث امام محب الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں بعد امام نووی کے ان کا مثل علم حدیث میں کوئی نہ ہوا۔
٦	امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحب شرف المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔
۷	امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی۔
۸	امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمد ابن سید الناس صاحب عیون الاثر۔
۹	علامہ صلاح الدین صفا۔
۱۰	حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی۔
۱۱	شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔
۱۲	امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔

نمبر شمار	اسم گرامی مع مختصر تعارف
۱۳	امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر۔
۱۴	امام ابوعبداللہ محمد بن خلف مالکی شارح صحیح مسلم۔
۱۵	امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی صاحب تذکرہ۔
۱۶	امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی
۱۷	امام علامہ شرف الدین مناوی۔
۱۸	خاتم الحفاظ مجدد القرآن العاشر امام جلال الملۃ والدین عبدالرحمٰن ابن سیوطی۔
۱۹	امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی مکی صاحب افضل القریٰ وغیرہ۔
۲۰	شیخ نور الدین علی بن الجزار مصری صاحب رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بفضل اللہ تعالیٰ فی الدارین من الناجین۔
۲۱	علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفاء شریف
۲۲	علامہ محقق سنوسی۔
۲۳	امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر۔
۲۴	علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فارسی صاحب مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات۔
۲۵	خاتم المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب الدنیہ۔

نمبر شمار	اسم گرامی مع مختصر تعارف
۲۶	امام اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب ۔
۲۷	زین الفقہ علامہ محقق زین الدین بن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر ۔
۲۸	سید شریف علامہ حموی صاحب غمز العیون والبصائر ۔
۲۹	علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم)
۳۰	علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحب نسیم الریاض ۔
۳۱	علامہ طاہر فتنی صاحب مجمع بحار الانوار ۔
۳۲	شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبد الحق محدث دہلوی ۔
۳۳	علامہ 〃 〃 صاحب کنز الفوائد ۔
۳۴	مولانا بحر العلوم ملک العلماء عبد العلی صاحب فواتح الرحموت ۔
۳۵	علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی دُرِ مختار ۔
۳۶	حافظ عبد العزیز پرہاروی صاحب نبراس شارح شرح عقائد ۔ مصنف تصانیف مفیدہ ۔
۳۷	مولانا محمد برخوردار ملتانی محشی نبراس ۔
۳۸	علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد افندی شامی صاحب ردالمختار وغیرہ الکبائر والمحققین الاخیار علیہم رحمۃ الملک المختار
۳۹	علامہ اسماعیل حقی حنفی کا تفسیر روح البیان ۔
۴۰	علامہ محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی ۔

ے ان ہی صرف دو کا اضافہ فقیر نے کیا ہے یہ بھی صرف چالیس عدد کی گنتی کو مکمل کرنے کے لیے ورنہ اگر اس کا احصاء ناممکن ہے چند بزرگوں کی عبارات میں معلوم ہوگا۔

مذاہب ہمارے دور میں جملہ[1] اہلسنّت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو مؤمن۔ موحد جنتی مانتے ہیں لیکن یہ فضائل ومناقب سے متعلق ہے اسی لیے اس کا منکر کافر نہیں۔

۲۔ شیعہ مذہب میں یہ مسئلہ عقائد کے ابواب سے ہے ان کے نزدیک اس کا منکر کافر ہے۔

۳۔ دیابنہ غیر مقلد اور ان سے اوپر کے تمام مذاہب (مرزائی، چکڑالوی پرویزی (منکرین حدیث) نیچری کے نزدیک حضور علیہ السلام کے والدین کافر، جہنمی ہیں (معاذ اللہ) متقدمین یہ مسئلہ اختلافی رہا۔

کفر کے قائلین متقدمین میں چند ایک تھے لیکن متاخرین کے اجماع کے بعد صرف ابن تیمیہ وابن کثیر اور مُلّا علی قاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور ابن وحیہ وغیرہ۔ ابن وحیہ متقدمین کے اختلاف میں گذرے ابن تیمیہ وابن کثیر گمراہ ہیں اور ملا علی قاری کی تو بہ مشہور ہے جیسے ہم آگے چل کر تفصیل سے عرض کریں گے اور ابن تیمیہ اور اس کے ہم نوا خوارج کی شاخ ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب "ابلیس تا دیوبند" اور ابن کثیر پر مختصر سا تبصرہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔ "انشاء اللہ" کفر ابوین کے قائلین کی جیسے ہمارے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تردید کی ہم نے ان کی اقتداء میں چند سطور عرض کر دیئے ہیں۔

۲۔ ایمان ابوین پر ان گنت اور بے شمار ائمہ حدیث و فقہ اور مجتہدین و محدثین و فقہاء اور مفسرین اور اولیائے کرام اسلاف اور مشائخ کرام کی تصریحات ان کی تصنیفات میں بلکہ درجنوں مصنفات صرف اسی موضوع پر موجود ہیں۔ جیسا کہ چند کے اسماء فقیر نے لکھ دیئے اور عبارات کا تو شمار ہی نہیں ہو سکتا۔

۳۔ توقف پر چند محدود علماء کرام کے اسماء ملتے ہیں جن کے اسماء گرامی امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "مسالک الحنفاء" میں تحریر فرماتے ہیں اگر کسی کو دلائل نجات ابوین پر اعتماد نہیں اس کے لیے توقف ہی بہتر ہے۔

دلائل مذہب اہلسنت

اول و آخر دونوں مذہبوں کی تردید ہی ہمارا موضوع ہے اور جس مذہب یعنی اثبات "ایمان ابوین" پر تحریر کا دارومدار ہے اس کے دلائل کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں

(۱) عمومی قرآنی آیات و احادیث (۲) احیاء الابوین۔
(۳) ملت ابراہیمی پر ہونا۔ (۴) دورِ فترت میں ہونا۔
(۵) فطرت پر۔ (۶) متعلقات کمالات نبوت
(۷) احادیث شفاعت وغیرہ۔

دلائل مخالفین

ان کے ہاں کوئی صریح آیت و حدیث نہیں صرف اشارے کنائے ہیں۔ اشارات و کنایات کا نام دلیل نہیں بلکہ وہ ایک وہم و گمان ہے اور وہم و گمان سے جو مسلک و مذہب ثابت ہو وہ ناقابل قبول ہوتا ہے۔

جمہور اہل اسلام

ہمیشہ دستور ہے کہ دلائل و مسائل جمہور کے قابل اعتماد ہوتے ہیں ان کے بالمقابل کتنا ہی محقق کیوں نہ ہو۔ اس پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جاتا ہے اَلحمدُ لِلّٰہ ابوین کریمین کے ایمان پر ان گنت علماء و مشائخ کی تصریحات موجود ہیں اور درجنوں تصانیف اور بکثرت مشائخ کرام و علماء عظام کے اسماء گرامی فقیر نے پہلے ہی لکھے ہیں۔

ان سب حضرات کے اقوال طیبہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں مگر فقیر نے یہ سطور نہ مجرد نقل اقوال کے لئے لکھیں نہ مباحث طے کردہ علمائے عظام خصوصاً امام جلیل جلال الدین سیوطی کے ایراد بلکہ مقصود اس مسئلہ جلیلہ پر چند دلائل جمیلہ کا سنانا اور بتصدق کفش برداری علماء جو فیوض تازہ قلب فقیر پر فائض ہوئے انتفاع برادران دینی کے لیے ان کا ضبط تحریر میں لانا کہ شاید مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کہ تمام جہان سے اکرام وارحم وابر و اعلیٰ ہیں۔ محض اپنے کرم سے نظر قبول فرمائیں اور نہ کسی صلے میں بلکہ اپنے خالص فضل کے صدقے میں اس عاجز بے چارہ بے کس بے یار کا ایمان حفظ فرما کر دارین میں عذاب وعقاب سے بچائیں ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

پھر یہ بھی ان اکابر کا ذکر ہے، جن کی تصریحات خاص اس مسئلہ جزئیہ میں موجود ورنہ بنظر کلیت نگاہ کیجئے تو امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی و امام اجل امام الحرمین و امام ابن السمعانی و امام کیاہراسی و امام اجل قاضی ابوبکر باقلانی حتیٰ کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں۔

جن سے تمام آباد امہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن و ثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے۔

مخالفین مخالفین کی تائید کسی نے نہیں کی سوائے ابن اتیمیہ و ابن کثیر جیسوں کے۔ یاد رہے کہ جس نے اس مسئلہ میں مخالفت کی اُس کے اپنے دور میں اتنا زبردست تردید میں لکھی گئیں کہ پھر اُسے سر اٹھانے کی سکت نہ رہی۔ جیسے ابن وحیہ کی امام قرطبی نے اور مُلّا علی قاری کی اُن کے اپنے استاد ابن حجر وغیرہ نے۔

تکفیر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین پر کفر کا فتوی لگانے والوں نے بلا سوچے یا مذہبی تعصب سے غلطی کی ہے۔ ورنہ کسی کو کافر کہنا آسان نہیں علماءِ کرام فرماتے ہیں۔

ادخال کافر فی الملت الاسلامیۃ او اخراج مسلم عنہا عظیم فی الدین۔ کسی کافر کو اسلام میں داخل سمجھنا یا مسلمان کو اسلام سے خارج سمجھنا (دونوں چیزیں)

۱۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَن تذف مُؤمناً بکفرٍ فَھُو کقاتِلِہ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ جس نے مومن کی طرف کفر کی نسبت کی وہ گناہ میں اس کے قاتل کی طرح ہے۔

۲۔ عن ابن عمرؓ عن النّبیِ صلی اللہ علیہ وسلّم قَالَ ایّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخیہ کَافِرٌ فَقَد بَاءَ بِھَا اَحَدُھُمَا۔

ترجمہ:۔ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

اپنے بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک پر یہ کلمہ لوٹے گا (یعنی یا یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا یا جس کو کافر کہا ہے وہ واقع میں کافر ہوگا۔

۳۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْهِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِکَ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص کسی پر فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ لوٹ کر اسی کے اوپر آپڑتی ہے اگر وہ شخص جس کے سر پر تہمت رکھی گئی ہے اس کا اہل نہیں ہوتا۔

۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِیْهِ یَا کَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهٖ اَحَدُهُمَا (رواہ البخاری وغیرہ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو او کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک نہ ایک پر یہ کلمہ چسپاں ہو کر رہتا ہے (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ منہ سے نکلتا ہے وہ کبھی فناء نہیں ہوتا ظاہر بین سمجھتا ہے کہ وہ صرف ایک سیال صورت تھی جو منہ سے نکلی اور فضائے عالم میں معدوم ہوگئی۔ لیکن حدیث یہ کہتی ہے کہ ایک ایک کلمہ جو کسی کے منہ سے نکلتا ہے وہ سب بدستور محفوظ رہتا ہے کراماً کاتبین کے رجسٹروں میں درج ہو رہا ہے جس کی سزا و جزا کا پتہ مرنے کے بعد چلیگا۔

فقہاء کرام کی احتیاط

اسی لیے فقہاء کرام نے تکفیر کے متعلق ایک قاعدہ مرتب فرمایا وہ یہ کہ جب تک کسی

شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدہ کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف ائمہ اجتہاد میں واقع ہو اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔

انتباہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سے نہ کفر کا ثبوت ملتا ہے نہ بت پرستی کا بلکہ ان کے متعلق توحید و ایمان کی روایات کا ثبوت ملتا ہے اسی لیے مسلمان پر لازم ہے کہ جن روایات میں کچھ کفر کے اشارے ملتے ہیں انہیں تاویل کرے۔ فقیر نے اس تصنیف میں والدین کریمین کے بارے میں ایمان دار اور ناجی ہونے کے دلائل لکھے ہیں۔

باب ۱ قرآنی آیات

مندرجہ ذیل آیات سے مفسرین و محدثین و علماء اسلام نے حضور سرور کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان و اسلام کے لیے استدلال کیا ہے۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ پ ۲ (البقرہ آیت ۲۲۱)

ترجمہ۔ اور بے شک مومن غلام مشرک سے اچھا ہے۔

فائدہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ مسلمان حسب و نسب میں کتنا ہی کمزور ہو وہ مشرک سے افضل و اعلیٰ ہے اگرچہ مشرک قوم کے لحاظ سے کتنا اونچا کیوں نہ ہو۔ اگر بقول مخالفین حضور سرور عالم صلی اللہ

تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو غیر مسلم مانا جائے تو نسبت نبوی میں نقص وعیب لازم آئے گا اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم از ہر جہت عیوب ونقائص سے منزہ ومقدس ہیں ۔

تائید حدیث پاک حضور نبی پاک شہ لولاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ۔

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِی اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الصِّدْقِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْہُ ط (رواہ البخاری)

مَیں تمام قرون آدم کے ہر قرن وطبقہ میں مَیں بہتر مبعوث ہوا ۔ یہاں تک کہ میں اس قرن میں سے پیدا ہوا جو صدق ہی صدق ہے

فائدہ آیت مذکورہ وحدیث ہذا کو ملایا جائے تو ہمارا مدعا صاف نظر آئے گا آیت میں فرمایا گیا ہے کہ مشرک سے مومن غلام بہتر ہے اور حضور علیہ السّلام کے ارشاد سے پتہ چلا کہ میں خیر قرون سے ہوں ۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ میں ایمان والوں کی پشت سے ہوں ۔

حدیث ۲ نبی پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْاَرْضُ سَبْعَۃٌ مُسْلِمِیْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَالِکَ ھَلَکَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْھَا ط ۔

ترجمہ :۔ روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے ۔

فائدہ اخرجہ عبدالرزاق وابن منذر بسند صحیح علیٰ شرط الشیخین ، یہ روایت امام بخاری وغیرہ کے استاد کی بیان کردہ ہے ، جو شیخین (بخاری ومسلم) کے شرط کے عین مطابق ہے ۔

تبصرۂ اُویسی

غیر مقلدین وہابی یا دیوبندی اور ان کے ہمنوا ہم سے ہر مسئلہ پر قرآن وحدیث کی دلیل مانگتے ہیں جب ہم انہیں قرآن وحدیث سناتے ہیں تو وہ اپنی مارنے لگ جاتے ہیں۔ فقیر کی گذارش صرف حق کے متلاشی سے ہے کہ آیت میں فرمایا کہ مومن مشرک سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے کہ از آدم تا افضل بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دھرتی کم از کم سات اہل ایمان سے خالی نہیں رہی۔ اب ہمارا سوال ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے زمانہ میں وہ سات مومن کون تھے تمہارے نزدیک حضرت عبد المطلب بھی کافر اور حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین بھی بقول شمایہ اُن ساتوں مومنوں میں نہیں تو تم اُن کے نام بتادو۔ تاکہ ہم اس حدیث پاک کا مصداق صحیح سمجھیں اگر تم نہیں بتا سکتے تو لیجئے ہم بتاتے ہیں۔

دسویں صدی کا مجدد

حضرت امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ وَالمَعنیٰ اِنَّ الکَافِرَ لَا یَستَاھِلُ اَن یُطلَقَ اَنَّہٗ مِن خَیرِ القُرُونِ الخ۔

(رسائل ستہ مطبوعہ دکن بھارت)

ترجمہ:۔ یعنی شرعًا کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو۔ خیر قرن مومن ہی ہوسکتا ہے۔

خلاصہ

یہ کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین آیت مذکورہ اور دونوں حدیثوں کے مطابق مومن کامل اور ناجی وجنتی ہیں یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی ہمارا دین وایمان۔

(فللہ الحمد علیٰ ذالکٗ)

آیت ۲ - اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (پ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۲۸)

ترجمہ :- مشرک تو ناپاک ہی ہیں۔

تائید از حدیث | نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاھِرِیْنَ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ (رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

ترجمہ :- یعنی میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

فائدہ | اب مندرجہ بالا آیت و حدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہو جائے گا کیونکہ قرآن عظیم الشان نے بلاشبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آباؤ امہات کو طیب و طاہر فرمایا۔ مشرکین نجس ہیں کبھی طاہر نہیں ہو سکتے اور حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد طاہر اور طیّب ہیں وہ کبھی نجس نہیں ہو سکتے نتیجہ نکلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ امہات مومن اور مسلمان تھے

نکتہ | یاد رہے کہ جس شکم اور پیشانی میں نور نے بسیرا فرمایا ہے وہ کبھی نارِ جہنم کی مستحق نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ مسلمات سے ہے۔ اگرچہ وہابی کو انکار ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا انکار منکرین اسلام

---

* کافر اور مشرک میں بڑا فرق ہے یہاں ترجمہ مشرک ہونا چاہیئے (مشتاق)

کو بھی نہیں تو لازماً ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد و اُمہات کے لیے جہنمی ماننا خود کو جہنم میں ٹھونسنے کے مترادف ہے کیونکہ سینکڑوں واقعات احادیث مبارکہ میں موجود ہیں کہ جن میں تصریحات ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقات سے جو بھی متعلق ہوا۔ اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی بلکہ پشتوں تک اُن کی اولاد پر دوزخ کی حرمت کی خوشخبری خود مبشر و بشیر نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنائی اور دنیوی آگ کے واقعات تو بے شمار ہیں تفصیل فقیر کی کتاب "المبشرات" میں ہے۔

آیت نمبر ۲ :- واللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔

ترجمہ :- اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے۔

(پ ۲۹ سورۃ المنافقون آیت ۸)

فائدہ آیت میں عزت کا حصر اللہ جل شانہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں میں ہے۔ کافر و مشرک کتنا ہی اونچا اور بلند قدر کیوں نہ ہو۔ وہ ذلیل و لئیم و خوار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و ثنا پر مبنی ہے اسی لئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد اہل ایمان اور مسلمان ہوں ورنہ مدح نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی رذیل سے رذیل انسان اپنے آباؤ اجداد کو تم رذیل نہیں کہہ سکتا اور نہ کوئی خود کو رذیل و لئیم کی اولاد ماننے کو تیار ہے خود مخالفین کو کہا جائے کہ تم رذیل انسانوں کی اولاد ہو۔ تو سیخ پا ہو جائیں گے آپ کو اپنے لیے تو ایسا اطلاق گوارہ نہیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیوں نہ صرف روا بلکہ لڑنے جھگڑنے کو تیار ہیں۔

فائدہ خود رسُول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے نضائل کریمہ میں رجز و مدح کے مواقع پہ متعدد بار اپنے آباؤ اجداد اور امہات کا ذکر خیر سے بیان فرمایا۔ چنانچہ حنین کا واقعہ سب کو معلوم ہے کہ جب کفار نے تھوڑی دیر کے لیے غلبہ پا یا اور چند لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پناہ میں تھے رسُول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب
أَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ

ترجمہ :۔ میں نبی ہوں اس میں شک نہیں۔ میں صاحبزادہ ہوں عبد المطلب کا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ رجز پڑھتے ہوئے سواری سے نزول فرمایا۔ ایک مٹھی خاک دست مبارک میں لے کر کافروں کی طرف پھنکی اور فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (بگڑ گئے چہرے) وہ خاک کافروں پہ ایک ایک کی آنکھ میں پہونچی اور سب کے منہ پھر گئے بعض روایات میں رجز کا آخر یوں ہے۔

أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ ط

میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ ہے۔

فائدہ بعض علماء کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ ہے اور بعض کے نزدیک عاتکہ بارہ تھیں بعض روایات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا نسب نامہ اپنے نضائل کریمہ میں اکیس[۲۱] پشت تک بیان فرمایا کہ میں سب

سے نسب میں افضل باپ ہی افضل ہوں۔ کوئی بھی کسی مشرک یا کافر باپ دادا پر فخر کرنا نہ تو عقلاً جائز ہے اور نہ ہی عرفاً"۔

تو پھر یہ حضور علیہ السلام کے لیے کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ مشرک یا کافر باپ دادا کے نسب پر فخر فرمائیں بحکم نصوص ثابت ہوا کہ حضور کے آباؤ و اُمہات مسلمین و مسلمات تھے۔

نتیجہ اس عمومی قاعدہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین بطریق اولیٰ مومن اور مسلمان ہوئے

آیت نمبر ۳ :۔ یٰنُوحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ط (پ ۱۲ سورۃ ہود آیت ۴۶)

ترجمہ :۔ اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں ۔

فائدہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر کا نسب قطع فرما دیا ۔

حدیث سے دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نَحْنُ بَنُو نَضْرِ بْنِ کِنَانَۃَ لَا نَنْتَفِیْ مِنْ اَبِیْنَا ط (رواہ احمد و ابن ماجہ والطبرانی)

ترجمہ :۔ یعنی ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے ۔

فائدہ ان دونوں یعنی آیت قرآن مجید و حدیث شریف، کو ملاؤ تو نتیجہ نکلے گا۔ کہ آپ کے آباؤ اجداد و اُمہات اہل ایمان تھے کیونکہ اگر (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب میں

کوئی کافر تھا تو باقی رکھنے یا ان پر فخر کرنے کا کیا معنیٰ۔

نتیجہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و امہات سب موحد مومن تھے لہٰذا ان پر فخر کرنا ان کا نسب رکھنا اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

آیت نمبر ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر دُعاء کی تھی

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (پ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۱۲۸)

ترجمہ :۔ ہماری اولاد میں سے ایک مسلمان جماعت رکھنا پھر فرمایا

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (آیت نمبر ۱۲۹)

اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔

فائدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوری ہوئی۔ جیسا کہ حدیث صحاح میں ہے۔

اَنَا دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ۔ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

فائدہ اس سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام مُسلّم ذرّیت سے پیدا ہوئے اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ آپ کے والدین کی طرح آپ کے تمام باپ دادے اور اُمہات مومن تھے۔

آیت نمبر ۵ :۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸)

ترجمہ :۔ بے شک آئے تمہارے پاس رسول جو تم میں سے ہیں ایک قراۃ میں ف کی فتح کے ساتھ ہے (شفاء، نسیم، شرح مُلّا علی قاری)

فائدہ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت میں سے تشریف لائے اور کافر

نفیس نہیں بلکہ خبیس ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آباء و امہات طیب، طاہر اور نفیس ترین تھے لیکن چونکہ وہابی خود خبیس و رذیل ہے اس لیے وہ رسول اللہ کے ماں باپ کو کافر کہہ کر اپنی رذالت و خباست کا ثبوت دیتا ہے۔

آیت ۶ | وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (۲۱۷) الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ (۲۱۸) وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (۲۱۹) پ ۱۹ سورۃ شعرا ۲۱۷ - ۲۱۹)

ترجمہ ۶۔ اور بھروسہ کرو جو عزت والا جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔

فائدہ | امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں آیت شریف کا معنیٰ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نور پاک ساجدوں سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

فائدہ | آیت میں دلیل ہے کہ سب آباء کرام مسلمین تھے امام سیوطی و ابن حجر مکیؒ و علامہ زرقانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس تقریر کی تائید و توثیق فرمائی اور روح البیان میں فرمایا (ص ۳۱۳ ج ۶) میں ہے کہ

وَحَقُّ الْمُسْلِمِ اَنْ يُّمْسِكَ لِسَانَهٗ عَمَّا يُخِلُّ بِشَرَفِ نَسَبِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَيَصُوْنَهٗ عَمَّا يَتَبَادَرُ مِنْهُ النُّقْصَانُ خُصُوْصًا اِلٰى وَهْمِ الْعَامَّةِ۔

ترجمہ :۔ مسلمان پر واجب ہے کہ اس بات سے زبان کو بند رکھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں خلل انداز ہو اور زبان اس سے بھی بند رکھے جو نقص و عیب کی موجب ہے بالخصوص ایسے امر سے

جس میں کہ عوام کے ذہن خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

آیت نمبر ۷:۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ ۳۰ سورۃ والضحیٰ آیت ۵)

ترجمہ:۔ اور بے شک عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائیگا۔

فائدہ قیامت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت کا کیا کہنا کہ انبیاء علیہم السلام بھی آپ کا منہ تکتے ہوں گے اور آپ کی اجابت کا تو یہ عالم ہے جیسے خود اللہ تعالےٰ نے ابھی سے کہہ دیا۔ کہ سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ بِهٖ (رواہ مسلم و احمد خصائص کبریٰ وغیرہ)

ترجمہ:۔ قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے۔ اور تیرا دل میلا نہ کریں گے۔

فائدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابھی سے وعدہ فرما دیا کہ

كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ يَا مُحَمَّدُ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (نزہۃ المجالس وغیرہ)

ترجمہ:۔ اس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک شعر میں قلم بند فرمایا۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اعجوبہ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال ہوگا۔ کہ ایک امتی کو بھی دوزخ میں نہ رہنے دیں گے تعجب ہے کہ امت کے معاملہ میں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت عام ہو لیکن آپ کے ماں باپ دوزخ میں ہوں یہ کسی ضعیف دماغ کا تصوّر تو

ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالےٰ نے عقل اور ہوش بخشا ہو وہ ایسا تصور دل میں نہیں لا سکتا۔

آیت نمبر ۸ :- اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (پ ۸ سورۃ انعام آیت ۱۲۴)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

فائدہ وجہ یہ ہے کہ کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہیں رکھی گئی پھر کفر و شرک سے زیادہ رذیل کون سی چیز ہو سکتی ہے وہ کیونکر اس قابل نہیں کہ اللہ عزّوجل نور رسالت اس میں ودیعت رکھے کفار محل غضب و لعنت ہیں اور نور رسالت کے وضع کو محل رضا رحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون میں ظاہر ہوا اور وہ سب کے سب کفر و شرک الحاد و بے دینی کی آلودگیوں سے پاک و منزّہ تھے۔

آیت نمبر ۹ :- اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۭ (پ ۳۰ سورۃ البینۃ ع ۱)

ترجمہ :- بے شک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

آیت نمبر ۱۰ :- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (پ ۱۵ بنی اسرائیل نمبر ۱۵)

ترجمہ :- ہم کسی قوم کو بغیر ان میں رسول بھیجے ہوئے عذاب نہیں دیتے۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ والدین کریمین کو دعوت نہیں پہونچی اسی لیئے انہیں عذاب نہیں کہ وہ حضرات دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ۔

اَیْ تَقَلُّبَکَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ مِنْ اَبٍ اِلیٰ اَبٍ اِلیٰ اَنْ جَعَلَکَ نَبِیًّا (مسالک الحنفاء للسیوطی ص۴۰)

ترجمہ:۔ آپ کا پاکیزہ پشتوں میں گردش کرنا ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف یہاں تک کہ آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔

نکتہ آپ کے جملہ اجداد وآباء کے واقعات پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرات دولتِ ایمان سے معمور تھے بلکہ ایمان میں ذوق ہو تو محسوس ہوگا کہ حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد کا اسم گرامی عبداللہ ہی اُن کے مومن ہونے کی مضبوط دلیل ہے پھر اُن کی پاکبازی، اِتقاء نیکی، توحید پر ایمان رکھنے کے لیے آپ کے عادات اور خصال شاہد ہیں جس کی تفصیل آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ!

لطیفہ عبداللہ نام والے اپنے ایمان واسلام پر فخر و ناز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا نام ہی ہمارے اسلام وایمان کی کاملیّت کی کامل دلیل ہے لیکن افسوس کہ ان کے اکثر ایسے بھی ہوتے ہیں جو رسُول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی عبداللہ کو نام لے کر کافر اور جہنمی گردانتے ہیں (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۱:۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّ

مَا وَلَدَ (پ ۳۰ البلد آیت نمبر ۳/۴)

ترجمہ:۔ مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے باپ کی قسم اور اس کی اولاد کی۔

تفسیر آیت میں والد سے کون مراد ہیں ؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی حنفی سیدی شاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور صدر الافاضل سیدی مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات مراد لی ہے (حسینی)

قاعدہ بتقاضائے قانون اصول فقہ واصول تفسیر وعقائد کہ حقیقی معنی کا ترک کر کے مجازی معنیٰ مراد لینا صحیح نہیں۔ جب حقیقی معنیٰ والد باپ حقیقی مراد ہو سکتا ہے تو پھر معنیٰ مجازی دادا مراد لینا کیسا؟ فلہٰذا یہاں پر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد حقیقی معنیٰ مراد ہوں تو ممکن ہے پھر جس کی قسم خدا تعالیٰ بیان فرمائے اس کے کفر و جہنمی ہونے کا دعویٰ غلط۔ اگر اسے نص قطعی کے طور پر بھی محتمل المعنیٰ بھی مانا جائے تب بھی مخالفین کے دعویٰ کی تردید واضح طور ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر ۱ یہاں مطلق والد ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے والد کا معنیٰ مراد لینا کیسا؟[1]

جواب اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ کا قرینہ حضور صلے اللہ تعالیٰ

---

[1] صاحب روح البیان نے بھی یہی مراد لی ہے علاوہ ازیں اور تفسیریں بھی ہیں۔ فقیر کا ترجمہ "فیوض الرحمٰن" تحت آیت مذکورہ دیکھئے اویسی غفرلہ۔

علیہ وآلہ وسلم کے والد حقیقی کا تعین کرتا ہے۔

سوال نمبر ۲ متقدمین مفسرین نے کیوں نہیں اور متأخرین نے کیوں یہی معنیٰ لیا ہے؟

جواب چونکہ متقدمین کے زمانہ میں ابوین کے بارے میں اختلاف رہا اسی لیے متقدمین تفاسیر میں وہ معنیٰ مراد لیتے آئے جو متفق علیہ تھا۔

اب چونکہ متاخرین میں اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ ابوین ناجی اور مومن تھے اسی لیے یہی مراد لیا جائے تو کوئی حرج نہیں"۔

سوال نمبر ۳ والد سے اثبات تو ہوا والدہ کے لیے کیسے؟

جواب اتباعاً للرجال عورتوں کے لیے ہر مضمون کا اثبات ہوتا رہا یہ بھی اسی سے ہی سمجھے۔

آیت نمبر ۱۱ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ط

(پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

ترجمہ: اور عرض کر کہ میرے رب تو میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔

فائدہ آیت میں خطاب براہ راست رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور حقیقی مفہوم جب تک ممکن ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا اور عموم کی حیثیت سے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے مجازی مربی سیدنا عبدالمطلب اور حقیقی والد حضرت عبداللہ اور والدہ بی بی آمنہ رضی اللہ علیہم اس میں شامل کر دیئے

جائیں تو بعید از قیاس نہیں اور حضور علیہ السلام نے اس پر عمل فرمایا
کہ والدین کے لیے دعا فرمائی اور بار بار فرمائی اور یہ یقین ہے کہ حضور
علیہ السلام کوئی دعا رد نہ ہوئی اسی لیئے لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کے
والدین ناجی ہیں۔

فائدہ حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی صاحب نبراس شرح عقائد
اپنی کتاب "مرام الکلام" میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو القادری فرماتے
ہیں کہ حجۃ قاطعہ آپ کے والدین شریفین کے ثبوت الاسلام میں یہی آیت
ہے اور فرمایا کہ جو احادیث اس مضمون کے خلاف ہیں وہ منسوخ ہیں پھر
فرمایا کہ اگر ہم ان احادیث کو ظاہر پہ چھوڑ دیں نہ منسوخ سمجھیں اور نہ تاویل
کریں تو احادیث "احیاء الابوین" ان احادیث کا جواب کافی ہے۔
(ارشاد النبی ص۱۷)

فائدہ ضمیمہ ارشاد النبیؐ میں لکھا ہے کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ جو لوگ
حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء مطہرہ
کا اسلام ثابت کرتے ہیں ان سے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
خوش ہوں گے اور اُن کی شفاعت کریں گے اور جو لوگ اُن کے کفر کا
فتویٰ صادر کرتے ہیں ان پہ عتاب فرمائیں گے (معجون الجواہر پرہاروی صاحب
نبراس)

ہونگاہ کرم ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہر وقت ہمارے ہر حال سے آگاہ ہیں اور اعمال کا پیش
ہونا احادیث پاک سے ثابت ہے جن سے اسلام ابوین کے مدعیان ومقران
کو مبارک باد کہ تمہارے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے اس

عمل سے بہت خوش ہو رہے ہوں گے فقیر اُویسی عفی لہٗ پُر اُمید ہے کہ قلم سے مخالفین کے منہ بند کر رہا ہوں تو کل قیامت میں میرا آقا کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بے نوا کو اپنی شفاعت سے نوازیں گے ؎

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا ۔

پندِ غزالی سیدنا امام غزالی قدس سرہ العزیز احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔ کفر کی نسبت کا معاملہ تو بہت ہی بڑا دشوار ہے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے سبق لیا جائے فرماتے ہیں اگر کسی سے ننانوے کفر کے احتمالات ہوں اور ایک ایمان کا تو اس کے لیے بھی کفر کی نسبت نہیں کرنی چاہیے اور ابوین کریمین سے تو کفر و شرک تو دور کی بات ہے گناہ کبیرہ کا ثبوت بھی نہیں ملتا بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ان کے کردار اولیاء اللہ تعالےٰ جیسے تھا فقیر ان کے ذکرِ خیر میں عرض کرے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

انتباہ ابوین کریمین کو کافر و جہنمی کہنے والوں نے صرف ایک دو حدیثوں سے احتمال پیدا کر کے یہ فتویٰ صادر کیا۔ مسلمانو ایمان سے کہو کیا تمہارا ایمان گوارا کرتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں کے ساتھ سگان درگاہ جنات نعیم میں داخل ہوں اور جن کے نعلین کے تصدق جنت بنی ان کے والدین غضب و عذاب میں مبتلا ہوں کیا آمنہ خاتون حضرت مریم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے بھی کم ہیں کیا یہ آپ کو پسند ہو گا کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کو جنت میں دیکھیں اور محبوب کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں ۔

حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کے ناموں سے ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ کون ہیں۔

فائدہ اپنا تو یہ موقف ہے کہ اس سارے باغ جنت کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک ہیں جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ مالک کے گھرانے والے تو جنت کے باغات کی فرحت و مسرت سے محروم ہوں اور غیروں کے لیے بساط عیش و عشرت بچھا ہو اور حضور علیہ السلام کے طفیل کتنے لوگ بہشت میں جائیں گے اس کی تفصیل احادیث شفاعت میں آئے گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

استدلال از آیت نور ۱۲

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ لا يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط (پ۱۸ سورہ نور آیت ۳۵)

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی جیسے طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون جو نہ پورب کا نہ پچھم کا۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اور اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔

تفسیر آیت نور حضرت کعب بن محمد قرضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اَلْمِشْكَاةُ اِبْرَاهِيْمُ وَالزُّجَاجَةُ اِسْمٰعِيْلُ

وَالْمِصْبَاحُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَجَرَۃٌ مُّبَارَکَۃٌ اِبْرَاھِیْمُ وَسَمَّاہُ مُبَارَکًا لِاَنَّ اَکْثَرَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ صُلْبِہٖ نُوْرٌ نَبِیٍّ مِنْ نَسْلِ نَبِیٍّ نُوْرُ مُحَمَّدٍ وَنُوْرُ اِبْرَاھِیْمَ ط

(شفاء شریف ص ۱۳ ج ۱ مواہب لدنیہ ص ۵ ج ۱ تفسیر)

ترجمہ: مشکوٰۃ یعنی محراب سے مراد سیدنا ابراہیم خلیل اور قندیل سے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور چراغ سے مراد سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور درخت مبارک سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں خدا نے اس وجہ سے ان کا نام نامی اور اسم گرامی مبارک رکھا ہے کہ تمام انبیاء بنو اسرائیل علیہم السلام کے آپ کے جدا علیٰ ہیں۔ نورٌ علیٰ نور۔ آپ نبی ہیں نسل حضرات انبیاء اکرم علیہم السلام سے۔

پدر نور ست پسر نور ست مشہود
از ینجا فہم کن نورٌ علیٰ نورٌ

پدر نور پسر نور اس سے
نور علیٰ نور کا معنیٰ سمجھ لیجئے۔

استدلال عاشقانہ

حضرت امام اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالےٰ روح البیان ص ۹۷۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ فَکَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عِلَّۃً غَائِیَّۃً لِوُجُوْدِ کُلِّ کَوْنٍ فَوُجُوْدُہٗ شَرِیْفٌ عُنْصُرُہٗ لَطِیْفٌ اَفْضَلُ الْمَوْجُوْدَاتِ الْکَوْنِیَّۃِ وَرُوْحُہٗ اَفْضَلُ الْاَرْوَاحِ الْقُدْسِیَّۃِ وَقَبِیْلَۃُ الْقُدْسِیَّۃِ وَقَبِیْلَتُہٗ اَفْضَلُ الْقَبَائِلِ وَلِسَانُہٗ خَیْرُ الْاَلْسِنَۃِ وَکِتَابُہٗ

خیر الکتب الالٰہیّۃ و اٰلہ و اصحابہٖ خیر الاٰل و خیر الصّحابۃ و زمان ولادتہٖ خیر الازمان و روضتہ المنوّرۃ اعلی المکانی مطلقاً۔

ترجمہ: حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات عالی تمام کائنات ارضی و سمائی کے لیے بمنزلہ علۃ غائی کے ہے۔ حضور پر نور کا وجود مبارک بے حد بزرگ آپ کا عنصر لطیف بے حد پاکیزہ و مقدس ہے اور تمام موجودات کونیہ سے افضل اور عند اللہ بے حد اکرم ہے اور جناب کی روح گرامی تمام ارواح گرامی تمام ارواح مقدسہ سے عند اللہ افضل و اشرف ہے اور آپ کا قبیلہ گرامی قبائل عرب کا سردار اور سرتاج ہے آپ کی بولی تمام بولیوں سے افضل ہے آپ کی آل گرامی اصحاب کبار تمام نبیوں کی آل و اصحاب شریف سے بلند پایہ ہیں اور آپ کی پیدائش تمام زمانوں سے افضل اور آپ کا روضۂ مطہرہ تمام مقامات مقدسہ سے مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ عرش، کرسی، بہشت، کعبہ، بیت المعمور سب سے افضل ہے (اس پر جملہ علماء متفق ہیں۔ اب فیصلہ فرمائیے کہ اس نسبت پر والدین کو افضلیت نہ دی جائے تو کم از کم ایمان کی دولت سے محرومی کی تہمت تو نہ لگائیے۔

تفسیر حسینی کا ترجمہ

تفسیر قادری ص ۱۲۲ جلد ثانی میں ہے کہ روح الارواح میں ہے کہ نور سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کا نور گرامی مراد ہے مشکوٰۃ سے مراد سیدنا ابو البشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور زجاجہ شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السّلام اور زیتون حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ذات گرامی

کی طرف اشارہ ہے۔

نکتے ہی نکتے حضرت ابراہیم علیہ السّلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر کے وقت دُعاء کی تھی

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ط (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۸)

ترجمہ:۔ اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک اُمت تیری فرماں بردار ہو پھر عرض کیا۔

وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (۱۲۹)

اور بھیج ان میں ایک رسُول انہیں میں سے۔

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دُعاء یقیناً مستجاب ہوئی کہ نبی پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم اسی جماعت میں سے پیدا ہوئے ہیں۔ خود حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم بھی فرماتے ہیں۔

لَمْ یَزَلِ اللّٰہُ یَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّیِّبَۃِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَۃِ حَتّٰی اَخْرَجَنِیْ ط۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ مجھے اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ سے منتقل کرتا رہا ہے یہاں تک کہ مجھے میرے والدین نے ظاہر فرمایا۔

(زرقانی علی المواہب ص ۱/۶۷، خصائص کبریٰ ص ۱/۳۹، دلائل النبوت ص ۲۴)

۲۔ طاہرین و طاہرات، اصلاب و ارحام پر مخالفین کا اتفاق ہے کیونکہ یہ الفاظ صحاح کے مروّیہ ہیں اور ظاہر ہے طہارت ظاہرہ و باطنہ ہر دونوں کو شامل ہے ظاہرہ طہارت میں بھی مخالفین کو انکار نہیں ہاں طہارت باطنہ (ایمان و اسلام) سے انکار ہے اور وہ بھی محض ظنیات پر مبنی ہے دلیل

قطعی اُن کے پاس نہیں ہے بخلاف ہمارے کہ ہم نے اسلام و ایمان سے طہارت باطنیہ پہ زور دار دلائل قائم کیئے ہیں کم از کم یہ تو مانتے ہوں گے کہ ان نصوص مسلمہ میں مطلق طہارت کا ذکر ہے تو المطلق کو اپنے اطلاق میں رہنا ضروری ہے جب تک کہ اُس کے لیے اس جیسا مقید و مخصص قائم نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس مطلق کے بالمقابل جتنا قیود و مخصصات مخالفین پیش کرتے ہیں وہ ظنیات ہیں اور ظن حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنّ الظن لا یغنی من الحق شیأ (۲۷ پ سورۃ النجم آیت ۲۸) اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔

۳۔ ہمارے ہاں اسی روایت میں طہارت کے ذکر کے بعد لفظ نکاح بھی وارد ہے جیسے ہم نے روایات میں لفظ نکاح کی تصریح لکھی ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا نکاح ادیان حقہ کی دلیل ہے یا نہ۔ سفاح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نے طہارت ظاہرہ کا ذکر فرمایا ہے نکاح سے طہارت باطنہ کا۔ ورنہ افصح العرب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کو تکرار مضمون کی کیا ضرورت تھی جب کہ تکرار مضمون خلاف فصاحت و بلاغت ہے۔

۴۔ مزار میں جس جگہ پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما ہیں وہ عرش معلّےٰ سے افضل ہے عجیب معاملہ ہے کہ مٹی کے جس ٹکڑے کے اندر آپ ہوں وہ تو عرش معلّےٰ سے افضل ہو جائے اور جس باپ کے صلب اور جس ماں کے شکم میں رہے ہوں اور جس ماں کا دودھ پیا ہو وہ جہنمی اور مشرکین ہی رہیں (معاذ اللہ) یہ کسی گندے ذہن کا تصور تو ہو سکتا ہے۔ اہل فہم و ذکا کو گوارہ نہیں کہ اس کو ذہن تک لائیں چہ جائیکہ اُسے وہ اپنا

عقیدہ بنائیں ۔

۵ ۔ رسُول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے ہر نسبت کو ترقی ملی ۔

۱۔ اُمت کو خیر اُمت سے ۔

۲ ۔ صحابیت کو جملہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ سے ۔

۳۔ ولائیت کو جملہ اولیائے سابقین سے ۔

۴ ۔ گھرانے کو جملہ گھرانوں سے ۔

۵ ۔ شہر کو جملہ بلاد سے ۔

۶ ۔ ملک کو جملہ ممالک سے ۔

۷ ۔ زمانے کو جملہ ازمان سے ۔

۸ ۔ دین کو جملہ ادیان سے ۔

۹ ۔ اولاد ۔

۱۰ ۔ خاندان ۔

۱۱ ۔ کنبہ ۔

۱۲ ۔ ازواج کو یہاں تک کہ اس پانی کو جو پنجہ مبارک سے نکلا وغیرہ وغیرہ تو پھر الوین کی نسبت اتنا گھٹا کے رکھ دی گئی کہ ایمان سے بھی خارج ۔ (معاذ اللہ)

آیت ۱۳ :- حضرت ابراہیم علیہ السلام بلکہ ہر نبی علیٰ نبینا علیہم السّلام مستجاب الدعوات تھے ۔ ابراہیم علیہ السّلام نے دعائیں فرمائیں اور اللہ تعالےٰ نے اُن کی اولاد میں ایمان کی خبر دی ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ
وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا	اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں بیزار

تَعْبُدُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (پ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۲۶/۲۷)

ہوں تمہارے معبودوں سے سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ عنقریب مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

فائدہ ۱ امام عبد بن حمید اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالےٰ کے اس قول

وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ

کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بَاقِیَةٌ فِیْ عَقِبِ اِبْرَاهِیْمَ کہ وہ کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد میں باقی رکھا گیا (الحاوی للفتاویٰ ص ۴۲۱، ج ۲)

فائدہ ۲ امام ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے نیز امام عبد بن حمید اور امام عبدالرزاق اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ وہ کلمہ جو ان کی اولاد میں باقی رکھا گیا وہ شہادت اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِخْلَاصُ وَالتَّوْحِیْدُ لَا یَزَالُ فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ مَنْ یَّقُوْلُهَا مِنْ بَعْدِهٖ۔ اس امر کی شہادت ہے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور اخلاص اور عقیدہ توحید ہے جو اُن کے بعد اُن کی اولاد میں ہمیشہ رہے گا۔ (الحادی للفتادیٰ ص ۴۲۱ ج ۲)

فائدہ ۳ امام ابن منذر نے امام ابن جریج سے اس کی تفسیر بیان فرمائی

کہ انہوں نے فرمایا۔

فَلَمْ یَزَلْ نَاسٌ مِّنْ ذُرِّیَّتِہٖ عَلَی الْفِطْرَۃِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ ط (الحاوی للفتاویٰ ص ۷۲۱ ج ۲)

کہ ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں کچھ لوگ ہمیشہ دینِ فطرت پر رہیں گے اور قیامت تک اللہ کی عبادت کریں گے۔

انتباہ اس آیت میں توحید و اخلاص کے لیے اولاد ابراہیم علیہ السّلام کسی کے لیے تعین کرنا لازمی ہے اور پھر وہ حدیث شریف ساتھ بتلائیے جس میں فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں سات افراد توحید ایمان پر لازماً رہے۔ اب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اُمتی ہونے کا حق ادا کیجیے کہ ان ساتوں میں ابوین رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بھی شامل کر لیجیے تاکہ نمک حلالی اُمتی کہلا سکیں۔

آیت نمبر ۱۴

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ط (پ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۳۵)

اور جب ابراہیم (علیہ السّلام) نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امان والا کر دے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

فائدہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کے اُن بیٹوں کو خصوصًا بتوں کی پوجا سے بچایا جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد بننے کا شرف

حاصل ہوتا تھا۔

آیت نمبر ۱۵

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (پ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت ۴۰)	اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور میری اولاد کو۔

فائدہ امام ابن منذر حضرت جریج سے اس کی تفسیر بیان فرماتے ہیں۔

فَلَنْ یَّزَالُ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ اِبْرَاھِیْمَ نَاسٌ عَلَی الْفِطْرَةِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ ط	کچھ لوگ ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں ہمیشہ دین فطرت پر رہ کر اللہ کی عبادت کریں گے۔

(الحاوی للفتاوی صـ۲۳ ج ۲)

۴ - وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِیْنَ ط (سورۃ الشعرا آیت ۲۱۹)

ترجمہ :- اور پھرنا تمہارا نمازیوں میں!

فائدہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں۔

قِیْلَ مَعْنَاہُ اَنَّہٗ کَانَ یُنْقَلُ نُوْرُہٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ وَبِهٰذَا التَّقْدِیْرُ فَالْاٰیَةُ دَالَّةٌ عَلٰی اَنَّ جَمِیْعَ اٰبَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ط	کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے جمیع آبائے کرام مسلمان تھے

فائدہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیہ کریمہ کی

تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ مِنْہُ تَقَلُّبُکَ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ السَّاجِدِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ ... السَّاجِدَاتِ وَمِنْ اَرْحَامِ السَّاجِدَاتِ اِلٰی اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ اَیْ الْمُوَحِّدِیْنَ وَالْمُوَحِّدَاتِ حَتّٰی یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ اٰبَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا نور طاہرین، ساجدین للہ کے اصلاب سے طاہرات، ساجدات کے ارحام کی طرف اور طاہرات کے ارحام سے طاہرین کے اصلاب کی طرف یعنی موحدین اور موحدات میں منتقل ہوتا رہا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے آبائے کرام مومنین تھے۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ابوین رضی اللہ عنہما کو مومن ماننے ہی میں سلامتی ہے ورنہ ہلاکت و تباہی کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

باب ۲ احادیث مبارکہ

ہمارے سابق مضمون میں آیات کی تائید و توثیق کے طور بکثرت احادیث مبارکہ مندرج ہو چکی ہیں اعادہ برائے افادہ چند جدید بطور اضافہ حاضر ہیں۔

حدیث نمبر ۱ امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔

لَم یَزَلْ عَلٰی وَجْہِ الدَّھْرِ فِی الْاَرْضِ سَبْعَۃٌ مُسْلِمُوْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْ لَا ذَالِکَ ھَلَکَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْھَا ط

کہ روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

(مصنف عبدالرزاق بسند صحیح و تاریخ مکہ الازرقی والحاوی للفتاوی ص ۴۱۶ ج ۲)

حدیث نمبر ۲ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

مَا خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ مِنْ سَبْعَۃٍ یَدْفَعُ اللہُ بِھِمْ عَنْ اَھْلِ الْاَرْضِ ط

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

رواہ احمد فی الزہد والخلال بسند صحیح (الحاوی للفتاوی ص ۴۱۶ ج ۲)

حدیث نمبر ۳ محدث ابن جوزی مرفوعاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جبریل علیہ السلام

نے آکر حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم سے کہا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ اَنْزَلَکَ وَبَطْنٍ حَمَلَکَ وَحِجْرٍ کَفَلَکَ ط (الحاوی للفتاوی صـ ۴۳۲ ج ۱)	اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اس صلب پر جس میں تم رہے ہو اور اس پیٹ پر جس نے تمہیں اٹھایا اور اس گود پر جس نے تمہیں کھلایا۔ نارِ دوزخ کو حرام کر دیا ہے

قاعدہ سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر کی والدہ کافرہ و مشرکہ نہیں ہوئی تو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کیسے ہو سکتی ہے اور اگر ہو تو یہ آپ کی شان و وقار کے خلاف ہے نیز حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کی مائیں تو جنت میں رہیں اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی والدہ ماجدہ جہنم میں (معاذ اللہ) کیا رب تعالےٰ کو پسند ہو گا؟ ہرگز نہیں۔ ایسے ہی باپ کے لیے سمجھئے اور مسلمانو سوچو! تم اپنے ماں باپ کی مغفرت و بخشش کے لیے کتنا جتن کرتے ہو اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو تو اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴)

ترجمہ:۔ اور عرض کر کہ میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

انتقالِ نور حدیث نمبر ۴:۔ امام احمد قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

لَمَّا خَلَقَ اللہُ حَوَّآءَ لِتَسکُنَ اٰدَمَ ۔

جب اللہ تعالےٰ نے حوّا کو پیدا کیا تاکہ آدم علیہ السّلام سکون پائیں تو بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں ۔ جب اماں حوّا پر صحبت کا اثر رونما ہوا۔ تو ان ایام میں شکموں سے چالیس جوڑا جوڑا ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوئے صرف ایک صاحبزادہ بنام شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے ۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے آدم کے بعد منصب نبوت سے سرفراز کیا ۔

فلمّا توفی آدم علیہ السّلام کان شیث علیہ السلام وصیّا علیٰ اولاد آدم ثم اوصی شیث ولدہٗ بوصیتہ آدم ان لا یضع ھذا النّور الّا فی المطھرات من النّساء ثم لم یزل ھذہ الوصیّۃ من قرن الی قرن الیٰ ان ادی اللہ تعالیٰ النور الیٰ عبد المطلب و ولدہ عبد اللہ

(مواہب الدینہ صہ ۱۲ ج ۱)

تو جب تقدیر سے آدم علیہ السلام کی وفات شریف واقع ہوئی پھر آپ کی اولاد گرامی سے حضرت شیث علیہ السلام وصی مقرر ہوئے پھر آپ نے بھی اپنے بیٹے کو آدم علیہ السلام کی وصیت سے خبردار کیا اور تاکید کی کہ اے میرے نور نظر اور لخت جگر آگاہ رہو کہ اس نور مبارک کو پاکیزہ عورتوں کے بطن ہی بوجہ حلال سپرد کریں پھر یہ وصیت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک متواتر جاری رہا ۔ یہاں تک کہ خداوند کریم رؤف الرحیم نے اس مبارک نور کو حضور پرنور کے جدّ اعلیٰ سیدنا عبد المطلب اور ان کی اولاد گرامی سیّدنا حضرت عبد اللہ والد ماجد آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا۔

انتقال النور المحمدی کی توضیح وتشریح

یہ مسلّمات میں سے ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے پیدا ہوئے لیکن ظہور آخر میں ہوا اور وہ جو آپ کی سب سے پہلے تخلیق ہوئی اس سے صرف روح مراد نہیں بلکہ وہی لطیف مادہ۔ اس لیے کہ ارواح تو روح محمدی علی صاحبہا السلام کے بعد پیدا ہو چکیں احادیث میں جس نور سے اول المخلوق کا ذکر ہے وہ یہی مادہ لطیف مراد ہے وہی نور مادہ لطیف ہے جو دوسری ذریت آدم کے ساتھ (دوسروں کو لپشت ہیں) اور حضور علیہ السلام کا مادہ لطیف آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا گیا جس کا ذکر اجمالاً قرآن مجید میں ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الآیۃ ۔ اور جب نکالا تیرے رب نے بنو آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذرّیتہ (اولاد) (پ ۹ ع ا)

فائدہ اس آیت ذُرّیتہ سے وہ ذرات مراد ہیں جو انسانی ڈھانچہ کے لیئے بمنزلہ بیج کے ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ لطیف مادہ انہی میں سے تھا لیکن چمکتا ہوا نور جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رونق افروز ہو کر سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تک پہونچا اور بشری شکل میں نور کی جلوہ گری فرمائی اسے ہی علماء کرام اور محدثین عظام نے روایت کے طور بیان فرمایا۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

وفی الخبر لما خلق اللہ آدم جعل رودع ذلك النور نور المصطفٰی فی ظهره فكان

حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالے نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس نور مصطفےٰ کو آدم کی پیٹھ میں رکھا تو اس کے نور

شدة یلمع فی جنیبه الخ	کی شعاعیں ماتھے سے چمکتی تھیں ۔
شرح مواہب صـ۴۹ جـ۱ مواہب
لدینہ صـ۱۰ جـ۱)

اسی نور کے لیے آدم علیہ السلام نے شیث علیہ السلام کو پھر انہوں نے اپنی اولاد کو تا آخر وصیت فرمائی جس کی روایات گزریں۔

فائدہ جملہ علمائے محدثین کرام رحمہم اللہ تعالے علیہم اجمعین نے اس نور کی وصیت کے قصہ سے اپنی تصنیفات میں "ابوین شریفین" کے ایمان دار ہونے پر استدلال کیا ہے بلکہ حضور پر نور سرور کائنات افضل جملہ موجودات صدر دیوان نبوت و رسالت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام سلسلۂ نسب جملہ رجال ونساء تا سیدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام و ام المومنین سیدۃ النساء حواء علیہا السلام تک سب کا دولت سعادت ایمان سے ممتاز و مکرم ہونا بیان کیا ہے اکثر نے اس قول کو اختیار کیا ہے اس واقعہ کو حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی محدث نے بیان فرمایا۔

تنقل احمد نوراً عظیما	تلألأ فی جبین ساجدینا
تقلب فیہم قرناً بعد قرن	الی ان جاء خیر المرسلین

ترجمہ:۔ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نور عظیم بن کر منتقل ہوئے اور وہ سجدہ گزار پیشانیوں میں چمکتا تھا قرن بعد قرن منتقل ہوتا ہوا خیر المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن کر تشریف لایا۔

کتاب الشفاء فی حقوق المصطفےٰ مصری جلد اوّل صـ۱۳۲ میں ہے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لما خلق اللہ آدم اھبطنی فی صلبہٖ الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینۃ وقذفنی فی النار فی صلب ابراھیم ثم لم یزل ینقلبنی من الاصلاب الکریمۃ الی ارحام الطاھرۃ حتیٰ اخرجتنی من بین ابوی لم یلتقیا علیٰ سفاح قط والیٰ ھذا اشار عباس ابن عبد المطلب فی قصیدتہٖ ط

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے کہا ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مہتر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو مجھے اس کی پشت مبارک میں زمین پر نازل کیا پھر مجھے مہتر نوح علیہ السلام کی پشت مبارک میں کشتی میں سوار کیا بعد ازاں مجھے نار نمرودی میں ڈالا گیا در آنحالیکہ میں سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک میں موجود تھا میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے ارحام مصفیٰ مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا ہوں یہاں تک کہ میں اپنے والدین گرامی سے دار دنیا میں تولد پذیر ہوا کہ کوئی بشر ان سے مرتکب سفاح کا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ میں اسبات کی طرف حضور کے چچا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے قصیدہ مبارک میں اشارہ کیا ہے قصیدہ عباسیہ فقیر کی کتاب "آدم تا ابن آدم" میں ہے۔

علمائے کرام نے فرمایا

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ

ان الاحادیث الصّحیحۃ
دلّت علیٰ ان کل اصل من
اصول النبیّ صلی اللّٰہ تعالےٰ
علیہ واٰلہٖ وسلم من آدمؑ
الیٰ ابیہ عبد اللّٰہ فھو
افضل اھل قرنہ ولا احد فی
قرنہ ذالك افضل وخیرًا
منہ ان الاحادیث والاخبار
والاٰثار دلّت علیٰ انّہٗ تخل
الارض من عھد نوح وآدم
الیٰ بعثۃ النبیّ صلی اللّٰہ تعالیٰ
علیہ واٰلہٖ وسلم ان تقوم
الساعۃ من ناس قائم علی
الفطرۃ یعبدون اللّٰہ ویوحدونہ
ویصلّون لہ وبھم تحفظ الارض
لولاھم لھلکت الارض
ومن علیھا واذا قرنت بین
ھاتین المقدمتین انتج منھما
بان اٰباء النبیّ صلی اللّٰہ علیہ
وسلّم لم یکن فیھم مشرك
لانہ قد ثبت فی کل زمان

احادیث صحیحہ اس بات پر صاف
دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وآلہ وسلم کے جملہ آباؤ اجداد
آدم صفی اللہ سے لے کر سیّدنا حضرت
عبد اللہ حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد تک
تمام لوگ اپنے اپنے اہل زمانہ سے
بہترین اشخاص ان کے زمانہ میں ان
سے افضل واکرم نہ تھا احادیث و
اخبار وآثار دلالت کرتے ہیں کہ
زمانہ نوح علیہ السلام اور ابو البشر
سیّدنا مہتر آدم خلیفۃ اللہ سے لے
کر آں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی بعثت تک اور قیامت
تک ہرگز زمین ایسے لوگوں سے خالی
نہیں رہی۔ جو ابدالآباد فطرت پر قائم
ہوں جو ہمیشہ عبادت گزار ہوں اور
توحید الٰہی کا اقرار کنندہ اور نماز
خواں ہوں اور ان کی طفیل اہل زمین
کی نگہبانی کی جاتی ہو اگر ایسے لوگ فرماں
بردار ہر عصر میں موجود نہ ہوتے تو

انھم خیر قرنہ فان کان الناس علی الفطرۃ ھم اباءھم فھو المدعی فان کان غیر ھم خیر منھم وھم علی شرک لزم احد ایوین اما ان یکون المشرک خیرًا من المسلم وھو باطل بالاجماع واما غیر ھم خیر منھم وھو باطل المخالفۃ الاحادیث الصحیحتہ فوجب ان لا یکون منھم مشرکًا لیکونوا خیر اھل الارض فی کل قرنہ[۱]

تمام روئے زمین اور اہالیان زمین بالکل تباہ و برباد ہو جاتے۔ سبب درمیان ان ہر دو مقدمات کے تطبیق دی جائے تو صاف صاف یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے باپ دادوں سے کوئی شخص مشرک کافر نہ تھا وجہ یہ ہے کہ جب ان لوگوں کا اپنے جملہ معاصرین سے افضل و ارفع ہونا ثابت ہے اگر دیگر لوگ توحید پر قائم اور خدا پرست تھے تو یہ لوگ ان سب کے آباد اجداد ہیں سے تھے پھر اگر دوسرے لوگوں کو ان سے بہتر تصور کیا جاوے اور اُن کو کافر و مشرک قرار دیا جاوئے تو پھر ان دو باتوں سے ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا:۔

۱۔ ہر ایک کافر و مشرک کو مسلم سے بہتر ماننا پڑے گا یہ بات بالکل غلط اور پایہ اعتبار سے ساقط اور اجماع کے برخلاف ہو گی کوئی کافر و مشرک مسلمان سے بہتر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ یہ بات ناممکن و محال ہے کہ اُن سے دُوسرے لوگ افضل ہوں تو یہ بات احادیث و اخبار صحیحہ کے برخلاف ہونے سے باطل ہے

---

[۱] مسالک الحنفاء ص ۱۹ والدرج المنیفہ ص ۱۳ ۱۲۔

بہرکیف یہ بات واجب التسلیم اور صحیح قابل قبول ہوگی کہ کوئی شخص ان میں سے کافر ومشرک تصور نہ ہو تاکہ وہ لوگ ہر عصر سے اپنے معاصرین سے افضل واشرف تسلیم کیے جائیں۔

احادیث نسب

علماء کرام ومحدثین عظام نے حضور سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء وامہات کا ایمان احادیث نسب سے بھی ثابت کیا ہے وہ احادیث بطور نمونہ حاضر ہیں۔

حدیث نمبر ۶

بیہقی اور ابونعیم اور طبرانی وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انّ اللّٰہ اختارہ خلقہ فاختار منہ بنی اٰدم فاختار منھم العرب ثم اختار نی من العرب فلم ازل خیارًا من خیارکم الامن احب العرب فبحبّی اَحْبَبْتُھُم ومن اَبغضَ العرب فَبَغضِیَ اَبْغَضھم ط

جب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اُن سب میں سے بنی آدم کو پسند کیا پھر آدم کی تمام اولاد سے اہل عرب کو منتخب کیا پھر مجھے اہل عرب سے برگزیدہ اور پسند کیا۔ میں ہمیشہ ہر عصر میں ہر انتخاب ہی سب سے بہترین گروہ میں نامزد ہوتا رہا ہوں خبردار جو شخص اہل عرب سے محبّت۔ دوستی اختیار کرے میری محبّت کی وجہ سے ان سے محبت و پیار رکھے اور جو شخص ان سے بغض و عداوت کو اختیار کرے وہ بھی میری عداوت کی وجہ سے ان کو دشمن تصوّر کرے۔

حدیث نمبر ۷ بیہقی اور ابن عساکر نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی ہے۔

قال النبی صلی اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھا فاخرجت بین ابوی فلم یصبنی شیء من ولادۃ الجاھلیۃ خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی و امی وانا خیرکم نفساً وخیرکم اباً۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے نہیں جدا کیا اللہ تعالے نے بندوں کو دو گروہوں میں مگر مجھے اللہ تعالے نے ان سے بہترین جماعت میں مقرر کیا ہے میں اپنے والدین سے تولد پذیر ہوا ہوں۔ مجھے رسوم جاہلیت سے کوئی چیز نہیں پہونچی۔ میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوتا رہا ہوں نہ سفاح سے۔ زمانہ آدم سے لے کر اپنے والدین گرامی تک میں سب لوگوں سے شرافت ذاتی وجاہت و جلالت خاندانی لحاظ سے بزرگترین خلائق ہوں۔

فائدہ آفتاب نیم روز سے مطلوب زیادہ روشن ہوا کہ سلسلہ نبوی میں کوئی کافر و مشرک داخل نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیر اب ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی و دیگر محدثین فرماتے ہیں

ان آباء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غیر الانبیاء و امھاتہ الی آدم وحوا لیس فیھم کافر لا یقال حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاھر بل نجس وقد

صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاباء کرام والامھات طاھرات وایضاً قال تعالیٰ وتقلبک فی السّاجدین علیٰ احد التفاسیر فیہ ان المراد ینتقل نورہ من ساجد الی مساجد الخ ط

ترجمہ :۔ یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب میں (جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں) ان کے سوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جس قدر آباء و امہات آدم و حوّا تک ہیں اُن میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و امہات پسندیدہ اور پاکیزہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے "وتقلبک فی الساجدین" فرمایا اس کی مراد بھی یہی ہے کہ آپ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوا۔

لطیفہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی "من انتسب الی تسعۃ آباء کفار یرید بھم عزا وکرامۃ کان عاشرھم فی النار (رواہ احمد بن ابی ریحانہ بسند صحیح) جو عزت و کرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں الخ کا بیٹا ہوں اُن کا دسواں جہنم میں یہی خود ہوگا خدا نخواستہ مخالف کا استدلال صحیح ہو تو سرکار کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد کے نام لیکر اور کئی پشتوں تک فخریہ طور فرمایا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ غزوہ حنین حسب ارادہ الٰہیہ تھوڑی دیر کے لیے کفار نے غلبہ پایا معدودے چند بندے رکاب رسالت میں باقی رہے اللہ غالب کے رسول غالب پر شان جلال طاری تھی۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ!

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔

(رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۲۔ غزوہ حنین میں حضور قصد فرما رہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب وحضرت ابوسفین بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغلہ شریفہ کی لگام مضبوط کھینچے ہوتے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں۔

انا النبیّ لاکذاب ۔ انا ابن عبدالمطلب

میں سچا نبی ہوں اللہ کا پیارا۔ میں ہوں عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ وابونعیم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۳۔ امیرالمومنین عمرؓ لگام روکے ہیں اور حضرت عباسؓ دمچی تھامے اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں۔ قد ماھا سہ

انا النبی لاکذب ۔ انا ابن عبد المطلب

اُسے بڑھنے دو میں ہوں نبی صریح حق پر۔ میں ہوں عبدالمطلب کا پسر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (رواہ ابن عساکر عن مصعب بن سیبنہ عن ابیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

۴۔ جب کافر نہایت قریب آ گئے بغلہ طیبہ سے نزول اجلال فرمایا۔ اس وقت بھی یہی فرماتے تھے۔ انا النبی لاکذب ۔ انا ابن عبدالمطلب اللّٰھمّ (نصر نصرک) میں ہوں نبی برحق۔ سچا میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا الٰہی اپنی مدد نازل فرما (رواہ ابن ابی شیبہ وابن جریر ابن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پھر ایک مٹھی خاک دست پاک میں

لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا " شاھت الوجوہ " بگڑ گئے چہرے وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پونچی اور سب کے منہ پھر گئے۔

فائدہ غزوہ حنین کے بعد جو لوگ مشرف باسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی دیوار قائم کی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے۔ سوا بھاگنے کے کچھ نہ بن آئی۔

حدیث نمبر ۹ اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا۔ انا ابن العواتک من بنی سلیم (میں بنی سلیم سے اُن چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔ (رواہ سعید بن منصور فی سننہ و الطبرانی فی الکبیر عن سبابۃ بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۶۔ ایک حدیث میں ہے بعض غزوات میں فرمایا۔

انا النبی لا کذب ۔ انا ابن عبد المطلب انا ابن العواتک (میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا۔ ان بی بیوں کا بیٹا کہ جن کا نام عاتکہ تھا (رواہ ابن عساکر عن قتادۃ)

۷۔ علامہ مناوی صاحب تیسیر و امام مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس و جوہری صاحب صحاح و صنعانی وغیرہم نے کہا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی جدات میں نو بی بیوں کا نام عاتکہ تھا ابن بری نے کہا وہ بارہ بی بیاں عاتکہ نام کی تھیں تین سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے اور دو قرشیات، دو عدوانیات اور ایک ایک کنانیہ اسدیہ، ہذلیہ

قضاعیہ، ازدیہ، ذکرہ فی تاج العروس ابوعبداللہ عدوی نے کہا دہ بی بیاں چودہ تھیں۔ تین قرشیات چار سلمیات دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ قحطانیہ قضاعیہ ثقفیہ اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے ازرواہ الامام الجلال الدین السیوطی فی الجامع الکبیر اور ظاہر ہے کہ تعلیل ثانی کثیر نہیں۔

حدیث نمبر ۱۰ ترمذی نے سیدنا حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

قال النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتھم ثم تخیر القبائل فجعلنی فی خیر قبیلتھم ثم تخیر البیوت فجعلنی فی خیر بیوتھم فانا خیرھم نفسًا وخیرھم بیتًا ؕ۔

ترجمہ:۔ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب اللہ تعالے نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ مجھ کو اُن سے بہترین جماعت میں شامل کیا پھر جب ان کے قبائل مقرر کئے مجھے اُن سب سے بہترین قبیلہ میں مقرر کیا۔ پھر جب اُن کے گھرانے مقرر کئے مجھے اُن سب سے اعلیٰ خاندان میں مبعوث کیا۔ میں تمام لوگوں سے از روے ذات عالی اور شرافت خاندانی کے افضل و بلند پایہ ہوں ؎

کم اب علا یابن ذی شرف
کما علت برسول اللہ عدنان

بہت سے باپ بزرگی والے بیٹوں سے شرافت پاجاتے ہیں جیسے عدنان کو حضور سرور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے شرافت نصیب ہوئی۔

فیصلہ ہمارے ذرات البشریہ) اور حضور علیہ السلام کے مادہ لطیفہ کے آدم علیہ السلام سے تاماں باپ میں انتقال کا انکار کسی نے کیا نہ ہو سکتا ہے عوام کے ذرات کو چھوڑیئے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن اصلاب طیبہ وارحام مبارکہ میں جلوہ گری فرمائی ان کے بعض کو جہنم کا ایندھن بتانا ناانصافی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اجسام مبارکہ میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ نار کو گلزار بنا دیں نہ یہ کہ گلزار نار بن جائے ۔

۱۔ ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں کودے وہ نار گلزار بنی ۔

۲۔ یونس علیہ السلام جس مچھلی میں صرف چالیس دن رہے تو وہ مچھلی بہشت کی مستحق بنی (روح المعانی صـ۲۳۶)

۳۔ جن سواریوں کو انبیاء علیہم السلام نے شرف بخشا وہ جنتی بنی مثلاً ناقہ صالح اور حمار عیسٰی وحمار عزیر علی نبینا وعلیہما السلام وناقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایضاً)

۴۔ جن جانوروں بلکہ بے جانوں کو چند لمحات اولیاء وانبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ سے نسبت نصیب ہوئی تو وہ بہشتی بنے مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا اور اسماعیل علیہ السلام کا دنبہ اور موسیٰ علیہ السلام کی گائے اور سگِ اصحاب کہف رحمہم اللہ (ایضاً)

کمالاتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ا۔ جس رومال سے حضور علیہ السلام ہاتھ مبارک پونچھیں سے آگ نہ جلائے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دسترخوان (خصائص کبریٰ و مثنوی مولانا روم)

۲ ۔ جس آٹے کو حضور علیہ السلام کا ہاتھ مبارک لگ جائے اسے گرم تنور گرمی نہ دکھائے (مدارج)

۳ ۔ مالک بن سفان اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک نوش فرمائیں ان پر آتش جہنم حرام ۔

۴ ۔ بی بی ام ایمن وغیرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول مبارک نوش فرمائیں تو ان پر آتش جہنم حرام (مواہب ۔ شفاء ۔ خصائص وغیرہ)

۵ ۔ صحابہ کرام جسم مبارک سے جسم مس کر لیں تو بہشتی (متعدد صحابہ)

۶ ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال پاک ناخن شریف اور ملبوسات قبر میں ساتھ لے جائیں تو بہشتی (متعدد صحابہ)

۷ ۔ وضو غسل اور لب اطہر اور ناک مبارک کا ریشہ وغیرہ جسموں پہ مل لیں تو بہشتی (متعدد صحابہ)

۸ ۔ جن عورتوں کے دودھ کو حضور علیہ السلام نے شرف بخشا وہ خود مع شوہراں بخشے جائیں گے شوہر اس لیے کہ وہ عورتوں کے دودھ کا سبب ہیں ۔

۹ ۔ آپکے جوڑے مبارک کو دیکھ کر کلمہ پڑھنے والے بہشتی (مشکوٰۃ)

۱۰ ۔ قیامت میں جن کا نام محمد ہو گا وہ خود اور ان کے والدین بہشتی ۔

۱۱ ۔ جس نے صرف ایک بار ایمان کی حالت میں حضور علیہ السلام کو دیکھا یا صحبت میں بیٹھا وہ بہشتی اور دنیا بھر کے تمام اولیاء سے افضل ۔ کہاں کہاں ان نسبتوں کو گناؤں ع

دانا را اشارہ کافی است ۔

انتباہ | جب ان معمولی اور بعض کو دور کی نسبت کا یہ حال ہے تو وہ آباؤ اُمہات جن کی پشتوں اور شکموں میں صدیوں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور (مادہ لطیفہ) نے قیام فرمایا اور وہ والد گرامی جنہیں یہ دولت اٹھارہ بقول دیگرے پچیس سال (زندگی) نصیب ہوئی اور والدہ ماجدہ نے خوب سعادتیں لوٹیں دس ماہ شکم اطہر میں رکھا ولادت کا نظارہ دیکھا بعد ظہور دودھ پلانے کی سعادت کے علاوہ چھ سال (حضور علیہ السلام کی عمر) نبی آخر الزمان سمجھ کر دیدار اور صحبت سے نوازی گئیں بعد وصال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بعد اجازت استغفار) کی دعاؤں اور بعد احیاء امت کی شمولیت اور قیامت میں خصوصیت سے شفاعت کی بہرہ وری۔ ان کے وجوہ کے باوجود اگر کوئی ظالم دماغ تسلیم نہیں کرتا تو وہ جانے اور اسکا خدا۔

خاندان نبوت اسماء مبارکہ

خاندان نبوت کے اسماء مبارکہ کے استدلال

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ ذرا چشم حق بیں سے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مراعات الٰہیہ کے الطاف خفیہ دیکھئے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک عبد اللہ کہ افضل اسمائے اُمت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

احبّ اسمآئکم الی اللّٰہ عبد اللّٰہ وعبد الرحمٰن

ترجمہ :۔ تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالیٰ

کہ عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں۔ (رواہ مسلم ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

دادا اور والدہ

والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا اسم مبارک آمنہ اور کہ امن وامان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے جدّ امجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب واطہر مشتق محمد واحمد ومحمود صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہوتے کا اشارہ تھا۔

جدّہ ماجدہ

فاطمہ بنت عمرو بن عائذ اس پاک نام کی خوبی اظہر من الشمس ہے حدیث میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ تسمیہ یوں آئی کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انّما سماھا فاطمۃ لانّ اللّٰہ تعالیٰ افطمھا و مُحبّیھا من النّار ط

ترجمہ:۔ اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لیئے رکھا کہ اُسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نار دوزخ سے آزاد فرمایا (رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

نانا

حضور کے جدّ مادری یعنی نانا وہب جس کے معنی عطا و بخشش ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا حاصل چمک و تابش جدّہ مادری یعنی نانی صاحبہ برّہ نیکوکار کما ذکر ابن ہشام فی سیرۃ بعلا یہ تو خاص اصول ہیں۔

دُودھ پلانے والیاں

دُودھ پلانے والیوں کو دیکھئے پہلی

مرضعہ ثوبیہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق اور اسی فضل الہٰی سے ی
بہرہ ور حضرت حلیمہ بنت حارث رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
اشج عبد القیس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا۔
انّ فیکَ الخصلتین یحبھما اللّٰہ و رسولہ الحلم
والاناۃ ط ترجمہ :۔ تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو
پیاری درنگ اور بردباری اُن کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت و نیک طالعی
ہے شرف ۔ اسلام و صحابیت سے مشرف ہوئیں۔
کما بینہ الامام مغلطائی فی جزء حافل سماہ
التخفتہ الجسیمہ فی اثبات اسلام حلیمہ ۔
ترجمہ : جب روز حنین حاضرِ بارگاہ ہوئی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و آلہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا۔
"کما فی الاستیعاب عن عطاء بن یسار ط۔ ان کے شوہر جن
کا شیر حضور نے نوش فرمایا حارث سعدی بھی شرف اسلام و صحبت سے
مشرف ہوئے حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی قدم
بوسی کو حاضر ہوئے تھے راہ میں قریش نے کہا اے حارث تم اپنے بیٹے کی
تو سُنو وہ کہتے ہیں مُردے جیئں گے اور اللہ نے دو گھر جنت و نار
بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ اے میرے باپ جب وہ
دن آئے گا تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر بتاؤں گا کہ دیکھو یہ وہی دن ہے یا
نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا۔ یعنی روز قیامت۔ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد
اسلام اس ارشاد کو یاد کر کے کہا کرتے ۔ اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے
تو انشاء اللہ تعالےٰ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں

"رواہ یونس بن بکیر" حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اصدق قہا حارث وھمام" سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں" رواہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد والنسائی" عن ابی الجیشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے جن کے لیے حضور سیّد العادلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے پستان چپ چھوڑ دیتے۔ عبداللہ سعدی یہ بھی مشرف باسلام وصحبت ہوئے۔ "کما عند ابن سعد فی مرسل صحیح الاسناد" حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں۔ سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں سلاتیں۔ اسی لیے وہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں۔ سیما سعدیہ یعنی نشان والی علامت والی جو دور سے چمکے یہ بھی مشرف باسلام و صحابیت ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت حلیمہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی۔ جوش محبت سے اپنی پستانیں دہن اقدس میں رکھیں، تینوں کے دودھ اُتر آیا۔ تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنی زنِ شریفہ رئیسہ کریمہ سراپا عطر آلود تینوں قبیلہ بنی سلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے۔ (ذکرہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب) بعض علماء نے حدیث "انا ابن العواتک من سلیم" کو اسی معنی پر محمول کیا (نقلہ السہیلی)

اِستدلال بہ نوعِ دیگر

کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم نبی الانبیاء

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے مثل اور اس سے امثل عطا نہ ہوئی یہ اس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا۔ حبیب اشرف بریۃ اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیا۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

وصلے اللہ تعالےٰ علیک وعلیہم وبارک وسلّم۔ امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں۔

"لم ترضعہ الا اسلمت"

سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دودھ پلایا سب اسلام لائیں "ذکرہ فی کتابہ سراج المریدین"۔

بھلا یہ تو دودھ پلانا تھا کہ اس میں بھی جزئیت ہے مرضعۂ حضورِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک برکت اور اُم ایمن کنیت۔ کہ یہ بھی یمن وبرکت وراستی وقوت یہ اجلہ صحابیات سے ہوئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں فرماتے۔

"اَنتَ اُمِّی بعدَ اُمّی"

ترجمہ۔ تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

راہ ہجرت میں انہیں پیاس لگی۔ آسمان سے نورانی رسی میں ایک ڈول اترا۔ پی کر سیراب ہوئیں پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی۔ سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی (رواہ ابن سعد عن عثمان بن القاسم) پیدا ہوتے وقت جنہوں نے حضورِ اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ

وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا ان کا نام پاک تو دیکھئے شفاء۔
(رَواہُ ابونعیم عنہا) یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ وصحابیہ جلیلہ ہیں اور ایک بی بی کہ وقت ولادت اقدس حاضر تھیں۔ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔

اے چشم انصاف کیا ہر تعلق ہر علاقہ میں اُن پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض بطور جزاف تھا کلا واللہ بلکہ عنایت ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے۔ دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چنے۔ پھر محل غور ہے جو اس نور پاک کو بُرے نام سے بچائے وہ اسے بُرے کام والوں میں رکھے گا اور بُرا کام بھی کون سا معاذاللہ شرک وکفر حاشا ثم حاشا اللہ اللہ دائیاں مسلمان کہلائیاں مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پاؤں پھیلائے جن طیّب مطیب خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذاللہ چنیں وچناں حاش للہ کیونکر گوارا ہو ؏

خُدا دیکھا نہیں قدرت سے جانا

؏
مابندہ عشقیم ودگر ہیچ ندانیم!

(شمول الاسلام شریف)

باب۳ اقوالِ علمائے اُمت

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ یعنی خدمت دین میں اور فرمایا، علماء ورثۃ الانبیاء۔ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اس لیے اہلسنّت کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے اعتقادات و مسائل کا دارومدار اپنے اسلاف کی تحقیق کو سمجھتے ہیں اگر اسلاف میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے تو پھر ہم اہلسنّت جمہور اہل حق کا دامن پکڑتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "لا تجمع امتی علی الضلالۃ" میری امت کا اجتماع گمراہی پر نہ ہوگا۔ اگرچہ ایمانِ والدین اسلاف میں اختلافی رہا لیکن جمہور کا موقف وہی تھا جیسے آج ہم بیان کر رہے ہیں۔ جیسا کہ فقیر نے مقدمہ میں تصانیف و تصریحات دکھائی ہے۔

ہاں متقدمین میں یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے متاخرین پر اپنی خاص عنایت و مہربانی سے منکشف فرمایا تو اس پر جمہور کا اتفاق ہو گیا کہ آباءُ المصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مومن و مسلم تھے اس اتفاق سے غیر مقلدین اور ان کے ہمنوا حسب عادت خارج ہو کر دوسرے متفقہ مسائل کی طرح اختلاف کرتے ہیں سابقہ مذاہب میں مردہ عقیدے کو لے کر میدان میں اتر آئے ہیں۔ چنانچہ متقدمین و متاخرین کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

سیّد حموی و اسماعیل حقی رحمہما اللہ

سیّد احمد حموی شارح اشباہ والنظائر سنہ ۱۰۵۳ھ

کے اور حضرت شیخ اسماعیل صاحب حقی حنفی صاحب روح البیان ص ۱۴۷ جلد اوّل میں ارشاد رقمطراز ہیں۔

اعلم ان السّلف اختلفوا فی ابوی الرسول صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ و سلّم ھل ماتا علی الکفر ام لا فذھب الی الاوّل جمع و منھم صاحب التیسیر و ذھب الی الثانی جماعۃ منھم متمسکین باحادیث دالۃ وجمع علی طھارۃ نسبہ الشریفۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام من دنس الشرک وشین الکفر ونفر من الجمع الاوّل قالوا ابنجاتھما من النار منھم الامام القرطبی فانہ قال ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وامنا بہ ط

اسلام کے اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں اختلاف کیا تھا کہ وہ کفر یا ایمان پر فوت ہوئے (۱) کفر کا قول ایک جماعت کا ہے اُن میں صاحب تیسیر ہیں (۲) ایمان کا قول بھی ایک بہت بڑی جماعت کا ہے اُن کی دلیل احادیث ہیں جو اُن کے ایمان پر فوت ہونے پر دلالت کرتی ہیں ایک جماعت نے طہارت نسب کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ وہ حضرات شرک وکفر سے پاک ہے ایک جماعت ان کی نجات کے قائل ہے ان میں ایک امام قرطبی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے انہیں زندہ کرکے دولت ایمانی

سے نوازا۔

ابرکۃ فی الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ

امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ایک عجیب نکتہ بیان فرماتے ہیں وہ نکتہ یہ ہے کہ:۔

دلائل دیگر کہ متاخرین علمائے حدیث کہ تحریر وتقریر نمودہ اند بعمرے این علمیست کہ حق تعالیٰ سبحانہ مخصوص گردانیدہ است باین متاخرین را یعنی علم آنکہ آباؤ اجداد شریف آں حضرت ہمہ بر دین توحید و اسلام بودہ اند وانّ کلام متقدمین لائح میگردد کلمات بر خلاف آں و ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء ویختص بہ من یشاء ......۔ ماشاء اللّٰہ کہ ایں نور پاک را در جائے ظلمانی پلید بنہند و درعرصات آخرت بہ تعذیب وتحقیر آباؤ اُو را مخذی ومخزول گردانند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ تحت حدیث بعثت من خیر قرن بنی آدم الخ)

علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالےٰ پر یہی علم منکشف فرمایا یہ اُن پر خاص کرم خداوندی ہے کہ انہوں نے آباؤ اجداد رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پر اجماع کر لیا کہ وہ مومن و مسلم تھے اگرچہ متقدمین میں بعض سے اس کے برعکس منقول ہوا۔ لیکن یہ بہ فضل اجماع ہو گیا یہ اس کا خاص فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے لیکن عقل مند سوچے کہ نبی سید المرسلین اولین وآخرین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور کفر اور پلید مقام پر رکھا گیا یہ کیسے ہو سکتا ہے دوسرا قیامت میں کیا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے آباؤ اجداد و اُمہات حاشا اللہ سے شرمسار اور مغموم ومحزون بنائیگا۔

ع حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے۔

تبصرہ اویسی غیر مقلدین و دیگر اُن کے ہم نواؤں سے اُمید رکھنا کہ وہ ہمارے اُن دلائل کو مان جائیں گے محض گمان ہے۔ کیونکہ وہ سرے سے نور کے منکر ہیں اور شفاعت کا انکار تو اُن کو ازل سے نصیب ہے جب وہ اسلام کے اعلیٰ اور بلند پایہ عقائد کے منکر ہیں تو اس کے فروع کا ان سے اقرار کی اُمید کیسی۔

ایضاً یہی شیخ محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی مشہور کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی ص۷۱۸ جلد۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اما متاخران پس اثبات کردہ اند ایمان والدین بلکہ تمام آباؤ اُمہات آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم را تا مہتر آدم عم والیشانرا در اثبات آں سہ طریقہ است۔ یا ایشاں بر دین مہتر ابراہیم علیہ السلام بودند۔ یا کہ ایشانرا دعوت نرسیدہ ومردہ در زمان فترت بودند و پیش از نبوت مردند۔ یا آنکہ زندہ گردانید خدائی تعالےٰ ایشانرا بر دست آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وبدعاء وے۔ پس ایمان آوردند وحدیث احیاء اگرچہ در حد خود ضعیف است لیکن تصحیح وتحسین کردہ اند تبعدد طرق۔ واین علم گویا مستور بود بر متقدمین پس کشف کرد آنرا حق بر متاخرین واللہ یختص برحمتہٖ من یشاء۔ ترجمہ:۔ علمائے متاخرین رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے رسول کریم سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا ایمان لانا تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے ہمراہ حضور پُر نور سیّد الکونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر تمام آباؤ واُمہات کا سیّد البشر مہتر آدم صفی اللہ آدم واُم البشر مائی حوّا علی صاحبہ وعلیہا السلام اور متاخرین

علماء کرام رحمہم اللہ نے دربارہ ایمان ابوین شریفین کے تین طریقے اختیار کئے ہیں۔

۱۔ وہ خود بخود اپنی عقل خداداد اور فراست صحیحہ سے دین حنیف سیدنا مہتر ابراہیم خلیل الرحمٰن صلوٰۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ التسلیم کے پابند تھے (اور شرک وکفر سے مجتنب تھے)

۲۔ یا ان کو کسی رسول یا پیغمبر کی دعوت نہیں پہونچی اور وہ زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بقید حیات موجود تھے اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے تھے۔

۳۔ یا ان کو اللہ تعالےٰ نے حضور پُر نور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی دُعا سے زندہ کیا پھر وہ ایمان لائے آپ کی دُعا سے قبول کیا۔ حدیث ابوین اگرچہ سنداً ضعیف ہے لیکن حضرات علمائے کرام نے تعدد طرق حدیث کو مدّ نظر رکھ کر اس کی تصحیح وتحسین کی ہے گویا یہ بات علمائے متقدمین پر مخفی رہی اللہ تعالےٰ نے متاخرین پر اس بات کو منکشف کر دیا کہ حق تعالےٰ جس کو چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

قاضی ثناء اللہ بیہقی وقت رحمہ اللہ

آپ نے اپنی تفسیر مظہری تحت آیت تقلبک فی الساجدین ج ۷ ص ۷۹ مطبوعہ ہند میں فرمایا۔

المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرين الساجدين لله الى ارحام الطاهرات الساجدات	اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کا تقلب اصلاب طاہرین وساجدین للہ سے ارحام طاہرات وساجدات کی طرح ہوا۔

ومن ارحام الساجدات الی اصلاب الطاھرین ای الموحدین و الموحدات حتی یدل علی ان آباء النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانوا مومنین ۔	ایسے ہی ارحام طاہرات ساجدات سے اصلاب طاہرین کی طرف ہوا یعنی موحدین و موحدات کی طرف یہ دلیل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن تھے ۔

ضعیف دربارۂ فضائل مقبول کما حققناہ بما لا مزید علیہ فی رسالتنا الہاد الکاف فی حکم الضعاف بلکہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا ۔
متعدد حفاظ نے اس کی تصحیح اور تشریح آئے گی انشاء اللہ تعالٰے ۔

خبردار ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی آپ کے عزت مآب والدین کی برائی نہ کرو اور ان کی شان میں کوئی گستاخ کلمہ نہ کہو۔ کیونکہ اس سے رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوگی ۔

شیخ الحرمین واستاد المحدثین امام المحدثین حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے فرمایا کہ ۔

ان اللہ تعالٰی احیاھما لہ فآمنا بہ خصوصیۃ لھما ومحل کون الایمان لا ینفع بعد الموت فی غیر خصوصیتہ وقد صح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ردت علیہ الشمس بعد غروبھا معاد الوقت حتی صلی علی کرم اللہ وجھہ العصر اداء کرامتہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم (شرح الھمزیۃ لابن الحجر الھیثمی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ :۔ بوقت ثابت ہونے اس بات کے کہ بے شک اللہ تعالٰی جل شانہ کہ

نے اپنی قدرت کاملہ سے ابوین شریفین کو زندہ کیا تھا اور وہ دونوں حضور پر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے۔ اُن کا زندہ ہونا اور ایمان لانا خصائصِ نبوی سے ہے اور ایمان کا بعد از وفات مقبول و مفید نہ ہونا مقام غیر مخصوص میں ہے کیونکہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حضور پر نور صلے تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کی دُعا سے آفتاب بعد از غروب دوبارہ طلوع پذیر ہوا اور نماز عصر کا وقت عود کر آیا۔ سیّدنا حضرت علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا کی۔ یہ آپ کی کرامت ہے اسی طرح پر واقعہ احیاء ابوین شریفین اور اُن کے قبول اسلام کا ہے۔

ایضاً افضل القریٰ میں فرمایا ہے کہ اِنّ اٰباءَ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غیر الانبیاء و امھاتہ الی آدم وحوّاء لیس فیھم کافر لان الکافر لا یقال فی حقہ انہ مختار و لا کریم و لا طاھر بل نجس و قد صرحت الاحادیث بانھم مختارون و انّ الآباء کرام والامھات طاھرات و ایضاً قال تعالیٰ و تقلبک فی الساجدین علی احد التفاسیر فیہ انّ المراد منتقل نورہٖ من ساجد الی ساجد و حینئذ فھٰذا اصریح فی ان ابوی النبیّ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم وھذا آمنۃ و عبداللہ من اہل الجنۃ لانھما اقرب المختارین لہ صلّے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم وھذا ھو الحق بل فی حدیث صحیح غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوا لمن طعن فیہ ان اللہ تعالیٰ احیاھما فاٰمنا بہ الخ مختصراً وفیہ طول۔

ترجمہ: ۔ یعنی نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ نسب

کریم ہیں جتنے انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں ان کے سواء حضور جس قدر آباد امہات آدم وحوّا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور اقدس صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں آباء سب کرام ہیں مائیں سب پسندیدہ ہیں اور آیۂ کریمہ وتقلّبکَ فی السّاجدین کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی مکرم شفیع الامم صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنّت ہیں کہ وہ ان بندوں میں ہیں جنہیں اللہ عزّوجل نے حضور اقدس صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ ایمان بخشا ہے۔

تفسیر روح المعانی

سید محمود آلوسی تفسیر روح المعانی تحت آیۃ "وتقلّبکَ فی الساجدین" لکھتے ہیں۔

واستدل بالآیۃ علی ایمان ابویہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کما ذھب الیہ کثیرٌ من اجلّۃ اھل السّنّۃ وانا اخشی الکفر علیٰ من یقول فیھما رضی اللہ

اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ایمان پر تھے جیسا کہ اہل سنّت کے بڑے بڑے آئمہ زیادہ اسی مسلک پر ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے والدین کو کافر کہنے والا

عنهما علیٰ رغم انف علی القاری واخربہ بضل ذالکؕ
(روح المعانی ص۱۲۴ ج ۷)

کہیں خود نہ کافر ہو جائے۔

جیسا کہ ملا علی قاری اور ان کے ہم خیال جو کہ اس پر بضد ہیں۔

انتباہ حضرت سید آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منکرین کے لیے کیسے کڑوے الفاظ استعمال فرما رہے ہیں اگر ہم ایسے الفاظ کہتے تو مخالفین اُسے تعصب سے تعبیر کرتے لیکن وہی صاحب رُوح المعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ جنہیں مخالفین مفسرین میں سے ممتاز و محقق علی الاطلاق کا لقب دیتے ہیں جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کوستے ہیں یاد رہے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس مسئلہ میں توبہ مشہور ہے جس کی تحقیق اپنے مقام پہ آئندہ آئے گی (انشاء اللہ) لیکن چونکہ صاحب روح المعانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو اُن کی توبہ معلوم نہیں اسی لیئے ایسے لکھ دیا بناء بریں وہ معذور ہیں۔

محقق علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ مصنف نبراس شرح شرح عقائد و مصنف کتب کثیرہ

آپ نے اپنی تصنیف مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص۶۲ میں لکھتے ہیں۔

والتعجب من علی القاری الہروی الف رسالہ فی تکفیرھما الخ

ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ پر تعجب ہے کہ اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تکفیر میں رسالہ لکھا۔

ایضاً:۔ وعارضہ علی بن السلطان القاری برسالۃ فی اثبات کفر

علی بن سلطان قاری نے اس کا معارضہ کیا کہ ابوین کا کفر ثابت کیا تو اس

هما فرآی استاذه ابن حجر المکی فی مناصه فانکسرت اجلہ فقیل هذا جزاء اهانته والدی رسول اللہ فوقع کما رآی (نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۲۶)

کے استاد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اسے کہا گیا کہ یہ والدین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت کی سزا ہے پھر اس طرح ہوا جیسی طرح اس نے دیکھا۔

اُستادالکُل کا ارشاد

اُستاد المحدّثین سید المحققین رئیس العلماء والفضلاء و مُفسّر قرآن، حاوی فروع و اُصول شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عزیزیہ میں بجواب سوال ایمان ابوین الشریفین کے تحریر فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دربارۂ اثبات ایمان ابوین شریفین کے تین مسلک اختیار کیئے۔

۱۔ پہلا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین گرامی زمانہ فترت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بقید حیات موجود تھے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ط (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۵)

اور نہ تھے ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں ہم رسُول۔

اس آیت گرامی کے مضمون سے حضور پُر نور سید المرسلین صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے فترت کا زمانہ ثابت ہوتا ہے پھر بمقتضائے اس آیت شریفہ کے زمانہ فترت کے لوگ قابل مؤاخذہ اور سزادار عذاب کے نہیں اور باعتبار اس مسلک کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہوسکتی ہے۔

کیونکہ اس میں وہ مامات علی الکفر موجود ہے اُن کے تعذیب کا کچھ مذکور نہیں اب صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ناجی ہوں گے۔

۲۔ دوسرا مسلک علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا ہے کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات عالم ما کان و ما یکون وسید اولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین حبیب رب العالمین علیہ من الصلوٰت اکملہا ومن التحیۃ افضلہا کے والدین گرامی بعد از وفات زندہ کئے گئے اور انہوں نے بعد احیاء آپ کی نبوت و رسالت کو صحیح و سالم تسلیم کر لیا اور یہ مسلک بھی بالکل فقہ اکبر کی عبارت کے منافی نہیں علامہ دوران الشیخ شمس الدین صاحب کردری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو جلیل القدر علماء احناف ملک ماوراء النہر سے ہیں) کہتے ہیں۔

یَجُوزُ لَعنُ مَن مَاتَ عَلَی الکُفرِ اِلَّا وَالِدِی رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِثُبُوتِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَحیَاھُمَا اَمَنَّا بِہٖ ط	اس شخص پر لعنت بھیجنا جائز ہے جو کفر کی حالت میں فوت ہو گیا مگر نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کو منع ہے۔ بسبب ثبوت اسبات کے کہ ان

کو اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے ہیں ان کا جب اثبات ایمان ہو گیا تو ان سے کفر کا ازالہ ہو گیا۔

۳۔ تیسرا مسلک علماء کرام رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ہے کہ حضور پُر نور کے والدین گرامی توفیق ربانی سے اپنی عقل خداداد سے ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کو اختیار کر لیا تھا اور وہ مراسم شرک و کفر سے بیزار اور توحید ربانی کے قائل تھے اور بُت پرستی سے بے حد متنفر تھے اُن کے دل میں یہ ارادہ تھا جب خاتم پیغمبران کی بعثت ہو گی تو ہم آپ کی نبوت کو تسلیم کر لیں گے۔

چنانچہ اس مسلک کی تائید کے لیے حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک حضور پر نور کے والد ماجد سیدنا عبداللہ کی جبین مبارک پر جلوہ گر تھا آپ کو اس نور کی حفاظت کے لیۓ اپنے آباء واجداد سے یہ وصیّت ہونچی تھی کہ اس نور گرامی کو پاکیزہ شکموں میں سپرد کریں۔ حضرت علاّمہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دربارہ اثبات ایمان والدین گرامی یہی مسلک اختیار کیا ہے کیونکہ اس صورت میں ان میں کفر و شرک کی آلائش کا پایا جانا ممکن اور محال ہے بلکہ اس طریقہ سے ان کا ایمان متحقق ہوتا ہے کیونکہ اس وقت صرف ایمان اجمالی کی ضرورت ہے اور لاحق تھی جیسا کہ ورقہ بن نوفل کے حق میں ثابت ہے۔ جو ام المومنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چچا زاد بھائی ماہر علم تورات وانجیل کا تھا فقہ اکبر کی عبارت بھی اس مسلک کے منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عدم ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے (فتاویٰ عزیزی ص۲۹۵ ج۱)

شارح مواہب لدنیہ رحمۃ اللہ زرقانی جلد اوّل ص۱۸۶ پر تحریر ہے۔

اذا سئلت عنهما فقل هما ناجيان في الجنة اما انهما احييا حتى امنا به كما جزم به السهيلي والقرطبي وناصر الدين ابن المنير ان كان الحديث الضعيفا" كما جزم به اولهم ووافقه جماعة من الحفاظ لانه في منقبته وهي يعمل فيها بالحديث الضعيف واما لانهما ماتا على الفترة قبل البعثة ولا تعذيب قبلها كما اجزم به العلماء اما لانهما ماتا على الحنيفية و التوحيد لم يتقدم لهما شرك كما قطع السنوسي والتلمساني

المتأخر محشی الشفاء فهذا ما وقفنا علیہ نصوص علما ئنا ولم نر لغیرھم الا ما یشتم نفس ابن وحیۃ وقد تحفل برّدھا قرطبی۔

ترجمہ :- جس وقت تو نبی کریم کے والدین گرامی کے متعلق پوچھا جائے کہ وہ ناجی اور جنتی ہیں تو کہ وہ بواسطہ اسبابت کے کہ وہ دونوں زندہ کئے گئے اور ایمان لائے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اس کے امام حافظ سہیلی نے اور امام ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہم نے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف مروی ہے جیسا کہ قطع کیا ساتھ اس بات کے پہلی جماعت نے اور اسبابت پر موافقت اختیار کی ایک گروہ علمائی حدیث نے اور کہا یہ حدیث شریف مناقب نبوی میں مروی ہے مناقب وفضائل نبوی میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالکل جائز ہے یا وہ دونوں زمانہ فترت انبیاء میں پیدا ہوئے اور بعثت نبوی سے عرصہ دراز پہلے فوت ہو گئے۔ وہاں دعوت سے پہلے عذاب دینا جائز نہیں جیسا کہ قطع کیا اس بات کے ساتھ میرے والد نے یا تو بواسطہ اسبابت کے کہ ابوین گرامی خود بخود حالت ملّت توحید اور دین ابراہیم حنیف کے پابند تھے ان میں کوئی مشرکانہ بات نہ تھی۔ جیسا کہ قطع کیا ساتھ اسبات کے امام سنوسی اور تلمسانی شارحین شفائی قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہم نے علمائے متاخرین سے۔ یہ وہ بات ہے کہ جس پر ہم نے نصوص علمائے کرام کی موافقت پائی ہے اور ہم مخالفین میں سے ہرگز نہیں دیکھتے مگر چند اشخاص جیسے ابن دحیہ وغیرہ لیکن امام قرطبی کی بلند شخصیت نے اس کی خوب تردید کی ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالے علیہ تذکرہ میں فرماتے ہیں :-

انّ خصائصہٗ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم لم یزل متوالی وتتابع الی حین مماتہٖ فیکون ممّا فضل اللّٰہ بہ واکرمہ قال لیس احیاءھما وایمانھما یمتنع عقلًا ولا شرعًا فقد ورد فی الکتاب العزیز احیاء قتیل بنی اسرائیل واخبارہ بقاتلہٖ وکان عیسٰی علیہ السّلام یحی الموتیٰ وکذالک نبیّنا صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم احیاء اللّٰہ تعالیٰ علیٰ یدیہ جماعتہ من الموتیٰ اذا ثبت ھٰذا فلا یمتنع ایمانھما واحیاءھما فیکون ذالک زیادۃ فی کرامتہٖ وفضیلتہٖ ؕ

ترجمہ:۔ رسول کریم صلّے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے خصائص متواتر طور پر پے در پے ہنگام وصال شریف تک جاری ہے احیاء ابوین شریفین کا واقعہ خصائص نبوی میں سے شمار کیا جاتا ہے جس کے باعث اللّٰہ تعالےٰ جل شانہٗ نے حضور پُر نور صلّے اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فضیلت اور کرامت عطا کی۔ از روئے عقل سلیم اور شریعت حقانی کے اُن کا زندہ ہونا اور ایمان لانا محال نہیں کیونکہ قرآن مجید کی سورت بقرہ میں بنی اسرائیل کے مقتول کا دو بارہ زندہ ہونا اور اپنے قاتل کا پتہ دینا مذکور ہے اور سیّدنا عیسٰی صلواۃ اللّٰہ علیٰ نبیّنا وعلیہ التسلیم بھی مُردوں کو زندہ کرتے تھے بعینہ ہمارے آقائے نامدار تاجدار مدینہ طیبّہ حبیبِ خُدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اِلیٰ یوم القیام کے دست مبارک پر ایک جماعت مُردگان زندہ ہوئی ہے جب احیاء اموات نصوص قرآنی سے ثابت و متحقق ہے تو پھر اندریں صورت ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا

ناممکن و محال نہیں۔ بلکہ احیاء ابوین شریفین کا واقعہ نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ تعالٰے علیہ و آلہ وسلم کی بلندی شان اور فضیلت و کرامت کی زیادتی کا نشان ہوگا۔

ابن المنیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ناصر الدین ابن المنیر مالکی رحمۃ اللہ تعالٰے کتاب المقتفیٰ فی شرف المصطفےٰ میں تحریر کرتے ہیں۔

قد وقع لنبینا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احیاء الموتیٰ نظیر ما وقع لعیسیٰ علیہ السلام الیٰ ان قال وقد جاء فی الحدیث ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لما مُنع من الاستغفار للکفار دعاء اللہ تعالیٰ ان یحیٰی لہٗ ابویہ فاحیاھما وامنا بہ وصدقا وماتا مؤمنین ط

(نشر العالمین سیوطی ص۵۸)

ترجمہ:۔ بے شک ہمارے رسول مقبول سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے دست مبارک پر بعض مُردوں کا زندہ ہونا وقوع پذیر ہوا ہے مانند نظیر عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حدیث شریف میں ہے جب رسول کریم رؤف رحیم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کو کفار بد کردار کے لیے مغفرت طلب کرنے کے لیے منع کیا گیا۔ اُس وقت نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نہایت عجز و الحاح سے بارگاہ ربانی میں دُعا کی۔ بار خدایا تو اپنے فضل و کرم سے میرے والدین گرامی کو زندہ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور یوم النشور صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کی دُعا مبارک سے ان کو زندہ کر دیا۔ انھوں نے خوش

نچوکہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کیا پھر بحالت ایمان لانے کے فوت ہو گئے۔

اسی طرح ہر عالم دین جس نے بھی اس مسئلہ کو کہیں بھی لکھا تو یہی لکھا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین مومن موحّد، ناجی جنتی تھے حوالہ جات کی تفصیل میں طوالت ہوگی صرف کتب کے نام مبارک عرض کئے دیتا ہوں۔

مندرجہ ذیل کتب میں ایمان ونجات ابوین مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصریح ہے،

۱۔ تفسیر سراج بعید ص۱۴۷ جلد۱ (۲) سیرت حلبیہ ص۴۷ جلد ۲۔
۳۔ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ ص۳۷۶۔ (۴) الاصابہ جلد۱ ص۱۱۴ تاریخ الخمیس جلد۱ ص۳۰۱، طبقات ابن سعد جلد۱ ص۱۲۱، خصائص کبریٰ للسیوطی ص۲۱۶، مختصر تذکرہ قرطبی ص۴، تفسیر کبیر جلد۱ ص— الدرج المنیفہ للسیوطی ص۷ تفیر مظہری جلد۱ ص— الروض الانف جلد۱ ص۲۳۹۔ تفیر القرطبی جلد۱ ص۱۴۲، معارج النبوت للکاشفی جلد۱ ص۵۸، تفسیر معادی جلد۱ ص۱۷۳ تفیر ابن جریر جلد۱ ص—، انوار محمدیہ ص۱۵ وغیرہ وغیرہ یہ سب نمونے کے طور پر عرض کیا ہے ادرنہ ہزاروں تصانیف میں ایمان ابوین کی تصریح ہے۔
اس کی وجہ یہی ہے کہ سابق دور میں سوائے ابن وحیہ کے اور بعد کو سوائے ابن کثیر کے کوئی بھی تکفیر کا قائل نہ تھا ہاں جب سے نجد سے کفر وشرک کے فتوے کی آندھی چلی تو غیر مقلدوں اور ان کے ہم نواؤں و دیگر جاہل بے وقوفوں کو تکفیر کی تاریکی نے گھیر لیا۔ ورنہ اس تاریک دور سے پہلے کا حال روشن تھا۔

صاحب تاریخ الخمیس | مذہب جمع کثیر من الائمۃ الاعلام الیٰ ان ابوے النبیؐ صلے اللّٰہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم ناجیان محکوم لہما بالنجاۃ فی الآخرۃ وہم اعلم النّاس باقوال من خالفہم قال بغیر ذالک ولا یقصرون عنہم فی الدرجۃ و من احفظ الناس للاحادیث والآثار وانقد الناس بالادلۃ التی استدل بہا اولٰئک فانہم جامعون لانواع العلوم متضلعون من الفنون خصوصًا الاربعۃ التی استمدّ منہا ھذہ المسألۃ فلا نظن بہم انہم لم یقفوا علی الاحادیث التی استدل بہا اولٰئک معاذ اللّٰہ بل وقفوا علیہا وخاضوا غمرتہا واجابوا عنہا بالاجوبۃ المرضیۃ التی لا یردہا منصف واقاموا لما ذہبوا الیہ ادلۃ قاطعۃ کالجبال الرواسی (تاریخ الخمیس)

(ترجمہ) جمع کثیر اکابر آئمہ واجلہ حفاظ حدیث جامعان، انواع علوم وناقدان روایات ومفہوم کا مذہب یہی ہے کہ ابوین کریمین ناجی ہیں ان اعاظم آئمہ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ان احادیث سے غافل تھے جن سے اس مسئلہ میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے معاذ اللّٰہ ثم معاذ اللّٰہ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ضرور ان پر واقف ہوئے ۔ اور تہ تک پہونچے اور ان کے وہ پسندیدہ جواب دیئے جنہیں کوئی انصاف والا ردّ نہ کرے گا اور نجات والدین شریفین پر دلائل قاطعہ قائم کریں جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلانے سے نہیں ہل سکتے۔ بلکہ علامہ زرقانی شرح مواہب

میں آئمہ قائلین نجات کے اقوال وکلمات ذکر کر کے فرماتے ہیں ہذا ماوقفنا علیہ من نصوص علمائنا ولم نر بعہ مایخالفہ الا مایشم من نفس ابن دحیہ وقد تکفل بردہ القرطبی۔

یہ ہمارے علماء کے وہ نصوص ہیں کہ جن پر میں واقف ہوا۔ اور اُس کے غیر سے کہیں اس کا خلاف نظر نہ آیا سوائے ایک بو ئے خلاف۔ جو ابن ابن دحیہ کی کلام سے پائی گئی اور امام قرطبی نے بروجہ کافی اس کا رد کیا۔

فیصلہ حق اس سے معلوم ہوا کہ سابق دور میں صرف ابن دحیہ سے خطا ہوئی وہ امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے قلمی وار سے ابن دحیہ کا مذہب دفن ہو چکا۔ جسے وہابیوں اور نجدیوں نے دوسرے مردہ مسائل کی طرح اس مردہ کی لاش بھی میدان میں لائے جیسے ہمارے ملک کے غیر مقلدین اور چند جہال کے سوا اس میں ان کا کسی نے ساتھ نہ دیا بلکہ بزور تردید یں لکھیں غیر مقلدین میں بھی بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا چند حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں

غیر مقلدین وہابی یہ کسی امام کی تقلید کو حرام سمجھتے ہیں اگرچہ ان کے چھوٹے اپنے بڑوں کے مقلد ہوتے ہیں اور ان کے بڑے ہمارے اکابر واسلاف کی تحقیق کا دامن پکڑتے ہیں خود مجتہد بنتے ہیں تو کبھی چھلانگ لگاتے ہیں تو کہیں سے کہیں چلے جاتے ہیں اگر گرتے ہیں تو پھر نہ کنواں دیکھتے ہیں نہ گڑھا اس مسئلہ میں ایک مولوی سیالکوٹی کا حال پڑھیں تو حیران ہو جائیں دوسرے بنارسی کی تباہی سنیں تو بھی انگشت بدنداں ہوں۔

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کا بیان جس روز میں سید الثقلین کے والدین مکرمین کے

متعلق مضمون لکھنے والا تھا۔ طاقتور مطالعہ کتب کرنے کے بعد تازہ غسل کیا وضو کیا اور دو رکعت نماز طلب مغفرت اور مدد کے لیے پڑھی اور سجدوں اور التحیات میں شرح صدر کی دعائیں مانگیں۔ الحمدللہ کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے طمانیت بخشی اور اب میں پورے شلج خاطر سے مضمون لکھنے لگا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسے میرے لیے ذخیرہ عاقبت بنائے اور قیامت کے روز اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جگہ دیوے جن کے والدین کی عظمت و محبت سے اس نے میرا دل و دماغ مامور پر نور کر دیا ہے۔ وجدانی طور پر اس وقت دل میں اتنی کشادگی ہے کہ گرد و پیش کی وسعتیں میرے سینے میں سمائی ہوئی ہیں اور اوپر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شے نے مجھے زور سے دبایا ہوا ہے اس لیے حضرات علماء سے التماس ہے کہ جن کو اس امر میں اختلاف ہے۔ ہو۔ وہ ظاہری دلائل پر اکتفا نہ کرتے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت سے بھی خدائے تعالیٰ سے شرح صدر کی دعائیں کریں۔

قرآن سے استدلال

قرآن شریف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں طوفان کھڑا کرنے والوں کو ہدایت کرتا ہے۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔

جس وقت تم اس بہتان کو اپنی زبانوں سے ایک دوسرے سے نقل در نقل کرتے تھے اور باطنی توہمات کے علاوہ اپنے منہ سے بھی صدیقہ بنت صدیق اور خدا کے حبیب کی حبیبہ کے حق میں ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کوئی بھی علم نہیں اور خدائے تعالیٰ اس پر کس طرح جلد عتاب نہ کرے حالانکہ

تم اسے سہل سمجھتے ہو کر اس پر کوئی عذاب و عتاب نہیں ہو گا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بات خدا کے نزدیک ایک عظیم امر ہے کیونکہ خدا کے رسول اور خدا کے دوستوں کے حق میں جرأت کرنا خدا تعالیٰ پر جرأت کرنے کے مشابہ ہے جو لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی طرف کفر و بت پرستی کی نسبت کرتے ہیں ہم ان کے سامنے قرآن کی یہ نصیحت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں اسی بُری نسبت کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل نہ کرو اور محض اس وہم سے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں ہوئے سید المرسلین صلوات اللہ علیہم السلام کے طاہر مطہر والدین مکرمین کے حق میں ایسی بات اپنے منہ سے نہ نکالو۔ جس کا تم کو علم نہیں اور اسے ایسا سہل نہ سمجھو کہ خدا تعالیٰ اس پر عتاب نہیں کرے گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات خدائے بزرگ کے نزدیک بہت بڑی ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے والدین کے حق میں جرأت کرنا خدا تعالےٰ پر جرأت کرنے کے مشابہ ہے ایسا نہ ہو کہ زبان کی درازی کی یہ کاٹ تم کو منہ کے بل گرا دے اور لینے کے دینے پڑ جائیں وہاں کسی قسم کی حجت بازی اور مناظرانہ مخاصمانہ چرب زبانی و قابلیت کام نہیں آئے گی۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ آپ تو خود ان کے کیریکٹر اور طہارت نفس پر اور پھر ان کے اسلاف کی شرافت و عظمت اور مذہبی و اخلاقی تقدس پر نظر کر کے یہ اعتقاد رکھیں کہ آنحضرت کے والدین اپنے بزرگوں کی طرح اپنے جد اعلیٰ حضرت خلیل اللہ کے دین پر تھے کیونکہ ان کے برخلاف شرک و بت پرستی ہرگز ہرگز ثابت نہیں

حدیث سے استدلال

سابقاً گزر چکا ہے کہ آنحضرت کے والد ماجد پاک دامنی اور طہارت نفس میں اپنے اسلاف کی صحیح یادگار تھے اور یہ بھی اپنے والد کی زندگی میں سترہ یا بقول پچیس

سال کی عمر میں فوت ہو گئے اس لئے سوائے چند پاکیزہ اخلاقی واقعات کے کوئی یادگار نہ چھوڑ سکے جس کا اثر قوم قریش کے دل پر ہمیشہ تک رہتا۔ اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق بھی گزر چکا ہے کہ آپ عفت وحیا کا پیکر حقیقی بیس برس کی عمر میں فوت ہوئیں پس سوچنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے حق میں قدرت کی یہ بخشش بے معنی نہیں تھی اس میں سر قدرت یہی تھا کہ ان کی مبارک پشت اور پاک شکم سے سید اولادِ آدم پیدا ہونے والا تھا اگر اس طہارت نفس کے ہوتے ہوئے ان کے دل اور اعمال نجاست شرک وبت پرستی سے ملوث ہوں تو واللہ یہ جوڑ موزوں نہیں ہوگا یہ محض حسن ظنی کی بنا پر نہیں بلکہ کسی شخص کی شخصیت اور اس پر قدرت کی خصوصی عنائیت اور اس سے آئندہ ہمیشہ کے لیے چشمہ ہدایت وبرکت جاری ہونے پر نظر کرتے ہوئے تصوّر کی صحت اور ذہنیت کی علامت ہے۔ اس تصوّر کی صحت کی توضیح یوں ہے کہ آنحضرت کے والدین کی اخلاقی پاکیزگی اور عملی طہارت ہر کہ ومہ کے نزدیک مسلّم ہے باقی رہا مذہبی طور پر اعتقادی حالت سو اس کے لیے اگر کسی کے پاس کوئی ایسی شہادت موجود ہو کہ معاذ اللہ انہوں نے کبھی کسی بت کو سجدہ کیا یا اس کے نام کی نذر و قربانی چڑھائی یا کسی بت سے دعاء التجا کی تو بے شک لاوے لیکن ہم کمال وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسی شہادت کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکے گی۔ پس کسی معین پاک باز اور صالح الاعمال شخص کے متعلق اس کی بزرگی کے برخلاف کوئی ایسی رائے قائم کرنی جس کی تائید میں کوئی بھی دستاویز نہ ہو۔ ہرگز ہرگز درست نہیں صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ۔ یعنی ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پس جب تک اس کی ذمہ داری کی عمر میں اس کے برخلاف کفر و شرک کے

عقائد و اعمال ثابت نہ ہوں اسے کافر و مشرک نہیں کہہ سکتے۔

مولوی ابراہیم میر لکھتے ہیں کہ

گستاخ ہیرو

جماعت اہل حدیث کے گستاخ ہیرو جو اپنے مسلک کے مخالف بنارسی علماء (متقدمین ہوں متاخرین) کو کوسنے میں خوب مشاق ہیں یعنی مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی امام سیوطی سے بہت خفا ہیں کہ انہوں نے آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین اور دیگر آباء و اجداد و امجاد کے ایمان کے متعلق ایسے رسالے کیوں لکھے (سیرت المصطفےٰ ص ۱۰۵، مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد)

نواب محمد صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد

اللہ تعالےٰ نے آپ کے ماں باپ کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ ایمان لائے (الشمامۃ العنبریہ ص ۱۷)

• سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گفتہ کہ اصحاب کہف اعوان مہدی اند، ذکرہ ابن مردویہ فی تفسیرہٖ سیوطی گفتہ تاخیر اصحاب کہف تا این مدت مفید اکرام الیشان است تا شرف دخول دریں اُمت دریابند۔

(حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ ص ۳۹۶)

• سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ اصحاب کہف مہدی کے ممد و معاون ہوں گے اس کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے، سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے احیاء میں عرصہ دراز کی تاخیر کرنے کی یہ وجہ ہے تا کہ ان کو اُمت محمدی میں داخل ہونے کی کرامت حاصل ہو۔

علمائے دیوبند

باوجودیکہ دیوبند کی اکثر مسائل میں وہابیوں کے ساتھ ہیں لیکن ایمان ابوین مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ان کے محققین کا مذہب وہی ہے جو جمہور اسلام کا ہے۔ بلکہ اگر حسب عادۃ کسی وقت اُن کا کوئی جاہل مولوی غلطی کھا جاتا ہے تو انتباہ پر رجوع بھی کر لیتے ہیں چنانچہ ۱۹۶۶ء کے کسی پرچہ میں کسی جاہل مولوی کا مضمون کفر ابوین پر شائع ہوا تو انتباہ کے بعد دوسرے پرچہ میں اظہار مذمت شائع کر دیا لیکن یہ بھی تقیہ ہے۔

دیوبند کا قطب عالم گنگوہی

مولوی رشید احمد گنگوہی سے ابوین مصطفےٰ کے متعلق سوال ہوا جو جواب اس نے دیا وہ نہ صرف قابل عبرت بلکہ لائق گرفت ہے

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص۱۰۱ مطبوعہ کراچی)

جواب: حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں اختلاف ہے امام صاحب کا مذہب ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا۔

تبصرہ اویسی غفرلہ

دیوبندیوں کے قطب صاحب کو کون سمجھائے کہ کفر ابوین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں ابن تیمیہ گمراہ کا ہے گنگوہی نے ابن تیمیہ کا عمداً نام نہ لیا کہ کہیں پردہ چاک نہ ہو جائے کہ اہل دیوبند اوپر سے حنفی اور اندر سے خارجی ہیں۔

اہل دیوبند سے سوال

اہل تحقیق میرا روئے سخن ہیں یہ صاحبان بتائیں کہ گنگوہی نے صحیح کہا یا غلط۔ یقیناً غلط کہا ہے تو مذہب کس کا ثابت ہوا۔ ابن تیمیہ خارجی کا۔ تو بتائیے گنگوہی

قطب عالم اور تم سارے خوارج کی شاخ ہوئے یا نہ۔ بینوا

نوٹ :۔ اختلاف کا لفظ بھی اشارہ کر رہا ہے کہ اسے متاخرین اہلسنت کے اتفاق نہیں اور اہلسنت کے اتفاق سے خارج ہو کر کہاں پہنچایا جہاں اس کا خمیر تھا سچ ہے الجنس الی الجنس یمیل۔

مولوی عبد الحی لکھنوی

ان کے والد گرامی علامہ مولانا عبد الحکیم رحمۃ اللہ تعالےٰ مضبوط سنی تھے اور مولوی عبد الحی صاحب کبھی ادھر ادھر کا پانی پی لیا کرتے تھے لیکن ان کے مداحوں نے چودھویں صدی کا مجدد بنا رکھا تھا عربی تصنیف کی شہرت کی وجہ مصری علماء کی نظروں میں بھلے لگتے تھے ایمان وکفر ابوین کے مسئلہ میں دیوبندیوں کے قطب گنگوہی سے اچھے رہے وہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اسی مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض ایمان بعد الاحیاء کے قائل ہیں بعض احادیث احیاء کو موضوع کہتے ہیں اور عدم ایمان کے قائل ہیں اور چونکہ وہ ارباب فترت سے تھے اس لیے ان کی نجات کے قائل ہیں علامہ جلال الدین سیوطی نے اس بارے میں سات رسالے لکھے ہیں اور بڑی کوشش سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی نجات ثابت کی ہے اور ملا علی قاری اور ابراہیم حلبی نے ان کے بعض رسائل کا رد لکھا ہے مگر چونکہ اس بارے میں دلائل متعارض ہیں اس وجہ سے سکوت اچھا ہے اور حضور کے والدین کو کافر یا فی النار کہنا بے ادبی اور حضور (علیہ السلام) کی اذیت کا سبب ہے۔ (فتاویٰ عبد الحی صفحہ ۱۵۰ ج ۳ مطبوعہ لکھنو) یہ ان کے فتاوی عربی کی تلخیص ہے۔ عربی فتاوی میں جانبین کی عبارات بھی ہیں۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے جس موضوع پہ قلم اٹھایا کمال فرما دیا۔ مسئلہ کو ہر پہلو سے پایۂ تکمیل پہونچاتے ہیں جن کی تحقیق کی تحسین و آفرین مخالفین کو بھی کرنی پڑی آپ نے اس موضوع پہ نہایت بہترین تحقیق کے ساتھ رسالہ شمول الاسلام لکھا ہے اس سے تلخیص حاضر ہے۔

آغاز سخن

مسئلہ کی تحقیق کا آغاز ایک شعر سے فرمایا۔

؎ ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا
وللناس مایعشقون مذاھب

ترجمہ:۔ میرا مذہب ہے محبوب کی دیار سے پیار کرنا بوجہ ان کے اہل کے اور ہر ایک وہی مذہب ہے جس سے اس کا پیار ہے اور ہمارا یہی مذہب ہے کہ ہم رسول اللہ کے والدین کریمین کا بوجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کریں جسے یہ پسند ہو فبہا ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف رکھے۔ اِنّ ذالکم کان یؤذی النبیّ سے ڈرے۔

امام ابن حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں

ما احسن قول المتوقفین فی ھذہ المسالۃ الحذر الحذر من ذکرھما بنقص فان ذالک قد یوذیہ صلی اللہ علیہ وسلم یخبر الطبرانی لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات ط

ترجمہ:۔ یعنی کیا خوب فرمایا ان بعض علماء نے جنہیں اس مسئلہ میں توقف تھا کہ دیکھو بچو والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے

یہ بات نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دیتی ہے ۱۴۰

کہ اس سے حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء ہونے کا اندیشہ ہے۔ کہ طبرانی کی حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ دو۔ یعنی حضور تو زندہ ابدی ہیں۔ ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ط

ترجمہ جو اللہ کو ایذاء دیتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

عاقل کو چاہیے کہ ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے۔

ع ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم را۔

ازالہ وہم یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں پھر ادھر کون ساقاطع کونسا اجتماع ہے آدمی اگر جانب ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانب گستاخی جائے جس طرح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان الامام لان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبۃ ط

ترجمہ۔ جہاں تک ہوسکے حدود کو ٹالو کہ بے شک امام کا معافی میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ والترمذی والحاکم وصححہ والبیہقی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

قاعدہ حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہٗ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں، جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔ مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف معاذ اللہ اولاد چنیں وچناں سے ہونا کیونکر بے تواتر وقطع نسبت کر دیا جائے یقین برہانی کا انتفاء حکم وجدانی کا ناکافی نہیں ہوتا۔

درسِ عبرت کیا تمہارا وجدانِ ایمان گوارا کرتا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرکار نور بار کے ادنیٰ ادنیٰ غلاموں کے سگانِ بارگاہ جنات النعیم میں سُرُرٌ مَرفُوعَتہ پر تکیے لگائے چین کریں اور جن کی نعلین پاک کے تصدّق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب کی مصیبتیں بھریں ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید عزوجلاً پر حکم نہیں کر سکتے پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی اور ہر کونسی دلیل قاطع پائی حاشَ لِلّٰہ ایک حدیث بھی صحیح نہیں جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں جس طرف ہم نے اجمالی اشارات کو دیئے تو اقل درجہ وہی سکوت وحفظ ادب رہا آئندہ اختیار بدست مختار۔

نُکتہ اسم آئینہ مسمے ہے الاسماء تتنزّل من السّماء سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا بعثتم الیّ رجلا فابعثوہ حسن الوجہ حسن الاسم۔

ترجمہ۔ جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو۔

(رواہ الطبرانی والبزار فی مسندہ فی الاوسط عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بسند حسن علی الاصح اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اعتبر والارض باسمائھا طزمین کو اس کے نام سے قیاس کرو۔ رواہ ابن عدی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ وہو حسن الشواہدہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم یتفاءل ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن رسول اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نیک فال لیتے اور بدشگونی نہ مانتے اور اچھے

نام کو دوست رکھتے (رواہ احمد والطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ۔

اُم المومنین صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

انّ النبیّ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کان یغیر الاسم لقبیح ط

ترجمہ:۔ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلّم بُرے نام کو بدل دیتے۔

رواہ الترمذی وفی اُخریٰ عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم جب کسی کا بُرا نام سنتے اس سے بہتر بدل دیتے۔

رواہ الطبرانی لبسند صحیح وہو عبداللہ ابن سعد عن عروۃ مرسلًا۔ بریدہ اسمی رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں۔ ان النبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کان یتطیر من شیٍٔ فاذا بعث عاملًا سال عن اسمہ فاذا اعجبہ اسمہ فرح بہ وروٗی لبشر ذالک فی وجہہ وان کرّہ اسمہ رٗدی کراہتہ ذالک فی وجہہ واذا دخل قریۃ سال عن اسمہا فان اعجبہ اسمہا فرح بہ وروٗی لبشر ذالک فی وجہہ وان کرہ اسمہا رٗدی کراہتہ ذالک فی وجہہ"

ترجمہ۔ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی کو مقرر فرماتے اس کا نام پوچھتے۔ اگر پسند آتا تو خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرہ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا تو ناگواری کا اثر چہرہ اقدس پہ ظاہر ہوتا اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اُس کا نام دریافت فرماتے اگر خوش آتا مسرور ہو جاتے اور اس کا سُرور رُوئے پُرنور میں دکھائی دیتا اور اگر ناخوش آتا تو ناخوشی کا اثر رُوئے اطہر میں نظر آتا۔ صلے اللہ تعالٰی

علیہ وآلہ وسلم (رواہ ابوداؤد)

علمائے امت کے فیصلے کو فوقیت

ملکی قوانین میں سپریم کورٹ کے ججوں کا فیصلہ اتنا زبردست ہوتا ہے کہ اس سے ملک کے سربراہوں تک کو انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور ہم نے جن ائمہ عظام علماء کرام کے فیصلے نقل کئے یہ وہ ہیں کہ ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں دنیا بھر کے جج طفل مکتب سے کم حیثیت ہیں اور اسلامی دنیا میں انکا علمی وقار حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ سے سنیے فرماتے ہیں۔

ذَھَبَ جمع کثیر من الائمۃ الاعلام (رحمہم اللہ تعالےٰ)

اَنَّھُمَا نَاجِیَانِ وَمَحکُومٌ لَھُمَا بِالنَّجَاۃِ فِی الآخِرَۃِ وَھُمْ اَعلَمُ النَّاسِ بِاَقوَالِ مَن خَالَفَھُم وَقَالَ بِغَیرِ ذَالِکَ وَلَایَقصُرُونَ عَنھُم فِی الدَّرَجَۃِ وَمِن اَحفَظِ النَّاسِ لِاَحَادِیثِ وَالآثَارِ وَمِن اَنقَدِ النَّاسِ لِلاَدِلَّۃِ الَّتِی اِستَدَلَ بِھَا اُولٰئِکَ فَاِنَّھُم جَامِعُونَ لِاَنوَاعِ العُلُومِ مُتَضَلِّعُونَ مِنَ الفُنُونِ خُصُوصًا الاَربَعَۃَ الَّتِی یَستَمِدُّ مِنھَا ھٰذِہِ المَسئَلَۃُ فَاِنَّھَا مَبنِیَّۃٌ عَلٰی ثَلَاثِ قَوَاعِدَ کَلَامِیَّۃٍ وَاُصُولِیَّۃٍ وَفِقھِیَّۃٍ وَقَاعِدَۃٍ رَابِعَۃٍ مُشتَرَکَۃٍ بَینَ الحَدِیثِ وَاُصُولِ الفِقہِ مَعَ مَایُحتَاجُ اِلَیہِ مِن سِعَۃِ الحِفظِ فِی الحَدِیثِ وَصِحَّۃِ النَّقدِ لَہٗ وَطُولِ البَاعِ فِی الاِطلَاعِ عَلٰی اَقوَالِ الائِمَّۃِ وَجَمعِ مُتَفَرِّقَاتِ

بکلامهم فلا یظن بهم انهم لم یقفوا
علی الاحادیث التی استدل بها اولئک معاذ
اللّٰہ بل وقفوا علیها وخاضوا غمرتها
واجابوا عنها الاجوبۃ المرضیۃ التی
لا یردها منصف واقاموا لما ذهبوا الیه
ادلۃ کالجبال الرواسی۔
(الدرجۃ المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ ص۲)

امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے وہ آئمہ جو علم میں چوٹی کے شمار ہوتے تھے ان کی ایک بہت بڑی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین نجات یافتہ ہیں اور ان کو آخرت میں نجات پانے والے کہنا ضروری ہے یہ گروہِ علما دوسرے لوگوں کی بہ نسبت اپنے مذہب کے مخالفین کے اقوال کو بہت بہتر جاننے والے ہیں اور ان سے درجات میں بھی کم نہیں ہیں اور یہ حضرات احادیث و آثار کے حافظ ہیں اور اپنے مخالفین کے مسلک کے دلائل کی تنقید کرنا بخوبی جانتے ہیں کیونکہ یہ بیک وقت مختلف انواع علوم کے جامع اور فنون کے اقسام کے بہرہ ور ہیں خاص کر ان چار علوم کے جو اس مسئلہ کی بنیاد بنتے ہیں کیونکہ اس مسئلہ کی تین قواعد یعنی کلامیہ، اصولیہ اور فقہیہ بنیاد ہیں اور چوتھا قاعدہ حدیث اور اصول فقہ کے درمیان مشترکہ ہے اس کے ساتھ ساتھ حدیث پاک کے حفظ میں وسعت اور صحیح تنقید اور حضرات ائمہ کے اقوال واقفیت اور ان کے متفرق کلام کے جمع کرنے کی صلاحیت یہ سب باتیں ان علماء میں موجود ہیں لہٰذا یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حضرات ان احادیث پر مطلع نہیں تھے۔

جو ان کے مخالفین نے بطور دلیل ذکر کیں (معاذ اللہ) بلکہ وہ پوری طرح اُن سے آگاہ تھے اور اُن میں خوب گہرائی تک پہنچے ہوئے تھے اور ان کے پسندیدہ جوابات دیئے جنہیں کوئی انصاف پسند رد نہیں کر سکتا اور پھر اپنے مذہب کی تائید میں ایسے دلائل قائم کئے جو مضبوطی میں بڑے بڑے پہاڑوں کی طرح ہیں۔

فائدہ ان میں چند ایک تصانیف اور ان کے بعض کے اسمائے گرامی فقیر نے اسی کتاب کے مقدمہ میں لکھے اور بعض کے حوالہ جات اس باب میں اور ابواب گذشتہ و آئندہ میں موجود ہیں یہ وہ جلیل القدر آئمہ امت اور علمائے امت ہیں جن کے مقابل میں ابن تیمیہ جیسے طفل مکتب کی حیثیت رکھتے ہیں پھر دور حاضرہ کے مولوی ہوں یا پروفیسر، ڈاکٹر ہوں یا وکلاء وہ کس کھیت کی مولی ہیں۔

نیا انکشاف توبہ سے پہلے ملا القاری رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کفر ابوین پر اجماع کا دعویٰ کر دیا تھا چنانچہ مرقات میں لکھا کہ

ثُمَّ الْجَمْهُوْرُ عَلٰى اَنَّ وَالِدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَا كَافِرَيْنِ.

یعنی جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کا انتقال حالت کفر پر ہوا (معاذ اللہ)

اہل علم کو معلوم ہے کہ اجماع میں کسی ایک اہل رائے کا اختلاف ہو جائے تو وہ اجماع نہیں ہو سکتا۔ یہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالےٰ علمی دھوکہ تھا چونکہ وہ اسی مسئلہ سے تائب ہو گئے اسی لیے مزید لکھنا بے سود ہے

ہاں یہ ضرور ہے کہ متقدمین میں اس مسئلہ کا اختلاف ضرور رہا لیکن ہر دور میں فوقیت جمہور کو رہی اس کی تفصیل میں فقیر جانا نہیں چاہتا صرف اہل علم کو متوجہ کرتا ہوں کہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کتنا مسائل پر اختلاف ہوا بالآخر فیصلہ جمہور کے قول پر ہوا اگرچہ تا وصال دیگر صحابہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے ایسے ہی تابعین تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اور علمائے دین تا حین یہی صورت ہے اسی قاعدہ پہ ایمان وکفر ابوین کو سمجھیے کہ متقدمین میں گو اختلاف تھا لیکن جمہور کا مذہب ایمان ونجات ابوین تھا لیکن الحمد للہ متاخرین میں تمام علماء متفق ہو گئے کہ ابوین مصطفٰے مومن و ناجی تھے۔

جنت یا دوزخ

جب متاخرین ائمہ و علماء و مشائخ کا ایمان ابوین مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتفاق ہو گیا تو اب ایسے اتفاق و اجتماع کے بعد ابن تیمیہ کے مردہ مذہب کو زندہ کرنے کی فکر میں جنت کا راستہ چھوڑ کر دوزخ میں چھلانگ کے مترادف ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حالات کے پیش نظر فرمایا تھا۔

لا یجمع امتی علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ فانہ من شذ شذ فی النار ط

(ابن ماجہ)

میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو اس سے جدا ہو گا وہ دوزخ میں گیا۔

اس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ النار ط

(ابن ماجہ)

فرمایا میری امت کے سب سے بڑے گروہ کا ساتھ دو کیونکہ جو اس سے علیحدہ ہوا وہ جہنم میں گر پڑا اور وہ ذلیل

اور خوار ہو گیا۔

علیکم بالجماعتہ والعامّۃ ط (رواہ احمد) فرمایا تم پر جماعت اور عام مسلمین کا ساتھ دینا لازمی ہے۔

فائدہ ان احادیث مبارکہ میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ امت محمدیہ میں حق ادھر ہے جدھر جمہور کی رائے ہے جو جمہور سے نکل کر اپنی مارے گا وہ جہنم میں جائے گا ہم نے مسئلہ ھذا کی تحقیق عرض کر دی ہے اس کے بعد ہر ایک اپنا فیصلہ خود کرے جنت یا جہنم۔

باب ۴ دلائل چہارگانہ

قرآن و احادیث کے اجمالی دلائل اور اقوال امت کی تصریحات کے بعد دلائل چہارگانہ سے عرض کرتا ہوں خدا کرے فقیر کی یہ محنت کسی کے کام آجائے۔ اثبات ایمان و اسلام اور نجات ابوین مصطفےٰ کے چار طریقے یہ ہیں۔

۱. احیاء الابوین (۲) دورِ فترت
۳. دینِ ابراہیمی (۴) فطرت

• فقیر اویسی غفرلہ کے نزدیک طریقہ اول محبوب تر ہے اسی لیے اول طریقہ کے دلائل مکمل اور لبط و تفصیل سے عرض کرتا ہے بیدہ الہدایۃ والتوفیق۔

احیائے ابوین کی احادیث مبارکہ

۱۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نزل الحجون کئیباً حزیناً ما شاء اللہ عزوجل ثم رجع مسروراً قال سألت ربی فاحیا لی امی فامنت بی ثم ردھا

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

ترجمہ:۔ امام طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نے بموقع حج الوداع حجون قبرستان (یہ بالکل غلط ہے حضور کی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ ابواء ہے

وہاں پر ہے یہ مکہ مکرمہ کے حجون قبرستان میں کہاں سے آگئی مشتان دیکھیں صفحہ ۹۵، ۱۹۰، ۱۹۴ قبر مبارک کا ابوا میں ہونا ثابت ہے حضرت سے اس کا جواب آئے گا انشاءاللہ۔ کیا حج الوداع سے پہلے حضور کے والدین کافر ہی رہے۔ حاجی صاحب سے اس کا جواب آئے گا انشاءاللہ)

مکہ معظمہ (زاد اللہ شرفاً وتکریماً) میں نزول فرمایا۔ درانحالیکہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے حد غمگین وحزین تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ تک وہاں اقامت اختیار کی جس قدر خداوند کریم کو منظور تھی۔ پھر جناب مآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ نہایت خوش وخرم میرے پاس تشریف لائے۔ فرمایا۔ اے عائشہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) میں نے اپنے پاک پروردگار سے سوال کیا۔ اس نے اپنے فضل وکرم سے میری والدہ ماجدہ کو زندہ کر دیا۔ اس نے میری نبوت ورسالت کی دعوت کو صدق دل سے تسلیم کر لیا پھر فوت ہوگئیں (مواہب لدنیہ ص ۳۳، ثبت بالسنۃ ص ۱۳۷، التعظیم والمنۃ سیوطی ص ۴)

۲. شارح مواہب لدنیہ امام زرقانی فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل حدیث شریف، کو حضرت امام قرطبی اور طبری اور امام جلال الدین سیوطی اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے۔ امام حافظ الحدیث عمر بن محمد بن عثمان بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دعن والدیہا سے روایت کی ہے۔

۳۔ قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فمر بی علی عقبۃ الحجون وھو باك حزین مغتم فبکیت بکاء بیکائہ ثم انہ نزل فقال یا حمیرا استمسکی فاشتندت

الیٰ جنب البعیر فمکث ملیاً ثم عاد الیّ وھو فرح متبسم فقال ذھبت الیٰ قبر امیّ فسألت ربی ان یحیھا فاحیاھا فامنت بی (زرقانی علی المواھب صــ ۶۶، ج ۱، زاد اللبیب صــ ۲۳ قلمی مواہب لدنیہ صــ ۳۳ ج ۱ مصری ماثبت بالسنۃ)

بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا جب آپ نے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً کے گورستان پر گزر کیا۔ اس وقت حضور پرنور تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (فداہا ابی وامی) گریہ وزاری اور غم کی حالت میں تھے میں خود جناب کی گریہ وزاری کو دیکھ کر رو پڑی۔ حضور اپنی سواری سے نیچے اترے فرمایا۔ اے عائشہ سواری کی باگ روک لے۔ میں اپنی ناقہ کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ وہاں کچھ مدت ٹھہر کر واپس تشریف آور ہوئے آپ بے حد خوش وخرم اور ہنس رہے تھے فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی پر گیا تھا میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کیا بارخدا۔ میری والدہ گرامی کو ازسرنو زندہ کردے۔ اللہ تعالےٰ نے میری دعا سے ان کو زندہ کردیا اور اس نے میری دعوت کو قبول کرلیا۔

فائدہ ان احادیث کو پڑھ کر اور سن کر مخالفین موضوع وضعیف کا چکر چلا دیتے ہیں لیکن اسلام کا شیدائی ان کے چکر میں اس لیے نہیں آتا کہ اسے علم ہے کہ یہ جملہ امور ممکنات میں سے ہے بلکہ ایسے واقعات پہلے ہو چکے اور اولیاءکرام میں بھی اس طرح کے واقعات ہوئے تو پھر سب کے آقا اور امام حضرت محمد عربی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے انکار کیوں؟ اس سوال کا جواب آئے گا انشاءاللہ۔

۴۔ تفسیر رُوح البیان ص۱۴۷ جلد ۱، بحوالہ تذکرہ امام قرطبی روایت کی ہے

اِنَّ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَت حَجَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم ثمّ اللّٰہُ نزل فقال یا حمیرا (ای عائشۃ) استمسکی (ای زمام الناقۃ) فاستندت الیٰ جنب البعیر فمکث عنی طویلاً ثم عاد الیّ وھو فرح متبسّم قالت فما ذا یا رسُول اللّٰہ فقال ذھبت الیٰ قبر امّی آمنہ فسألت اللّٰہ ان یحییھا فاحیاھا فآمنت ط

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا وعن والدیہا سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا پھر حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجون (قبرستان مکہ معظمہ) پر نزول فرمایا کہا۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مہار کو روک لے۔ میں اپنی سواری کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ مدت تک وہاں قیام کیا پھر نہایت خوش وخرم واپس تشریف لائے اور خوشی کی وجہ سے ہنس رہے تھے میں نے پُوچھا یارسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں۔ اس خوشی کا کیا مطلب اور کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ اے عائشہ میں اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ آمنہ خاتون کی قبر شریف پر گیا تھا اور میں نے ربّ العزت سے سوال کیا کہ بار خدایا میری والدہ محترمہ کو زندہ کر۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو زندہ کر دیا تو آپ نے میری نبوت و رسالت کو تسلیم کر لیا پھر فوت ہوگئیں۔

۵ - نشر العالمین للسیوطی اور حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے

قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع فمرّ بی علی عقبۃ الحجون وھو باک حزینا فبکیت ببکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم نزل فقال یا حمیرا استمسکی فاستندت الی جنب البعیر فمکث عنی طویلا ثم انہ عاد الیّ وھو فرح متبسم فقلت لہ بابی وامی یا رسول اللہ نزلت من عندی انت باک حزین فبکیت ببکائک ثم عدت الیّ وانت متبسم فما ذا یا رسول اللہ قال ذھبت الی قبر امی فسألت اللہ ان یحییھا فاحیاھا فآمنت

ترجمہ: شارح صحاح ستہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ساتھ حج حجۃ الوداع ادا کیا جب گورستان مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً پر گزر کیا آپ بے حد غمناک اور گریہ زاری میں مبتلا تھے مجھے خود آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حالت گریہ زاری کو دیکھ کر رونا آگیا آپ اپنی سواری سے نیچے اُتر پڑے۔ فرمایا اے عائشہ (صدیقہ) اپنے اونٹ کی مہار روک لو۔ میں اونٹ کو بٹھا کر اس کے پہلو سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئی آپ نے عرصہ دراز تک وہاں قیام کیا جب واپس لوٹے تو حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش وخرم اور

بی ثم ردّھا ط — متبسم تھے میں نے استفسار کیا یا
(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ — رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
ص۱۷۰ ج ۱) — وسلم میرے والدین گرامی حضور پُر نور
پر قربان و نثار ہوں۔ آپ میرے پاس سے غمناکی کی حالت میں تشریف
لے گئے تھے۔ میں آپ کی غمگینی سے متاثر ہو کر رونے لگی۔ اس خوشی کا
کیا سبب ہے؟ فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر گرامی کی زیارت کرنے گیا تھا
میں نے باری تعالیٰ سے سوال کیا۔ بار خدایا! اس کو زندہ کر دے۔ وہ خدا
کی قدرت کاملہ سے زندہ ہو گئیں۔ وہ مجھ پر ایمان لا کر دوبارہ فوت ہو گئیں۔

فائدہ مجدّد مائۃ عاشر حضرت امام جلال الدین سیّوطی نور اللہ مرقدہٗ
الدرج الحنفیہ ص۷ بعد ذکر حدیث ہذا رقمطراز ہیں کہ
روایت کیا اس حدیث کو خطیب[۱] بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں
اور محدّث[۲] دار قطنی اور ابن عساکرؒ[۳] نے غرائب[۴] امام مالک رحمۃ اللہ تعالےٰ
علیہ میں اور امامؒ محدّث ابو حفص بن شاہین نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں
اور محبؒ[۶] طبری نے سیرت نبوی میں، امام سہیلیؒ نے روض الانف میں اور امام
قرطبیؒ[۸] نے تذکرہ میں اور ابن منیرؒ[۹] اور فتح الدینؒ الدمشقی نے اور دوسرے
اہل علم حضرات نے جیسے صلاحؒ الدین صفدی اور حافظ شمس الدین ابن ناصر
الدین دمشقی نے اپنے ابیات میں ذکر کیا ہے۔

وجعلوہ ناسخا لما — اور اس حدیث شریف کی دوسری تمام
خالفہ من الاحادیث — مخالف حدیثوں کے لئے ناسخ قرار
المتاخرہ ولم یبالوا — دیا ہے اور اس بارہ میں ضعف اسناد
الضعیف یعمل فی الفضائل — کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ جمہور علمائے کرام

والمناقب ط — رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فضائل اور مناقب میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

فائدہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف ایک درجن ائمہ و علماء و مشائخ کے اسمائے گرامی لکھے ہم انشاء اللہ تعالیٰ درجنوں تصانیف اور ائمہ و علماء و مشائخ کے اسماء عرض کریں گے

۶۔ تفسیر روح البیان ص۴۷ جلد ۱ میں امام الشیخ مولانا اسماعیل صاحب حقی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ذکر ان النبی صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم بکیٰ بکاءً شدیدًا عند قبر امہٖ و غرس شجرۃ یابسۃ قال ان اخضرت فھو علامۃ لامکان ایمانھما فاخضرت ثم خرجا من قبرہٖ ببرکۃ دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم واسلما وارتحلا ط	مروی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی والدہ شریفہ کی قبر گرامی پر بے حد گریہ زاری کی۔ اور ایک خشک درخت لے کر والدہ ماجدہ کی قبر کے نزدیک زمین میں گاڑ دیا اور اپنے قلب گرامی میں گمان کیا۔ اگر یہ درخت قدرت ربانی سے سرسبز شاداب ہو گیا تو یہ میرے والدین شریفین کے قبول اسلام کی علامت ہو گی پھر وہ درخت خدا کی قدرت سے فوراً ہرا بھرا ہو گیا اور حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دعا سے زندہ ہو گئے اور دعوت اسلام حقانی کی قبول کرنے کے بعد وفات پا گئے۔

سوال :۔ حضور علیہ السلام کا گریہ فرمانا ماں کی قبر کے متعلق ہے، باپ کی بات

کہاں سے آگئی۔

جواب: چونکہ زندہ کرنے کا بیان دونوں کا بیک وقت ہے اسی لیے ماں کی قبر پہ دعا مانگنے سے والد گرامی کا یہاں حاضر ہونا اسی دعا کی وجہ سے ہے اور روح مقیدّ بمکان وزمان نہیں اسی لیے یہ سوال بھی ایک وہم ہے،

ازالہ توہمات

۱۔ ان احادیث کو پڑھ کر منکرین خود تو توہمات کی ماریں ہیں دوسرے اہل اسلام کو بھی اوہام میں پھنسا دیتے ہیں حالانکہ انہیں اس سے انکار نہیں کہ بحیثیت معجزہ از نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اور بحیثیت قدرت قادر و قدیر بعید از قیاس نہیں (۱) حضرت جلال الدین رومی قدس سرہ نے فرمایا۔

یفعل اللہ مایشاء را خوانده!
پس چرا اندر تحیّر ماندہ

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست
نائب ست او دست او دست خداست

گفتہ او گفتہ اللہ بود!
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

۲۔ حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روض الانف میں بعد احیاء ابوین شریفین کے تحریر فرماتے ہیں۔

واللّٰہ قادر علیٰ کلّ شیءٍ	اللہ تعالےٰ ہر چیز پہ قادر ہے اس
لیس رحمتہ وقدرتہ	کی رحمت عامہ اور قدرت کاملہ کسی
تعجز من شیءٍ ونبیّہ	چیز کی محتاج نہیں اور رسول کریم صلےّ
صلی اللّٰہ علیہ وآلہ	اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات

وسلم اهل بما یختص بما شاء الله من فضله وينعم عليه من نعمته (زرقانی شرح مواہب وما لک الخفاء ص۱۶۸ ص۱۵ ج۱)

عالی اس بات کی مستحق ہے کہ پروردگار عالم کی ذات گرامی اپنی خصوصی نعمتوں سے جو نعمت چاہے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین (علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات) کو عطا کرے کیونکہ وہ قادر مطلق ہر ایک شئ کا خود مختار و مالک ہے۔

توہم ۲۔ مخالفین کہا کرتے ہیں کہ نہ ہمیں قدرت قدیر سے انکار ہے اور نہ ہم معجزات کے منکر ہیں ہمیں اختلاف صرف اس لئے ہے کہ حدیث احیاء الابوین موضوع ہے چنانچہ رسائل اصول حدیث میں ہے کہ

• کہ بعضے گفتہ اند کہ این حدیث نیست زیرا کہ ابن جوزی اورا در موضوعات شمردہ و فرمودہ کہ در سند وے احمد بن داؤد است و وے متروک الحدیث و کذاب است ابن حبان گفتہ کہ وضع میکرد حدیث را۔ بعض علماء کرام نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شریف صحیح نہیں ہے جو متروک الحدیث ہے اور کاذب۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

ازالہ سید احمد حموی شارح الاشباہ والنظائر ص۵۳ ج۱ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

فان قلت الیس الحدیث الذی ورد فی احیاھما موضوعا قلت زعمہ بعض الناس الا ان الصواب انہ ضعیف ولقد قال الحافظ ناصر الدین الدمشقی حیث قال فیہ۔

حبا اللہ النبیّ مزید فضل
علی فضل فکان بہ رؤفا
فاحیا امّہ دکذا اباہ
لایمان بہ فضلاً لطیفا
مسلم فالا لہ بہ قدیرًا
وانکان الحدیث بہٖ ضعیفا

ترجمہ :۔ اگر تو یہ بات کہے کہ حدیث احیاء ابوین شریفین کی موضوع ہے سیّد احمد حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب دیتے ہیں یہ صرف بعض بے شعور اور نافہم لوگوں کا اپنا وہم وگمان ہے کیونکہ قابل قبول واقرب الی الصواب یہ بات ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن ہرگز موضوع نہیں ہے چنانچہ دیکھو حافظ امام ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات عالی کا حضور پُر نور کی ذات گرامی سے محبّت وپیار کرنا آپ کی فضیلت اور نہایت بزرگی کی روشن دلیل ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ رسول اکرم صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر بے حد مہربان ہے اس نے تاجدار مدنی کے والدین گرامی کو حصول دولت ایمان وایقان کے لیے از سر نو دوبارہ زندہ کیا یہ بڑی بھاری بزرگی کی نشانی ہے تو اس بات کو (یعنی احیاء ابوین اور قبول اسلام کو) صدق دل سے مان لے کہ اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر ہے اگرچہ اس بارہ میں حدیث ضعیف مروی ہے یہ ابیات نص قوی ہیں کہ حدیث شریف ضعیف ہو گی لیکن موضوع نہیں ہے حدیث ضعیف حجت اور قابل استدلال تصوّر ہو گی چنانچہ اصول حدیث میں یہ قاعدہ مشہور ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

مجدّد مایۃ عاشرۃ حاوی

جمیع اصول وفروع جامع معقول ومنقول حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مقالہ سندص۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وکان ممّا نسب من المعجزات والخصائص الیہ احیاءھما حتیٰ امنا بہ ابویہ وما زال اھل العلم والحدیث فی القدیم والحدیث یردون ھٰذا الخبر ویسرّون بہ وینشرون ویجعلونہ فی عداد الخصائص والمعجزات ویدخلونہ فی المناقب والکرامات ویرون ان ضعف الاسناد فی ھذا المقام معفون و یُرادوما ضعف فی الفضائل والمناقب معتبرط

ترجمہ: اور جو چیز معجزات اور خصائص سے رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہے ان میں سے احیاء ابوین شریفین اور ان کے قبول اسلام کا واقعہ ہے ہمیشہ اہل علم حضرات اور محدثین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گروہ بیج زمان گذشتہ اور عہد حاضرہ کے اس حدیث شریف کی روایت کرتے چلے آئے ہیں اور اس بات کے اظہار سے خوش ہوتے ہیں اور عوام الناس کے درمیان اس کی تشہیر کرتے ہیں اور ہرگز اس کو مخفی نہیں کرتے اور اس بات کو حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص اور معجزات سے شمار کرتے ہیں اور آپ کے مناقب اور فضائل میں درج کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس بارہ میں سند کا ضعیف ہونا معاف ہے۔ کیونکہ فضائل اور خصائص نبوی میں ضعیف حدیثوں سے احتجاج کرنا اور جمہور اہل حدیث کے نزدیک معتبر اور قابل اعتماد ہے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ فارسی جلد اوّل ص۷۱۸ پر رقمطراز ہیں۔

حدیث احیاء والدین اگرچہ در قدر خود ضعیف است ولیکن تصحیح وتحسین کردندہ اند۔ بتعدد طرق۔

ترجمہ: یعنی حدیث شریف احیاء ابوین شریفین کی اگرچہ بہ لحاظ اسناد ضعیف ہے لیکن علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اس کو بواسطہ تعدّد طریق (طرق) حدیث کے صحیح اور احسن تصوّر کیا ہے۔

ایک اور حوالہ

زاد اللبیب ص۲۳۶ میں ہے۔

وحدیث الاحیاء ان کان فی حدّ ذاتہ ضعیفاً لٰکنّہ صحّحہ بعضھم لبلوغہ درجۃ الصّحۃ ولتعدد طرقہ وھٰذا العلم کان مستوراً من المتقدّمین فکشفہ علی المتاخرین واللّٰہ یختصّ برحمتہٖ من یشاء ط۔

حدیث احیاء ابوین شریفین اگرچہ سنداً ضعیف درجہ کی ہے۔ لیکن علماء نے اس کو صحیح تصوّر کیا ہے بوجہ پہنچنے درجہ صحت تک اور بواسطہ تعددطرق حدیث کے۔ گویا یہ علم متقدمین پہ پوشیدہ رہا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے علمائے متاخرین پر اس راز مخفی کو کھول دیا یہ سب اللہ تعالیٰ کا محض فضل وکرم ہے اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے مخصوص کرتا ہے

حضرت امام شامی رحمۃ اللہ نے فرمایا

ردّ المختار شرح درّ مختار مطبوعہ مصر ص ۲۹۸ ج ۱ میں

علامہ زمان فقیہہ دوران علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الا ترٰی ان نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اکرمہ اللہ تعالٰی بحیاۃ ابویہ لہ حتٰی امنا بہٖ کما فی الحدیث صححہُ القرطبی وابن ناصر الدین ادمشقی فانتفعنا بالایمان بعد الموت علی خلاف القاعدۃ اکرامًا بینھم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصح ان اللہ تعالٰی ردّ علیہ الشمس بعد مغیبھا حتٰی صلی اللہ کرم اللہ تعالٰی وجہہ العصر فکما اکرم بعود الشمس والوقت بعد وفاتہٖ فکذالک اکرم بعود الحیاۃ والوقت الایمان بعد وفاتہٖ ط

ترجمہ:۔ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا کہ رسول کریم و بالمومنین رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہ کرامت عطا کی ہے کہ آپ کے والدین گرامی کو دوبارہ زندہ کیا اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے صحیح تسلیم کیا اس کو امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی نے پس ان کا مرنے کے بعد دولت ایمان سے مشرف اور فائدہ مند ہونا برخلاف قواعد شرعی کے آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور کرامت کی نہایت زبردست دلیل ہے اور یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور پُر نور کی دُعا سے بمقام خیبر خورشید عالمتاب

کو بعد غروب ہونے کے اُلٹا پھیرا تھا یہاں تک کہ سیّدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز عصر ادا کی جس طرح اللہ تعالےٰ نے ان کو اعادہ خورشید و تجدید وقت نماز سے بعد قضاء ہونے نماز کے ادائیگی نماز کی کرامت عطا کی تھی اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ان حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین شریفین کو زندہ کیا اور قبول ایمان کی کرامت عطا کی ہے۔

فوائد مذکورہ بالا بیانات اور امام شامی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تحریر سے صاف عیاں ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین گرامی کا ان کی وفات شریف کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا بالکل حق بات ہے جو حدیث سے ثابت ہے یہ فضیلت اور کرامت حضور پُر نور کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی کہ بخلاف قواعد شرعیہ کسی کو بعد از وفات زندہ کر کے دولت ایمان سے مشرف کیا ہو۔ فقط یہ منصب جلیلہ اور فضیلت عظمیٰ محض ہمارے آقا نامدار سیّد عالی وقار حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو عطا کی گئی ہے اور یہ صرف اور صرف رسول اکرم حبیب معظم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا بے شمار خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے اور معجزات میں سے ایک معجزہ اور حضور پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص اور معجزات کا انکار محرومی اور بدقسمتی اور بدبختی کی نشانی ہے۔

۲۔ ابوین شریفین کی حدیث عند العلماء بالکل صحیح قابل قبول ہے جس کی تصدیق و تصحیح جلیل القدر امام قرطبی اور ابن ناصر الدین دمشقی محدّث نے کی ہے جیسا کہ ہم نے آئمہ حدیث کی تصریحات عرض کر دی ہیں۔

۳۔ اگرچہ حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کی دعاء سے آپ کے ابوین کو ہر طرح کے مراتب و مناصب عطا ہو سکتے تھے کیونکہ ملنگنے والا محبوب اور دینے والا مالک۔ لیکن اللہ تعالے یہ چاہتا تھا کہ اس کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بیک وقت کئی معجزات کا ظہور ہو اس کی نظیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر کی ادائیگی کا مسئلہ ہے کیونکہ خود خورشید سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آپ کی نماز بالکل وقتی طور پر صحیح ادا ہوئی ورنہ بصورت عدم قبول کے آپ قضاء کر سکتے ہیں جیسا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے لیلۃ التعرلیس میں اپنی نماز فجر قضاء کی تھی۔ جب ردّ الشمس بالکل حق بات ہے تو پھر اس لحاظ سے ابوین شریفین کا بعد از وفات زندہ ہونا اور ایمان لانا بالکل صحیح اور قابل قبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شئے پر قادر ہے۔

اعزاز مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم

کسی کو اعزاز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا یقین ہو تو پھر یہ بھی یقین کرلے کہ وہ خدا جل شانہ جو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن کو (ابو لہب) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مانگے بغیر تخفیف عذاب فرما دیتا ہے دوسرے منکر کلمہ (ابو طالب) کو دوزخ کے نچلے طبقہ اوپر لاتا ہے تو یہاں تو اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سوال بھی کیا ہے اور ابوین کے ذمہ قصور بھی کوئی نہیں تو پھر کون سی بات مانع ہے کہ انہیں جنتی نہ مانا جائے

توہم

مر جانے کے بعد یا عین موت کے وقت ماننے کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے۔

ازالہ اس وہم کا جواب آئمہ اسلام صدیوں پہلے لکھ گئے چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ مواہب الدنیہ ص ۳۳ مطبوعہ مصری جلد ۱، زرقانی جلد اول مطبوعہ مصری ص ۱۷۱،

قولہ من مات کافرًا الخ کلام مردود بما رُوِی فی الخبر انّ اللہ تعالیٰ ردّ الشمس علیٰ نبیّہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم بعد مغیبہا ذکرہٗ الطحاوی وقال انّہ حدیث ثابت فلو لا لم یکن رجوع الشمس نافعًا وانّہٗ لا یتجدّد بہ الوقت لمّا ردّہا علیہ فکذا یکون احیاء ابوی النّبیّ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نافعًا لایمانہما وتصدیقہما بالنّبیّ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ط

امام قرطبی نے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے کہا ہے قول قائل کہ من مات لم ینفعہٗ الایمان، کلام مردود ہے کیونکہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ سورج چھپ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورج کو اُلٹا پھیرا تھا اس روایت کو امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معانی الآثار میں روایت کیا اور کہا یہ حدیث شریف بالکل قابل اعتماد ہے اگر اعادہ آفتاب سے تجدید وقت نماز عصر کا صحیح نہ تھا تو پھر اعادہ آفتاب کی دعا کرنا عبث اور اعادۂ آفتاب کی کیا حاجت تھی آپ نماز قضاء پڑھ سکتے تھے اسی طرح نبی مکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کا زندہ ہونا اور ہمیں معنا صحیح تصوّر ہوگا جو حضور پُر نور پر ایمان لانے اور اُن کی تصدیق نبوت

اور رسالت کے لیے فائدہ مند ہو گا

نوٹ: ۔ اس توہم کے ازالہ کی تفصیل و تشریح ہم آگے عرض کریں گے۔ اِنشاءاللہ!

نوٹ: ۔ یہ باصطلاح شریعت ایمان یاس ہے اس کی تشریح و تفصیل اور مکمل جواب باب "سوالات و جوابات" میں پڑھیے۔

سوال: تمہارے بیان سے یہ ثابت ہوا کہ ابوین تا احیاء کافر رہے اب زندہ ہو کر ایمان سے نوازے گئے۔

جواب: ابوین کریمین پہلے بھی دین ابراہیمی کی وجہ سے مومن و موحّد تھے لیکن حضور سرور کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ وہ مجھ پر ایمان لاکر میری اُمت کے برگزیدہ اور ایمان داروں میں یعنی صحابہ کرام میں شمار ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی رضا کے مطابق کر دیا

کیونکہ قاعدہ ہے کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

• حضور سرور کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا یہی تھی کہ ابوین اعلیٰ درجہ کے بہشتی ہوں اور اُن کو زندہ کرنے کی رضا و خوشی حدیث میں گزری اور محبوب خدا کی رضاء رضائے خدا ہے اسی طرح مخالفین بھی بظاہر کہتے ہیں لیکن دل سے اس کے قائل نہیں ہوتے اسی لئے ایسے مسائل میں ہیرا پھیری کرتے ہیں۔

احیاء الابوین عقل کی روشنی میں

روایات مذکورہ میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دعائے

ابوین کا احیاء ہوا اور مسلّم قاعدہ ہے کہ دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ردّ نہیں ہوتی۔ علامہ عینی شارع بخاری رحمہا اللہ تعالےٰ علیہ نے دلائل سے ثابت فرمایا کہ ہر دعائے رسول سرور کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مستجاب ہوتی ہے منکرین تو اس کلّیہ کے منکر ہیں لیکن الحمدللہ ہم تو منکرین سے نہیں ہیں۔

نیز ہزاروں واقعات انبیاء واولیاء علیٰ نبیّنا وعلیہم السلام کے لئے احادیث وآثار وتواریخ سے ثابت ہیں کہ مردہ زندہ ہوتے پھر اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مردہ زندہ کرنے کا انکار کیوں بالخصوص ابوین کے لیے۔ یہ کسی گستاخ کا کام ہو سکتا ہے لیکن اسلام کے شیدائی کو ایسی جرات نہیں ہو سکتی۔

قادر کی قدرت

اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا تو منکرین کو بھی انکار نہیں۔ علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے خصوصیت سے اس کے متعلق تحقیق لکھی ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی کتاب روض الانف میں لکھتے ہیں۔

واللّٰہ قادرٌ علیٰ کلّ شیٍٔ ولیس تعجز رحمتہ وقدرتہ عن شیٍٔ ونبیّہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم اھل ان یّختصّہٗ بما	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت وقدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور اس کے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وسے ان کو جس چیز سے چاہے مختص

شاءمن فضله و	فرمائے اور جو چاہے ان پر انعام و
ینعم علیه بما شاء	اکرام فرمائے۔

من کرامته - زرقانی علی المواہب ص۱۶۸ الحاوی للفتاوی ص۲۶۰ ج ۱

موضوع اور ضعیف حدیث کا چکر!

عموماً مخالفین ہر مرحلہ پر حدیث ضعیف کا چکر چلاتے ہیں حالانکہ یہ صرف چکر ہی ہے ورنہ اصول وضوابط اسلامیہ میں ہر مسئلہ پر محدثین نے سورج سے زیادہ روشن قواعد بتا دیئے مثلاً یہ کہا ہے کہ اعتقادات میں نصوص صریح قطعیہ چاہئیں اور مسائل فقہیہ میں تو احادیث صحیحہ ضروری ہیں غیر اعتقادی و فروعی اور فضائل ومناقب میں احادیث ضعیفہ قابل قبول ہیں اور یہ قواعد مخالفین بھی بوقت ضرورت اپناتے رہتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی کسی اصول اعتقادی یا فروغ عملی سے کچھ بھی متعلق نہیں (تفسیر مواہب الرحمٰن ص۲۹۸ ج۱) یہ تفسیر مخالفین کے اکابر کی ہے تو پھر چکر بازی کیوں۔ صرف اسی لیے کہ یہ رسالت مآب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے فضائل ومناقب وکمالات کا مسئلہ ہے اور ناظرین کو معلوم ہو کہ وہابی، دیوبندی اور ان کے ہمنوا فرقے فضائل رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تنگ ظرف واقع ہوئے ہیں ورنہ اسلاف صالحین نے تو بڑھ چڑھ کر لکھا ہے۔

حدیث

۱۰ امام المفسرین حضرت علامہ امام محمد بن احمد بن ابی بکر المعروف علامہ قرطبی کتاب التذکرہ بامور الآخرہ میں فرماتے ہیں۔

بانّ فضائله صلی اللّٰہ تعالیٰ	کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
علیه وآله وسلم	کے فضائل وخصائل وخصائص متواتر
وخصائصه لم تزل	اور پے در پے آپ کی وفات

تتوالى وتتتابع الى حين
مماته فيكون هذا
مما فضله الله به
واكرمه قال وليس
احياؤهما وايمانهما
بممتنع عقلاً وشرعاً
فقد ورد في الكتاب
العزيز احياء قتيل بني
اسرائيل واخباره
بقاتله وكان عيسى
عليه السلام يحيي
الموتى وكذالك نبينا
صلى الله تعالى عليه واله
وسلم احى الله على يده
جماعةً من الموتى قال
واذا ثبت هذا فما يمتنع
ايمانهما بعد احيائهما
ويكون ذالك زيادةً في
كرامته وفضيلته قال
فقوله من مات كافراً
الخ كلامٌ مردودٌ بما روى

تک بڑھتے اور زیادہ ہوتے رہے
اور آپ کے والدین تک کا زندہ ہو کر
ایمان لانا یہ اسی فضل وکرم میں سے
ہوگا جو اللہ نے آپ پر کیا ہے اور آپ
کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ
عقلاً ممتنع ہے اور نہ شرعاً، شرعاً ممتنع
نہ ہونے کی مثال قرآن عزیز میں ہے
کہ بنی اسرائیل کا مقتول زندہ کیا گیا جس
نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دی تھی
اور حضرت عیسی علیہ السلام مردے
زندہ کر دیتے تھے اور ایسے ہی اللہ تعالے
نے ہمارے نبی صلے اللہ تعالے علیہ
وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر بہت سے مردوں
کو زندہ کیا ہے جب یہ ثابت ہے تو
آپ کے والدین کا زندہ ہونے کے
بعد ایمان لانا ممتنع نہ ہوگا بلکہ یہ امر آپ
کی فضیلت وکرامت میں زیادتی کا
باعث ہوگا اور یہ کہنا کہ جو شخص کافر مر
گیا اس کو رجعت کے بعد ایمان
نفع نہ دے گا۔ اس کو رد کیا گیا
ہے اس حدیث کے ساتھ جس

في الخبر ان الله ردّ الشمس على نبيه صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم بعد مغيبها ذكره الطحاوي وقال انه حديث ثابت" فلو لم يكن رجوع الشمس نافعا وانه لا يتجدد الوقت لما ردها عليه فكذالك يكون احياء ابوي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم نافعا لايمانهما وتصديقهما النبي صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم۔ مختصر تذکرہ قرطبي للشعراني ص (مواهب اللدنية مع زرقاني ص ۱۷۰)

سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آفتاب کو اس کے غروب ہونے کے بعد لوٹا دیا (جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی) جیسا کہ امام طحاوی نے (مشکل الآثار) میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا ہے کہ حدیث ثابت ہے (یعنی صحیح ہے) اور اگر آفتاب کا پلٹ آنا نافع نہ ہوتا اور اس کے پلٹنے سے وقت کی تجدید نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ پر واپس نہ لوٹاتا پس اسی طرح آپ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا ان کے لئے یقیناً نافع ہو گا اور نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق ان کے لئے نافع ہو گی۔

۲۔ احناف کے محقق مفتی امام شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ان نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم قد اكرمه الله تعالىٰ بحياة ابويه له حتى

بلاشبہ ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے والدین کو ان کے لیے زندہ کر کے ان کا اکرام کیا یہاں تک کہ وہ آپ

اٰمنا به کما فی حدیث	پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں
صححه القرطبیؒ وابن	ہے اور علامہ قرطبی وابن ناصر الدین
ناصر الدین حافظ الشام	حافظ الشام وغیرہ ہما نے اس
وغیرهما فما انتفعا	حدیث کی تصحیح کی ہے پس آپ کے
بالایمان بعد الموت	والدین کا وفات کے بعد خلاف قاعدہ
علیٰ خلاف القاعدة	ایمان سے منتفع ہونا صرف نبی صلے
اکرامًا لنبیّه صلّی	اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز و
الله تعالےٰ علیه وسلّم ط	اکرام ہے۔

(ردّ المختار علے الدر المختار ص۴۰۰ ج ۳)

مزید تصریحات عنقریب عرض کروں گا انشاء اللہ!

فائدہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین مومنین اور آپ کی اُمت کے برگزیدہ لوگوں میں سے یعنی صحابی اور جنتی ہیں، لہٰذا ان کے متعلق محتاط رہنا چاہیئے اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی سے ڈرنا چاہیئے جو بلا سوچے سمجھے کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کافر اور دوزخی تھے (معاذ اللہ) ان کو سوچنا چاہیئے کیا یہ کوئی معمولی بات ہے حضور سرورِ کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی والدین کا معاملہ ہے کیا یہ ہمارے لیئے زیبا دیتا ہے اور کیا اس سے حضور سرکار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کو اذیت نہ ہوتی ہوگی۔

لعنتی کون؟ امام قاضی ابو بکر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جو ائمہ مالکیہ میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے

ہیں کیا فرماتے ہیں۔ جو یہ کہتا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں آپ نے فرمایا۔

انّہٗ ملعُون بقولہ تعالیٰ	بلاشُبہ وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ
ان الّذین یؤذون اللّٰہ ورسولہٗ	تعالےٰ فرماتا ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ
لعنھم اللّٰہ فی الدّنیا	جو ایذاء دیتے اللہ تعالےٰ کو اور اس
والاٰخرۃ واعدّ لھم	کے رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ
عذاباً مھیناً ولا اذیً	وسلم کو ان پہ دنیا وآخرت میں اللہ
اعظم من ان یقّال	تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے
الویہ فی النّار ط	لیے دردناک عذاب ہے اور اس سے
(الحاوی للفتاوٰی ص۴۴۲ ج ۲	بڑھ کر اور کیا ایذاء ہوگی کہ کہا جلئے کہ
زرقانی معہ ترجمہ ص۱۸۶ ج ۱)	آپ کے والدین دوزخ میں ہیں۔

سوچیے خوب سوچیے

روح البیان ص جلد ا تحت آیت ولا تسئل الخ۔

نبی پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے معمولی رشتہ داروں کی اہانت سے بھی سخت سے سخت ناراض ہو جاتے ہیں چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی سبیعہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم:

انّ النّاس یقولون انت	لوگ کہتے ہیں کہ تو دوزخ کے ایندھن
بنت حطب النّار فقام	کی بیٹی ہے یہ سُن کر حضورِ اکرم صلی
رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ	اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم

علیہ وآلہٖ وسلّم وھو غضب ناک ہوئے اور کھڑے ہو کر
مغضب فقال ما بال اقوام فرمایا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو میری
یوذونی فی قرابتی قرابت کے بارے میں مجھے ایذا دیتے ہیں
ومن اذانی فقد اذی ہیں۔ یاد رکھو کہ جس نے مجھے ایذاء دی
اللّٰہ ط گویا اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی۔

(ابن المنذر مواہب الرحمان معہ زرقانی ص۱۸۶ جلد ۱)

دعوت فکر اور غور

حضور نبی پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کافر چچا کے لیے غضب ناک ہوئے جس کا دوزخی ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے ایک مومنہ مسلمہ رشتہ دار کی دل آزاری گوارا نہ فرمائی بتلیئے جو نبوت کا دل دکھائے اور اُن کے پیارے والدین کے بارے میں کہ جن کے ایمان واسلام کے بارے میں شواہد ملتے ہیں اس کا کیا حال ہوگا۔

نکتہ

شیخ شہیر بافتادہ آفندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں یہی قول صحیح ہے کیونکہ آپ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا اور لفظ اللہ کسی بُت کا نام نہیں تھا کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالےٰ کے مخصوص علم میں سے ہے جاہلیت میں اُن کے بتوں کے نام بعض کے لات اور بعض کے عزیٰ تھے۔ (روح البیان) بنا بریں آپ کا نام ہی ان کے مومن ہونے کی دلیل کافی ہے۔

دلیل جامع عقلاً ونقلاً

۱۔ حیاء الموتیٰ عقلاً وشرعاً ممتنع نہیں جیسا کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ کا قول مذکور ہوا۔ اس لیے کہ قرآن شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل نے مقتول کا زندہ ہو کر قاتل کا نام بتانا ثابت ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ

کرتے تھے اور حضور نبی علیہ السلام نے کئی مردے زندہ فرمائے جب
یہ ثابت ہے تو پھر آپ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے پر کون سا
اشکال ہے بلکہ یہ حضور علیہ السلام پر مزید لطف و کرم کی دلیل ہے۔
سوال ۔ جب، کافر کا ایمان خوف کی وجہ سے ہو اور وہ مرنے کے وقت ایمان
قبول کرے تو اس کا ایمان قابل قبول نہیں جیسے قرآن مجید میں ہے۔
جواب :۔ معائنہ موت کا ایمان خوف کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے
غیر قابل قبول ہے البتہ موت کے بعد تو زندہ ہونے میں خوف کا ہے کا۔
چنانچہ (وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ) پ۷ ص آیت قرآنی سے
بھی ثبوت ملتا ہے یعنی دنیا کی طرف مردوں کو لوٹانا ممکن ہے تو جب ان کا
لوٹایا جانا ممکن ہے تو پھر ان کا ایمان لانا کیوں ممکن نہیں اور پھر ہر نا ممکن
فعل رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت معجزہ ماننا پڑے گا اور ماننا
ضروری ہے اور آپ کے خصوصیات پر بھی ہمیں ایمان لانا لازم ہے مذکورہ
امکانی صورتوں میں ایک صورت یقینی ہے یعنی اصحاب کہف کا ایمان لانا۔
اصحاب کہف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آخر زمانے میں اپنی قبور سے
اٹھائے جائیں گے اور وہ حج پڑھیں گے اور وہ اسی امت سے شمار ہوں
گے یہ ان کی شرافت اور کرامت سے ہوگا چنانچہ مرفوع حدیث میں ہے کہ
امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مددگاروں میں سے یہی اصحاب کہف ہوں گے
اور جو کچھ اصحاب کہف اس زندگی میں عمل کریں گے ان کے اعمال نامہ میں گنے جائیں
گے۔

ایمان ابوین کا امکان

یہ کوئی نئی بات بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی
علیہ السلام کے والدین کے لیے تقدیر میں

لکھا ہو کہ اُن کی اتنی عمر ہو گی لیکن وقت سے پہلے انہیں موت دی جائے گی پھر اس کی بقایا عمر اسی لحظہ میں شمار ہو جس میں انہوں نے زندہ ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر ایمان لانا اور ان کا ایمان لانا اصحاب کہف کے اعمال کی طرح اُن کے لیے اُن کے اعمال نامے میں شمار ہوں یہ فاصلہ جو اُن کے مرتے پھر اُٹھنے تک کا ہے صرف نبی علیہ السّلام کی عظمت و کرامت کے لیے ہو تو کچھ بعید نہیں۔ جیسے اصحاب کہف کو اس مدّت کے لیے مؤخر کر کے زندہ کیا گیا۔ صرف اُن کی شرافت و کرامت کے پیش نظر ہے تاکہ وہ حضور نبی کریم رؤف الرّحیم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے اُمتی ہونے سے شرف سے مشرف ہوں (روح البیان پ اوّل تحت آیت وَلَا تُسْئَلُ الخ)

نیک مشورہ

عشق رسول اور حبّ نبی (صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) کا تقاضا وہی ہے جو فقیر نے تفصیل سے عرض کیا اور بہت کچھ آگے عرض کرے گا اور کسی کو ہمارے دلائل سے تسلّی و تشفی نہیں ہوتی تو اس بحث سے زبان بند رکھنی چاہیے اس میں بھی نجات کی اُمید کی جا سکتی ہے بعض محققین کا یہی مذہب ہے چنانچہ خاتم الحفاظ والمحدّثین امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک توقّف کا ہے چنانچہ مقاصد حسنہ میں حضرت حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا شعر نقل کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ پر میں نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے لیکن میرا مسلک اس میں کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم کے والدین کے ایمان و کفر کے متعلق توقّف بہتر ہے (روح البیان پارہ ۱)

توقّف

اسلامی مسائل و عقائد کے بعض میں توقّف کا حکم بھی ہے مثلاً بعض آئمہ نے ابوطالب کے ایمان و کفر میں توقّف کیا ہے۔

ایسے ہی تفصیل سیدہ فاطمہ و سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما وغیرہ وغیرہ۔

عقیدہ اہلسنّت

اہل سُنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ والے مُردوں کو جب چاہیں زندہ کردیں اس میں وہ منجانب اللہ مجاز و مختار ہیں اس میں تخلیق اللہ تعالیٰ کی ہے دعاو ارادہ اُن کا یہ اس مُردہ کی زندگی کا سبب اور وسیلہ ہیں۔ احیاء کی نسبت اُن کی طرف مجازی ہوتی ہے اور قرآن و حدیث میں اس کے نظائر و شواہد بے شمار ہیں۔

۱۔ قتیل بنی اسرائیل کی زندگی کا موجب ولی اللہ کی مُردہ گائے کا بعض حصّہ بنا۔

۲۔ مُردہ پرندوں کا احیاء حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بلاوے سے ہوا۔

۳۔ حزقیل سے ہزاروں مُردوں کے ٹکڑوں کو ملا کر زندہ کردیا۔

۴۔ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کا احیاء الموتیٰ قرآن وحدیث میں مشہور ہے۔

۵۔ جبریئل علیہ السلام کی گھوڑے کے پاؤں کی مٹی سے سامری کے بے جان بچھڑے کو جان ملی۔

۶۔ حضور سرورِ عالم سیّد الکونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں درجنوں واقعات موجود ہیں۔

۷۔ حضور غوث صمدانی شہباز لامکانی کا مردے زندہ کرنا مشہورِ زمن ہے۔

۸۔ ہزاروں اولیائے کرام کی کرامات کا اس بارہ میں کس کو انکار ہے اگر انکار ہے تو حضور سرورِ عالم سیّد المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین کے متعلق جنہیں خود حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و

آلہ وسلّم کی دعائے مبارک سے زندگی ملی اور صحابیت کا درجہ اور مرتبہ بھی۔ وہ کیوں کیا نبی پاک شہ لولاک صلّے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے کلمہ پڑھنے کا بدلہ یہی ہے۔

سوال مذکورہ بالا دلائل حق ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر جدید شریعت قبول کر کے اسی شریعت کے احکام کا ترتیب کا کوئی ثبوت نہیں ہم تو صرف مکمل ثبوت مانگتے ہیں۔

جواب اصحاب کہف کا قصہ تفصیلی طور پر تفسیروں میں مرقوم ہے فقیر بقدر ضرورت پیش کرتا ہے۔

اصحاب کہف مومن تھے اور اولیاء اللہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے قصے کو نہایت محبوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے وہ عیسٰی علیہ السلام کے اُمتی تھے یا ان پر زمانہ فترت گذرا۔ جیسا بھی ہے حضور سرور عالم شفیع الامم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں اپنی امت میں شامل کرنے کی خواہش کی جیسا کہ آتا ہے مرورِ زمانہ کے باوجود وہ صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ملاقی ہوئے اور کلمۂ اسلام پڑھا اور پھر حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں زندہ ہو کر ان سے ملاقی ہوں گے پھر قیامت میں امت حبیب خدا سرور انبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میں اُٹھیں گے یہ کیفیت احیائے ابوین سے زیادہ تعجب خیز ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے

كَانُوا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا (پ۱۵ الکہف)

لیکن مخالفین اُسے آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہیں اور ابوین کریمین کے لیے دنگا فساد کرتے ہیں۔

اصحاب کہف اُمت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے عرض کی کہ آپ انہیں اس عالم میں نہیں دیکھیں گے البتہ آپ اپنے پسندیدہ اصحاب کو بھیج کر اپنی دعوتِ اسلام سے انہیں نواز سکتے ہیں آپ نے فرمایا میں اپنے اصحاب کو اُن کے ہاں کس طرح بھیجوں اور کن کو بھیجوں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ اپنی چادر مبارک بچھائیے۔ صدیق و فاروق اور علی المرتضیٰ اور ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایئے تاکہ وہ ہر ایک اسی کے ایک ایک کونہ پر بیٹھ جائیں اور ہوا کو حکم فرمائیے تاکہ وہ ان کو اُڑا کر لے جائے اور غار تک پہونچا دے اور ہوا آپ کی تابعدار ہے جیسے تخت سلیمانی کو اُڑا کر چلتی تھی آپ کے غلاموں کو بھی لے جائے گی حضور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعاء فرمائی۔ چنانچہ ہوا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اُڑا کر غار تک لے گئی انہوں نے غار سے ایک پتھر ہٹایا تو کتے نے جونہی روشنی دیکھی اور لگا تو شور مچاتے ہوئے حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ اس کے بعد جب صحابہ کرام کی شخصیت پر نگاہ ڈالی تو دم ہلا کر اصحاب کہف کے ہاں جانے کا اشارہ کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اصحاب کہف کے قریب ہوئے اور کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالےٰ نے اُن حضرات کی ارواح کو ان کے اجسام میں واپس لوٹایا تو اُن کے سوال (سلام) کا جواب دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے پیارے نبی حضرت محمد بن عبداللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ حضرات کو سلام بھیجا ہے اور اسلام

کی دعوت بھی - ان حضرات نے دعوت اسلام کو قبول کیا۔ اور عرض کی ۔ ہمارا بھی بارگاہِ رسالت صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم میں سلام عرض کر دینا۔ یہ کہہ کر پھر آرام گاہ میں چلے گئے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ جو حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے ہوں گے کے ظہور کے وقت زندہ ہونگے اور امام مہدی رضی اللہ عنہ، اُن پر سلام کہیں گے وہ ان کو سلام کا جواب دیں گے اس کے بعد وہ بدستور آرام گاہ میں آرام پائیں گے اور قیامت میں وہ ہی اُٹھیں گے ۔

مَوازنہ اصحاب کہف اَور البوین کریمؐن

۱۔ رُوح البیان میں ہے کہ اصحاب کہف بھی اہل فترت تھے کیونکہ وہ عیسیٰ السلام سے پہلے تھے لیکن بیدار اُس وقت ہوئے جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے اور آپ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد سے تا بعثت حبیب خُدا سرور انبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زمانہ فترت ہے ابوین کریمین بھی زمانہ فترت میں تھے ۔

۲۔ اسی روح البیان میں ہے کہ (زمانہ فترت) میں اصحاب کہف کو ایمان کی تلقین الہام ملکوتی وانجذاب لاہوتی سے نصیب ہوئی ۔ انہیں کسی کی رہبری کی حاجت نہ تھی۔

۳۔ اسی روح البیان میں ہے کہ اصحاب کہف کے زمانہ میں ایک ولی اللہ

اُن کے شہر میں باہر سے آکر مقیم ہوا۔ اُن کی صحبت کی برکت سے وہ موحد دمومن تھے ایسے ہی والدین کریمین کو۔ سمجھ لو کہ اُن حضرات کو بھی مکہ معظمہ (ابوین کریمین کے مزارات مبارک تو مکہ معظمہ میں نہیں ہیں پھر ان کو مکہ مکرمہ کے نیک لوگوں کی صحبت کیسے حاصل ہوگی۔ مشتاق)

تبصرہ اُویسی

یہ بات ارباب علم اور اصحاب دانش پر نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ جب اصحاب کہف کا زندہ ہونا اور ایمان لانا اور اس امت مرحومہ میں داخل ہونے کی فضیلت پانا عندا لشرع مقبول وممکن ہے تو پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین گرامی کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا کیونکر صحیح نہ ہوگا لیکن چونکہ ضد بری بلا ہے اسی لیے منکرین نے اناہی ہینس کر انکار کر دیا ورنہ یہ مسئلہ انکار کے لائق نہیں۔

شارح مواہب لدنیہ حضرت امام زرقانی صہ ۱۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

فلا مانع من جواز احیاء المیّت و انتفاعها بحیاته
لبعده خرقا للعادة فکذٰلك یکون احیاء ابوی
النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم نافعا لایمانهما
وتصدیقهما

کوئی چیز مردہ کے زندہ ہونے اور اس حیات کے ساتھ فائدہ حاصل کرنے میں رکاوٹ ڈالنے والی نہیں بصورت خرق عادت یعنی معجزہ کے پھر اسی طرح پر ہوگا واقعہ احیاء ابوین شریفین نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جو اُن کے ایمان لانے اور تصدیق نبوت ورسالت نبوی کرتے ہیں بالفرض فائدہ رساں

ہوگا۔

ازالہ استحالہ | مخالفین کو ہم نے ہر طرح کے استحالہ کا ازالہ کر دکھلایا۔ اس بحث میں آخری دلیل دے کر بحث کو آگے بڑھاؤں گا۔

ابوین کریمین بلکہ جملہ آباؤ اُمہات و جدّات کے ایمان و توحید دلائل کی روشنی سے ثابت ہے۔ بفرض محال ثبوت نہ بھی ہوتا۔ تب بھی اُن کی نجات کے لیے اتنا کافی تھا کہ مخالفین نے ایڑی چوٹی تک زور لگایا اور ہمارا چیلنج ہے کہ قیامت تک زور لگا کر اُن کا کفر و شرک پر موت ثابت کریں۔

" فان لم تفعلوا ولن تفعلوا " جب اُن سے کفر و شرک پر وصال کا ثبوت نہیں ہو سکتا تو پھر اسلام کا وہ قاعدہ مان لیں جو سب کا متفق علیہ ہے کہ بعض اہل فترت کو لازماً نجات نصیب ہوگی جب مخالفین یوم آخرت میں ایمان لانے والوں کا ایمان نافع مان کر محال کو ممکن مان رہے ہیں تو دنیا میں مُردوں کو زندہ کر کے ایمان کی دولت سے نوازنے کی حقیقت (جیسے اصحاب کہف) کو کیوں محال قرار دے رہے ہیں کیا یہ ان کا ایسا کرنا ہٹ دھرمی اور ضد تو نہیں یہی بات ہمارے اکابر ایسے منکرین کو پہلے کہتے گئے۔ چنانچہ شارح مواہب امام عبدالباقی صاحب المعروف بزرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب جلد اوّل صـ۱۷۰ پر لکھتے ہیں۔

بہا یردّ علیٰ ابن دحیہ لان الایمان اذا کان ینفع اہل الفترۃ فی الدار الاٰخرۃ التی لیست دار تکلیف قد شاھدوا جہنم بشہادۃ الاحادیث فلان ینفعھم بالاحیاء من الموت من باب اولیٰ۔ فقد حصل المطالب بدلیل الخصوصیۃ۔

ان حدیثوں سے ابن دحیہ کے قول کی تردید ہوتی ہے جو اہل فترت کے بارہ میں مروی ہے جب زمانہ فترت کے رہنے والوں کا دار آخرت میں ایمان لانا فائدہ مند ہوگا جو تکلیف کا گھر نہیں کیونکہ انہوں نے بشہادت احادیث نار جہنم کو بچشم خود ملاحظہ کیا پھر ابوین شریفین کا زندہ ہوکر ایمان لانا کیونکر مقبول نہ ہو گا بلکہ بطریق اولیٰ ہو کیونکہ یہ اہل فترت بھی ہیں اور خصوصیت سے انہیں زندہ کر کے انہیں دولت ایمان سے نوازا بھی گیا۔ (فترت والوں کا ذکر آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ کہ ہر اصحاب کہف کا زندہ ہوکر امت محمدیہ میں شامل ہونا مخالفین مانتے ہیں تو حبیب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین کا بھی مان لینا چاہیے نیز فترت والوں کا ایمان قابل قبول ہے جب کہ آخرت دار التکلیف نہیں تو ابوین رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان تو بطریق اولیٰ قابل قبول ہو کہ انہیں یہ دولت دار التکلیف میں نصیب ہو رہی ہے۔

اُویسی کی محبوب دلیل

اُویسی غفرلہٗ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کو قبل وقت موت دیکر پھر آپ کے اعزاز میں بقیہ عمر عطا کر کے زندہ فرمایا چنانچہ امام اسمٰعیل حنفی مصنف روح البیان فرماتے ہیں کہ:۔۔

لا بدع ان یکون اللہ تعالےٰ کتب لابوی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم عمرًا ثمّ قبضہما قبل استیفائہ فتلک اللحظۃ الباقیۃ بالمدّۃ الفاضلۃ بینہما فیعتدّ بہ وتکون تلک اللّحظۃ

الباقیۃ بالمدۃ الفاضلۃ بینھما۔ لاستدراک
الایمان من جملتہ ما اکرم اللہ تعالیٰ بہ
نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ کچھ تعجب وحیرانگی کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کے لیے اُن کی عمر کی کچھ میعاد مقرر کی ہو پھر ان کی تکمیل حیات سے کچھ عرصے پہلے وفات دے دی ہو پھر ان کو بقایا عمر کی تکمیل کے لیے زندہ کر دیا ہو اور وہ بقایا میعاد عمر ان کے قبول ایمان کے لیے کافی ہو یہ وہ کرامت اور خصوصیت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوص کیا ہو۔

سوال: احیاء ابوین کی روایت ضعیف ہے اور ضعاف سے استدلال کیا!

جواب:۔ احیاء الموتیٰ از قبیل معجزات ہے اور معجزات فضائل کا باب ہے اور فضائل بالاتفاق ضعاف سے ثابت ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ مخالفین کو بھی اس قاعدہ حدیث سے انکار نہیں۔

دور فترت

اہل فترت وہ لوگ جنہیں کسی نبی علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ نہیں پہونچی اور نہ ہی کوئی دیگر ذرائع واسباب میسر آئے۔ یہ تین قسم ہیں تفصیل آتی ہے۔

ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہما

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا ایمان احادیث احیاء الابوین سے اگر منکر کو انکار ہے تو ہم دور فترت کی تحقیق پیش کرتے ہیں ممکن ہے کسی کی قسمت بیدار ہو جائے۔

جملہ اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین آپ کی بعثت نبوت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے یہی دور فترت ہے اور اسلام کا مسلّم قانون ہے کہ جو لوگ بعثت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے وہ لائق عذاب نہیں بلکہ اُن کے لیے بہشت اور نجات ہے بشرطیکہ اُن سے صریح کفر و شرک صادر نہ ہوا ہو۔ قرآن و حدیث کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

قرآنی آیات

۱۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ط (پ ۱۵ بنی اسرائیل)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں حتیٰ کہ ہم اُن میں رسول بھیجیں۔

فائدہ یہی وہ آیت کریمہ ہے جس سے آئمہ اہل سنت نے استدلال کیا ہے کہ بعثت سے پہلے کے لوگوں پر عذاب نہ ہوگا اور انہوں نے اس استدلال کے ذریعہ معتزلہ اور عقل کے پیروکاروں کا رد کیا۔

حوالہ جات ۱۔ حضرت ابن جریر اور حضرت ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی کو اُس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اُس کے پاس پہلے اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر یا اُس کی جانب سے کوئی یقینی دلیل نہ آجائے (مسالک الحنفاء ص۴۳) مزید تفاسیر وغیرہ کے حوالہ جات فقیر کی تصنیف "اصل الاصول" میں دیکھیے۔

تبصرہ اُویسی اس سے واضح ہوا کہ منکرین ایمان ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرکے خود کو معتزلہ میں داخل

کر رہے ہیں۔

نکتہ فقہاء نے اس کی یہ علت بتائی ہے کہ جب ایسا شخص یعنی فترت مرجائے تو اسے عذاب نہ ہوگا کیونکہ نہ اس کی جانب سے دشمنی کا اظہار ہوا اور نہ اس کے ہاں کوئی رسول آیا کہ جس کی اس نے تکذیب کی ہو۔ یہ جملہ امور بلکہ ان سے بڑھ کر ابوین مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بطریق اتم موجود ہیں فلہٰذا آیت ہذا کے اولین مصداق وہی ہو سکتے ہیں۔

۲۔ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ اُن سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا وہ جہنم میں ہیں؟ اس پر انہوں نے سائل کو خوب جھڑکا اور فرمایا کیا اُن کا اسلام ثابت ہے؟ پھر فرمایا بلاشبہ ان کا فترت پر انتقال ہوا اور بعثت سے پہلے مستحق عذاب نہیں بنتا۔

۳۔ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب "مرآۃ الزمان" میں ایک جماعت سے روایت نقل کی اور انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے زندہ کرنے کی حدیث پر اپنے دادا کی بحث بیان کرتے ہوئے کہا۔ "ما نصہ" یعنی اس کی کوئی تصریح نہیں حالانکہ ایک جماعت کہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا یعنی ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ ہم اُن میں رسول کو نہ بھیجیں۔ اور جب کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو نہیں پہونچی تو ان دونوں کا کیا گناہ ہے؟ اور اس روایت پر میرے والد نے "شرح مسلم" میں یقین کا اظہار کیا۔

آیت نمبر۲:۔ ذَالِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ

وَ اَھلُھَا غٰفِلُوْنَ ط پ۸ الانعام آیت ۱۳۱

یہ اس لئے کہ تمہارا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

فائدہ تفسیر القرطبی تحت آیت ہذا میں لکھا کر

انما فعلنا ھذا بھم لانی لم اکن اھلک القریٰ بظلمھم ای بشرکھم قبل ارسال الرسل الیھم فیقولوا اما جاءنا بشیر و لا نذیر و قیل لم اکن اھلک القریٰ بشرک من اشرک فیھم۔

بیشک ہم نے ان سے یہ اس لیے کیا کہ انہیں ان کے شرک وغیرہ سے تباہ نہیں کیا ارسال رسل سے پہلے تاکہ یہ نہ کہدیں کہ ہمارے ہاں تو کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا تھا بعض نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اسے مشرک ہونے کی وجہ سے عذاب نہ کیا

آیت ۳ :۔ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِیْبَھُمْ مُّصِیْبَۃٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (پ۲۰ القصص ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہونچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اب ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

آیت ۴ ۔ وَلَوْ اَنَّآ اَھْلَکْنٰھُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِہٖ لَقَالُوْا

اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول آنے سے پہلے

رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّذِلَّ وَ نَخۡزٰى (پ ۱۶ طٰہٰ ۱۳۴)

تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل اور رسوا ہوتے۔

آیت ۵۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ج (پ ۲۰ سورۃ القصص آیت ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک اُن کی اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو اُن پر ہماری آیتیں پڑھے۔

آیت ۶۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۙ (پ ۸ سورۃ انعام ۱۵۵۔۱۵۶)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں پڑھنے پڑھانے کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔

آیت ۷۔ وَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ۛ ذِكۡرٰى قف وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۝ (الشعراء ۲۰۸، ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

والدین کریمین کا حال ظاہر ہے اور اہل سنت و جماعت کے ہر عالم کا

مذہب یہی ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السّلام میں سے کسی نبی کی بھی انہیں دعوت نہیں پہونچی اور ان دونوں کا زمانہ سب سے اخیر ہے کیونکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے قبل آخر الانبیاء سیدنا عیسٰی السّلام ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے درمیان فترت کا زمانہ چھ سو برس کے قریب ہے پھر یہ کہ دونوں (ابوین مصطفٰی) ایسے زمانہ جاہلیت میں تھے کہ روئے زمین کی ہر جانب جہالت پھیل چکی تھی اور شریعتوں کی معرفت مفقود ہو چکی تھی اور صرف چند اہل کتاب کے علماء و احبار دعوت حق کی تبلیغ کرتے تھے جو زمین کے مختلف اطراف (مثلاً شام وغیرہ) میں پھیلے ہوئے تھے اور ان دونوں کا سفر مکہ سے مدینہ کے سوا کہیں نہیں ہوا اور نہ انہوں نے عمر طویل پائی کہ جس میں جستجو اور تلاش واقع ہوتی اور حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ نے تو بہت ہی تھوڑی عمر گزاری۔

فائدہ حضرت امام حافظ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب "الدرۃ السنیۃ فی مولد خیر البریۃ" میں فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم شکم والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا میں رونق افروز ہوئے اس وقت آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ کی عمر اٹھارہ[۱] سال کے قریب تھی پھر مدینہ منورہ اپنی بیوی کے لئے کھجوریں لینے کے لیے گئے تو قبیلہ بنی نجار میں اپنے ماموں کے گھر انتقال ہو گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قول صحیح کی بناء پر حمل میں ہی تھے اور آپ کی

---

[۱] بعض روایات میں بیس پچیس بھی آیا ہے روایات کا اختلاف ہوتا رہتا ہے (اویسی غفرلہ)

والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی کم عمر تھیں اور وہ مردوں کے اجتماع سے کنارہ کش، پردہ نشین اور گھر میں رہنے والی عورت تھیں ۔ اور اکثر عورتیں نہیں جانتی تھیں کہ مردوں کا دین و شریعت کیا ہے خصوصًا ایسے زمانہ جہالت میں جب کہ مرد عورت عورتوں کی قدر و منزلت اور وقعت کچھ جانتے ہی نہ تھے لیکن باوجود ایں ہمہ اُن میں دینِ حق کے ایسے حسین و جمیل کردار موجود تھے کہ باوجود صغر سنّی کے آج کل کے کہن سال بوڑھے موحّد کو عشرِ عشیر (دسواں حصّہ) بھی نصیب نہیں۔ تفصیل آگے آتی ہے (انشاء اللہ)

حدیث ۲ :۔ حاکم نے "المستدرک" میں روایت کیا ہے اور اس کی صحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری جوان نے حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا (میں نے اس نوجوان سے زیادہ کسی کو حضور سے سوالات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنے والدین کو آگ میں دیکھا ہے؟ اس پر حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنے رب سے جو مانگوں گا وہ مجھے والدین کے بارے میں ضرور عطا فرمائے گا اور یقینًا میں اس دن مقام محمود میں کھڑا ہوں گا۔

فائدہ یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے کہ مقام محمود کے قیام کے وقت حضور کے والدین کو ضرور بھلائی حاصل ہو گی اس کی صورت یہ ہو گی کہ جس وقت اہل فترت کا امتحان لیا جائے گا تو ان کا بھی امتحان ہو گا اس وقت حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُن کی شفاعت کریں گے اور خدا اُن کو اطاعت کی توفیق عنایت فرمائے گا۔ اس میں کوئی شک و تردّد کی گنجائش نہیں کہ مقامِ محمود پر حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قیام کے وقت کہا جائے

گا ۔

"سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ"

(مانگئے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول فرمائی جائے گی)

جیسا کہ صحیح احادیث میں مروی ہے لہٰذا جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کا سوال کریں گے تو حق تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔

حدیث ۳ :۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سیّدا بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ط (پ ۳۰ سورۃ والضحیٰ آیت ۵)	اور یقیناً عنقریب آپ کا رب کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

فائدہ

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رضا اس میں ہے کہ آپ کے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں دخل نہ ہو۔ اسی بناء پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعمیم فرمائی ہے کہ اس قول سے یہ گمان مستفاد ہوتا ہے، کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تمام گھر والے (اہل بیت) بوقت امتحان اطاعتِ الٰہی بجالائیں گے۔

احادیث شفاعت سے استدلال

اہلسنّت کے نزدیک شفاعت المصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم والانبیاء والاولیاء وغیرھم حق ہے اس کا انکار خوارج و معتزلہ کو تھا۔ ان کے مر مٹنے کے بعد ابن تیمیہ نے آٹھویں صدی میں ان کے مردہ مذہب کو زندہ کیا۔ بارہویں صدی میں محمد بن عبدالوہاب نجدی اس کے مذہب کو گلے لگایا اسی کو مولوی اسماعیل دہلوی نے برصغیر ہندو پاک میں پھیلایا۔

فقیر ذیل صرف شفاعت کے قائلین (اہلسنت) کے لیے مسئلہ شفاعت سے نجات وایمان ابوین عرض کرتا ہے۔

شفاعت کبریٰ | یہ صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ جس وقت (قیامت میں) کسی کو اللہ تعالےٰ یارائے گفتگو نہ ہوگا اس وقت حضور علیہ السلام حساب لینے کے لیے اللہ تعالےٰ کے ہاں شفاعت کریں گے یہ شفاعت کافروں تک فائدہ پہونچائے گی۔

شفاعت خاص | نبی پاک اپنے اہل بیت کی شفاعت فرمائیں گے چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

احادیث | ۱۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب سے سوال کروں گا کہ میرے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے پس اللہ تعالےٰ میرے سوال کو قبول فرمائے گا۔ اس حدیث کو حافظ محب الدین طبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں لائے ہیں۔

(شرف النبوۃ ومسالک الحنفاء)

۲۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب قیامت ہوگی تو میں اپنے والد اور والدہ اور چچا ابوطالب اور اپنے اس بھائی کے لیے جو زمانہ جاہلیت میں گزر گیا۔ حق تعالیٰ سے شفاعت کروں گا۔ اس حدیث کو محب الدین طبری جو کہ حفاظِ حدیث اور فقہاء ملت میں سے ہیں۔ اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہے تو ابوطالب کے بارے میں ماول ہوگی جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت

سے اُن کا عذاب کم ہو جائے گا۔

ابوطالب کا فیصلہ

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بلاشبہ ابوطالب کے بارے میں یہ حدیث محتاج تاویل ہوگی نہ کہ بقیہ تینوں شخصوں کے یعنی آپ کی والدہ، والد اور وہ رضاعی بھائی کے لیے کیونکہ یہ تینوں زمانہ فترت میں انتقال کر چکے ہیں اور ابوطالب نے زمانہ بعثت پایا مگر اسلام نہ لائے۔ تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔ (مسالک الحنفاء)

قاعدۂ حدیث

یہ درست ہے کہ یہ حدیث دوسری سندوں سے اس سند کے سوا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ضعیف ہے جیسے ابونعیم وغیرہ نے تخریج کی ہے اور اس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مراد رضاعی بھائی ہے لہٰذا متعدد طرق سے احادیث کی روایت ایک دوسرے کو قوی و مضبوط بناتی ہے کیونکہ ضعیف حدیث کثرت طرق کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے اور یہ کہ اس کی مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے۔

حدیث ۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں ثم الاقرب فالاقرب۔ (پھر اقرب پھر اقرب)

حدیث ۴

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی ہاشم کے لوگو! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بناکر مبعوث فرمایا۔ اگر میں کسی جنتی گروہ کو بھیجوں گا تو سب سے پہلے تم ہی کو بھیجوں گا۔

حدیث ۵ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو گمان رکھتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہیں دے گی بلکہ یہاں تک ہے کہ حکم پہونچ جائے اور وہ یمن کے دو قبیلوں میں سے ایک ہے بے شک میں شفاعت کروں گا۔ ہٰذا مجھ سے شفاعت مانگو تاکہ میں اُس کی شفاعت کروں جو بھی شفاعت چاہے گا اُس کی شفاعت قبول ہوگی یہاں تک کہ ابلیس بھی شفاعت کی طمع کرے گا۔

نوٹ یہ تمام روایات "مسالک الحنفا" سے لی گئی ہیں۔

فائدہ ان احادیث میں قرابت داروں کی شفاعت یا اُن کی نجات کا ذکر ہے لیکن جن غریبوں کو کلی طور پر شفاعت کا انکار ہو وہ والدین کریمین کی شفاعت یا اُن کی نجات و ایمان کو مان کر کیا کریں گے یا مانیں گے کب جب انہیں اصل (شفاعت) گوارہ نہیں تو فرع (ایمان ابوین) کب گوارہ ہے۔

شفاعت عام شفاعت کے تیرہ اقسام میں سے حضور علیہ السلام کی ذات اقدس سے جتنا شفاعات کا تعلق ہے ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ ۷۰ ہزار بلا حساب بہشت میں۔ (۲) اہل مدینہ کی شفاعت۔
(۳) مزار کے زائرین۔ (۴) اہل قرابت کا ذکر ہو چکا۔
(۵) دیگر چند قسمیں جو فقیر نے "شفاعت کا منظر" تصنیف میں ذکر کیا۔

آخر میں اللہ تعالےٰ اپنی مٹھی (قبضہ) بھر کے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو بہشت میں داخل فرمائے گا۔

اُمتیوں کی شفاعت

خُدا و مصطفےٰ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت بیکراں کے بعد اب اُمت کا حال ملاحظہ ہو۔

۱۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ستر ہزار اُمتی بخشوائیں گے یہ صرف ایک سے خاص نہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی حسب مرتبہ شفاعت فرمائے گا اور آپ کے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ (رضی اللہ عنہم) تھے اس کا اندازہ منکرین بتا سکتے ہیں کہ بحر رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجوں کا انکار تو نہیں۔

۲۔ تابعین میں سے صرف ہمارے سلسلہ کے شیخ سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفاعت کے لیے حدیث شریف میں ہے کہ مضر و ربیعہ دو قبائل کی بکریوں کے بالوں برابر آپ کی شفاعت ہو گی۔ غور فرمائیے کہ ایک بکری کے بال بھی شمار میں نہیں آسکتے لیکن یہاں تو دو قبائل کی جملہ (بے شمار) بکریوں کے بال۔ اس طرح تابعین میں سے ہر اہل شفاعت کو حسب مرتبہ شفاعت کی اجازت ہو گی۔

۳۔ اولیاء کرام یعنی حضور علیہ السلام کے امتی اولیاء میں سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی شفاعت کا باب کھول کر پڑھیے تو فرمایا کہ میں نے دور تک دفاتر کا انبار دیکھ کر پوچھا تو فرمایا گیا کہ یہ دفاتر آپ کے مریدین کے اسماء ہیں اور فرمایا قیامت تک جو دل ہی دل میں معاہدہ کر لے کہ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا مرید ہوں تو انشاء اللہ قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا (بہجۃ الاسرار) اس طرح ہر صدی میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اُمتی اولیاء رہتے ہیں۔

۴۔ علماء و حفاظ اور نیک نمازی وغیرہ کے متعلق تو مخالفین بھی بیان کرتے ہیں۔

رمضان و قرآن، حج وغیرہ وغیرہ۔

دو نمونے ۱۔ قرآن پڑھ کر عمل کرنے والے کے ماں باپ کو تاج پہنایا جائے گا اور دس افراد ایسے بخشے جائیں گے جن پر دوزخ واجب ہو چکی تھی بھی بخش دیا جائے گا۔ یہ تو ادنیٰ امتی قرآن پڑھنے والے کی شان ہے تو جس ذات پر قرآن نازل ہوا اُس کے ماں باپ دوزخ میں توبہ، توبہ۔ منکرین کے عقل و تصور کی داد دیں۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے

ان السقط لیجادل ربہٗ لابویہ (ابو داؤد) — کچّا بچہ ماں باپ کے لیے اللہ تعالےٰ سے حجت بازی کرے گا یہاں تک کہ وہ انہیں بہشت میں لے جائے گا۔

فائدہ ایک بے جان بچہ جسے اُمتی ہونے کی نسبت ہے وہ تو ماں باپ کو بہشت میں لے جائے لیکن جن کے صدقے کائنات کو بہار نصیب ملی اس کے ماں باپ دوزخ میں توبہ توبہ، فاعتبروا یا اولی الابصار

شفاعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کی قبضہ (مٹھی بھر) اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نجات بخشے گا اللہ تعالےٰ کی مٹھی کا اندازہ وہ جانے یا اس کا پیارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی شفاعت کا حال احادیث سے پڑھیئے۔

۱۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد فاقول ای — اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو

رب رضیت (طبرانی) | راضی ہوا میں عرض کروں گا اے میرے رب راضی ہوا۔

۲۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اشفع یوم القیمۃ لاکثر مما علی وجہ الارض من شجر وحجر ومدر (طبرانی) | میں روئے زمین پر جتنے پیڑ پتھر ڈھیلے ہیں میں قیامت میں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت کروں گا۔

۳۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے وہ ان پر بیٹھیں گے لیکن میں نہ بیٹھوں گا اس خیال پر کہ کہیں اللہ تعالے مجھے بہشت میں نہ بھیج دے اور میری امت رہ جائے پھر عرض کروں گا اے رب میری امت بار بار کہوں گا تو اللہ تعالے فرمائے گا۔

یا محمد ما ترید ان رضع بامتک فاقول یا رب عجل حسابہم فما ازال اشفع حتی اعطی صکاکا برجال قد بعث بہم الی النار حتی ان مالکا خازن النار لیقول یا محمد ما ترکت (طبرانی بیہقی و مستدرک) | اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری مرضی کیا ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں عرض کروں گا اے میرے رب میری امت میری امت ان کا حساب جلد کیجیے میں شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے ان کی نجات کی چٹھیاں ملیں گی جنہیں دوزخ میں بھیج چکے تھے یہاں تک کہ دوزخ کا داروغہ کہے گا اے محمد آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔

اُمت سے پیار تو ماں باپ

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت سے پیار ہے تو ماں باپ

سے اس سے بڑھ کر ہے اسی لئے تو ان کے لیے دعا مانگیں انہیں زندہ کر کے اپنی امت میں شامل کیا بلکہ ماں سے پیار کا اتنا اظہار فرمایا کہ اگر وہ مجھے نماز میں بلائیں تو نماز توڑ کر اس کے فرمان کی تعمیل کریں اور حدیث میں تصریح فرمائی کہ میں سب سے پہلے اپنے قرابت والوں کی شفاعت کروں گا۔ ایسی تصریحات کے باوجود کوئی منکر ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں

شفاعت تخفیف عذاب

علماء کرام نے کہا کہ شفاعت کے اقسام میں ایک قسم تخفیف عذاب بھی ہے جیسا کہ ابوطالب کے لیے اور ابولہب کو ہر سوموار عذاب میں تخفیف ہوتی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منائی اور اپنی باندی ثوبیہ کو (جو آپ کی ولادت کی خوشخبری لائی تھی) آزاد کیا علماء کہتے ہیں کہ یہ تخفیف عذاب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت کی وجہ سے ہے یہی وجہ ابوطالب کی تخفیفِ عذاب کی ہے۔

فائدہ

غور فرمائیے کہ ابولہب کا فعل مذکور غیر ارادی تھا محض رسم تھی جو اس نے ادا کی پھر باوجود رذیل ترین دشمنِ رسول تھا کہ قرآن مجید میں نام لے کر صرف اسی کی مذمت کی گئی اور جیتے جی جہنم کی نوید صرف اسی نے سُنی لیکن مخالفین کو اس کی تخفیف عذاب سے یقین ہے رجیسے ہمیں ابوین کریمین کے ایمان ونجات کا لیکن ان کو انکار ہی انکار۔ حالانکہ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ تخفیف تکریما المصطفےٰ ہے (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ایمان ابوین کی ایمان ونجات کی علت بھی یہی ہے۔

اُویسی کا انکشاف

اہل اسلام سمجھتے ہیں کہ مخالفین مسائل اسلامیہ کی تحقیق پر اختلاف کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ان

کا ہی مقصود ہوتا تب بھی ہمیں کوئی باک نہ تھا بلکہ ہم تو اُن کی چال سے اس لئے گھبرائے ہوئے ہیں کہ یہ اسلام کے روپ میں خوارج و معتزلہ کے اصول کو نئی زندگی بخشنا چاہتے ہیں اس لیے کہ وہ بھی اہل بیت کے دشمن اور شفاعت حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر اور اہل فترت کے عذاب اور کفر کے قائل تھے یہ بھی اُن کے اصول پہ اصول و فروع (عقائد و مسائل) میں اختلاف کھڑا کر دیتے ہیں چنانچہ جب ہم اہل فترت کے لیے نجات کے دلائل قائم کئے تو انہوں نے ان کے جواب میں وہ عبارات لکھ ماریں جن میں تصریح ہے۔ کہ اہل فترت بھی عذاب میں مبتلا ہیں یہ بھی ایک دھوکہ اور فریب ہے اس لئے کہ اہل فترت تین قسم ہیں۔ ان میں ایک قسم دوزخیوں کا ہے دو قسم بہشتی۔ ابوین مصطفےٰ ان دونوں قسموں میں سے ہیں ملاحظہ ہو۔

اقسام اہل فترت

اہل فترت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ جس نے اپنی بصیرت سے توحید کو سمجھا پھر کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی کی شریعت میں داخل نہ ہوئے جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی رسول کی شریعت حقہ قائمہ ہی داخل ہوئے جیسے تبع اور اس کی قوم۔

۲۔ جنہوں نے تغیر و تبدل اور شرک کیا اور توحید پہ قائم نہ ہوئے اور من گھڑت شریعت بنائی جسے چاہا حلال جانا اور جسے چاہا حرام جانا۔ ایسے لوگ بکثرت تھے جیسے عمرو بن لحی جس نے سب سے پہلے اہل عرب میں بت پرستی کا طریقہ رائج کیا اور اس کے احکام گھڑے مثلاً بحیرۃ، سیّب السائبہ و فعل الوصیلہ اور حمی الحامی وغیرہ عرب کی بہت بڑی جماعت اس کی من گھڑت شریعت کی پیروکار بن گئی اور وہ جنات اور فرشتوں کو پوجنے لگے عورت و مرد کی تصویریں (بت)

بنائیں اور اُن کے بت خانے تیار کیئے اور پردے لٹکائے اور خانہ کعبہ میں لات وعزیٰ اور مناۃ جیسے بت رکھے۔

۳۔ جنہوں نے نہ تو شرک کیا اور نہ توحید کا اظہار کیا اور نہ ہی کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے اور نہ ہی اپنے آپ کوئی شریعت گھڑی اور نہ ہی کسی دین کا اختراع کیا بلکہ اپنی تمام عمر کو ان سب سے غفلت کی حالت کو باقی رکھا اور زمانہ جاہلیت میں اسی حال پر رہے (الفتح الربانی ص۱۶۷ ج ۸)

فائدہ اہل فترت کے تین قسم کے لوگ ٹھہرے تو عذاب دوسری قسم کے لوگوں پر ہوگا کیونکہ انہوں نے کفر کیا۔ اور اس میں وہ معذور منصور نہ ہوں گے اور تیسری قسم کے لوگ درحقیقت یہی لوگ اہل فترت ہیں یہ مستحق عذاب نہیں۔ پہلی قسم کے لوگوں کے لیے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو قسؔ اور زیدؔ کے مشابہ ہوگا انہیں ایک اُمت بنا کر اٹھایا جائے گا لیکن قوم تبع وغیرہ اُن کا حکم اُن دین والوں کی مانند ہوگا گویا کہ وہ دین میں داخل ہیں جب کہ اُن میں سے کوئی اسلام کو نہ پائے کیونکہ اسلام ہر دین کو منسوخ کرنے والا ہے

اہل فترت کی نجات

اہل فترت کی مغفرت و بخشش میں مخالفین کو اتفاق ہے اسی لئے فقیر اس بحث کو یہاں سمیٹ کر ابوین کریمین کی طرف قلم متوجہ کرتا ہے کہ جب متفقہ فیصلہ ہے کہ اہل فترت ناجی وجنتی ہیں تو ابوین شریفین بھی تو اہل فترت ہیں اُن کے لیے ماننا چاہیئے کہ وہ ناجی وجنتی ہیں جیسا کہ اسلاف صالحین رحمہم اللہ کا مسلک اور مذہب وعقیدہ ہے

۱۔ مسلک الحنفاء ص۱۱ میں ہے۔

اما الابوین الشریفین فالظاہر
من حالہما ما ذہبت الیہ
ہذہ الطائفة من عدم
بلوغہما دعوة احد و
ذالك لمجموع امور۔
تاخر زمانہما وبعد ما
بینہما وبین الانبیاء السابقین
فان اٰخر الانبیاء قبل بعثة
نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
عیسٰی علیہ السلام وکانت
الفترة بینہ وبین بعثة
نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
ست مائة سنة ثم
انما ماتا فی زمن الجاہلیة
لم یعش من العمر الا قلیلاً۔

لیکن نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ابوین شریفین کے احوال سے صاف
ظاہر ہے جس کی طرف علمائے کرام
کی ایک جماعت گئی ہے یہ بات ہے کہ
ان کو کوئی رسول کی دعوت نہیں پہونچی
بسبب چند امور کے بوجہ تاخیر زمانہ بعثت
نبوی علیہ السلام کے اور بسبب درازی
زمانہ فترت انبیاء کے درمیان ابوین گرامی
اور انبیاء سابقین کے کیونکہ ہمارے نبی
کریم روف الرحیم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی بعثت سے پہلے سیدنا عیسٰی علیہ السلام
روح اللہ ہی آخری رسول تھے آں حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور عیسٰے علیہ
السلام کے درمیان فترت کے زمانہ کی مدت
چھ سو سال کی تھی (جس میں کوئی رسول مبعوث
نہیں ہوا) نیز حضور پرنور کے والدین گرامی اسی فترت کے زمانہ میں فوت ہو گئے
ان کی عمر نے وفا نہ کی اگر وہ زمانہ نبوت کا ادراک کرتے تو ضرور اسلام قبول فرماتے۔

۲۔ المواہبُ النطیقہ | شرح مسند امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ

ان الذی بعث النبی محمد
انجی بہ الثقلین ہما یجحف

وامّہ وابیہ حکم شائع

اہل العلم فیما صنفوا

فجماعۃ اجروھما مجری الذی

لم یاتہ خبر الدعاۃ المسعف

والحکم فیمن لم تجبہ دعوۃ

ان لا عذاب علیہا حکم یؤلف

وجماعتہ ذھبوا الی احیائیہ

ابویہ حتی امنا لا خوفوا

وروی ابن شاہین حدیثاً مسنداً

فی ذالک ولکن الحدیث مضعف

● اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں مبعوث کیا۔ اور آپ کے صدقے سے جن وانس کو نجات دی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کے لیے حکم صاف ظاہر ہے جس کو حضرات اہل علم نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے ایک گروہ نے ان کو اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جن کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہونچی اور جن لوگوں کو کسی رسول کی دعوت نہیں پہونچی ان کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ہرگز قابلِ مواخذہ اور عذاب کے نہیں۔ ایک گروہ ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کا قائل ہے یہ کہ ان کو کچھ خوف وخطرہ نہیں اور اس بارہ میں ابن شاہین محدّث نے باسناد حدیث بیان کی ہے لیکن عند العلماء وہ حدیث کمزور درجہ کی ہے۔

(فائدہ) حدیث ضعیف کا جواب آگے آئے گا (انشاء اللہ)

تائید از حدیث شریف

مضمون مذکور کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جیسے امام مسلم نے روایت فرمایا اس سے اخذ کر کے احمد قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ المواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ

عن ابی هریرة عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لا یسمع بی احد هذه الامة ولا یهودی ولا نصرانی ومات ولم یؤمن بالذی ارسلت به الا کان من اصحاب النار مفهومه ان من لم یسمع به صلی الله علیه وآله وسلم لم تبلغه دعوة الاسلام فهو معذور علی ما تقرر فی الاصول منه لا حکم قبل ورود الشرع علی الصحیح ط

مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس شخص نے اس امت مرحومہ سے یا کسی یہودی یا نصرانی نے میری دعوت کو سن لیا پھر فوت ہوگیا اور میری رسالت پر ایمان نہ لایا مگر وہ اہل النار میں سے ہوگا[1] اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ جس شخص کو نبی پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہیں پہونچی تو وہ معذور ہے جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے ورود شرع سے پہلے کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

---

[1] جیسے ابو طالب ۱۲

ملت ابراہیمی

عرب اگرچہ جہالت کی لپیٹ میں تھا لیکن کعبہ معظمہ کی وجہ سے مکہ شریف کے باشی حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کو نہیں بھولے تھے اس لیے کہ ان کی اپنے ملک کے علاوہ غیر ممالک میں بھی کعبہ قبلہ کی بدولت عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اہل مکہ جو بت پرستی اور شرک کی عقائد میں گرفتار تھے وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملّت کے مطابق زندگی بسر کرتے اور اسی کا دم بھرتے اگرچہ بعض امور ان کے شرک و کفر کے علاوہ غلط تھے لیکن خاندان عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تو ملّت ابراہیمی اوڑھنا بچھونا تھا ان کی معاش و معاشرہ ملّت ابراہیمی کے مطابق چلتا تھا اس سے لازماً ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملّت ابراہیم پہ ہونا یقینی ہے اور یہ بھی یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما سے بلاشبہ شرک کا صدور ثابت نہیں بلکہ وہ دونوں اپنے جدّ امجد سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین حنیف پر تھے جس طرح عرب کی ایک اور جماعت اس پر قائم تھی مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ اور مخالفین ان کو موحد و ناجی ماننے کو فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ حضور سرور کونین فخر کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ان حضرات سے کئی گنا زائد اچھے تھے بلکہ نور رسالت کی برکت سے صاحب کرامت تھے حضور سرور کائنات صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا ملّت ابراہیم پہ ہونے کے لیے مندرجہ ذیل دلائل حاضر ہیں۔

۱۔ وہ آیات و احادیث جنہیں ہم نے ابتداء کتاب ہذا میں لکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصول میں سے ہر اصل سیّدنا آدم علیہ السلام سے آپ کے والد ماجد سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے زمانہ میں سب سے بہتر اور افضل نہ

تھا اسی لیے ان کے ایمان میں کسی قسم کا شک اور تردد نہیں۔

۲۔ وہ احادیث و آثار کہ روئے زمین پر حضرت نوح یا حضرت آدم علیہما السلام کے عہد سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک پھر قیام قیامت تک ہمیشہ کچھ لوگ دین فطرت پر رہے اور رہیں گے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں توحید کو مانیں اور نماز پڑھیں۔ انہی کی وجہ سے زمین قائم ہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین بھی ہلاک ہو جاتی اور اس پہ رہنے والے بھی ہلاک ہو جاتے ان میں چند آیات اور احادیث فقیر نے کتاب ہذا کے ابتداء میں عرض کی ہیں۔

فائدہ ان آیات و احادیث و آثار سے قطعی طور پہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبی کریم صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا اس لیے یہ بات ہر ایک کے لیے ثابت ہے کہ وہ زمانہ میں سب سے بہتر رہا ہے لہٰذا وہ حضرات جو دین فطرت پہ رہے ہیں اگر وہ آپ کے اجداد ہیں؟ تو یہی مراد ہے اور اگر اُن کے سوا لوگ ہیں اور (معاذ اللہ) وہ اجداد و آباء شرک پر ہیں؟ تو دو باتوں میں ایک بات ضرور لازم آتی ہے۔

۱۔ مشرک مسلمان سے بہتر ہو گا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے

۲۔ وہ غیر اُن آباد اجداد سے بہتر ہوں گے حالانکہ یہ بھی احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے لہٰذا قطعی طور پہ ثابت ہوا کہ ان آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو تاکہ روئے زمین پہ ہر زمانہ میں وہی سب سے افضل ہوں۔

دلائل سے ثابت ہوا کہ ایک زمانہ جاہلیت میں ایک جماعت ایسی تھی

جو یک سُو ہو کر سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کے دین کی پیروی کرتی تھی اور شرک میں مبتلا نہ ہوتی تھی لہٰذا ایسی کون سی وجہ مانع ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے آباؤ اجداد اس دین پر نہ رہے ہوں۔

فائدہ حافظ ابو الفرح بن جوزی "الفلیح" میں کہتے ہیں کہ ان حضرات کے نام جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بُت پرستی کو اختیار نہ کیا ہو کچھ یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت زید بن عمرو بن نفیل
۳۔ عبداللہ بن جحش (۴) عثمان بن الحورث (۵) ورقہ بن نوفل۔
۶۔ رباب بنت براء (۷) اسعد بن کریب حمیری (۸) قس بن ساعدہ ایادی اور ابوقیس بن صرمہ ہیں۔ (مسالک الحنفاء)

زید بن نوفل زید بن عمرو بن نفیل ورقہ اور قس کی تحقیق ایمان میں احادیث وارد ہیں ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ اس کی اصل صحت میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے "تعلیقاً" مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانہ کعبہ سے کمر لگائے یہ کہتے دیکھا ہے کہ اے قریش کے لوگو! کسی نے تم میں سے میرے سوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر صبح نہیں کی۔ پھر وہ کہتے ہیں اے خدا! اگر میں کسی وجود کو تیرے حضور زیادہ محبوب جانتا تو میں اُسے بھی پوجتا لیکن میں کسی غیر کو جانتا ہی نہیں۔

واقعہ فیل ابرہہ نے مکہ معظمہ پر بیت اللہ کو مٹانے کے لیے حملہ کیا خانہ خدا پر حملہ سے پہلے پڑاؤ کے دوران اس نے مکہ کے لوگوں کے جانوروں پر قبضہ کر لیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب اس ظالم کے پاس آئے اور اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا اُس نے کہا کہ

ہیں تو آپ کے ہاں مقام عبادت مٹانے کے لیے آیا ہوں اس کے بچانے کے لیے آپ درخواست کریں انہوں نے جواباً فرمایا کہ کعبہ کا مالک جانے اور کعبہ۔ وہ خود حفاظت کریگا اونٹ میری ملکیت ہیں لہٰذا میں ان کی واپسی کے لیے آیا ہوں۔

کیا عبدالمطلب کے فرمان سے ان کا خدا پہ ایمان ظاہر نہیں ہو جاتا کہ کعبہ کا مالک (خدا) خود اس کی حفاظت کرے گا یقیناً انکار خدا کی ذات پر ایمان تھا اور آپ کے دادا کافر نہ تھے یہی حال آپ کے والدین کا ہے۔

فائدہ یہ امور تائید کرتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جسے دعوتِ حق نہ پہونچی ہو اور وہ اس کی کماحقہ حقیقت نہ جانتا ہو۔ اسی طرح ہمیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہنا چاہیئے کہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کی حالت ثابت نہیں، ممکن ہے کہ ان دونوں کی حالت ویسی ہی ہو جیسے زید بن عمرو بن نفیل اور حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال ہے اور یہ کہ بلاشبہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو زمانہ جاہلیت میں جو تحقیق حاصل ہے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہے لہٰذا یہ دونوں بعثت سے پہلے صدیق اور حضور سے بہت زیادہ محبّت رکھنے والے تھے اس لیے ان سے بڑھ کر آپ کے والدین کریمین مستحق ہیں کہ آپ کی برکت ان کی طرف متوجہ ہو اور اہل جاہلیّت کی بے دینیوں سے یہ دونوں محفوظ رہیں۔

حدیث شریف ۴ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں نقل کر کے فرمایا ہم سے یوں روایت کی

ابُو الحسن بن لبشران نے، اُن سے ابُو جعفر رازی نے، اُن سے یحیٰ بن جعفر نے، اُن سے زید بن حباب نے، اُن سے یاسین بن معاذ نے، اُن سے عبداللہ بن یزید نے، اُن سے طلق بن علی نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین کو، یا ان میں سے کسی ایک کو اس حال میں پاؤں کہ میں نماز عشاء ادا کر رہا ہوں اور اس میں سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہوں اس وقت وہ مجھے یا محمد کہہ کر پکاریں تو اُن کو جواب دوں گا (لبیک - حاضر جناب) کہوں گا۔

فائدہ اس حدیث مبارک میں حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے والدین پر محبت و پیار کا اندازہ لگائیے کہ نماز جیسے محبوب عبادت سے والدین کی محبت کو ترجیح دی جا رہی ہے ویسے ہر بندہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر غور و فکر کرے کہ اُسے اپنے ماں باپ سے کتنا پیار ہے کیا اپنی خواہش سے کوئی اپنے ماں باپ کے متعلق خیر بھلائی چاہتا ہے یا شر۔ حلالی تو خیر چاہتا ہے۔

فطرت انسانی انسانی فطرت اسلامی ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

المولود یولد علی فطرۃ الاسلام
فابواہ یھودانہ او ینصرانہ
او یمجسانہ (مشکوٰۃ شریف)

اس قاعدہ پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کا فیصلہ ظاہر ہے کہ فطری طور تو وہ مومن موحد تھے۔ اس کے بعد مخالفین دونوں کا کفر و شرک ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ان کے معاشرے سے یہ ثابت ہوتی ہے اس لیے خاندان نبوت کے متعلق سیرت کی کتابیں بتاتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلب ہوں

یا حضرت وہب رضی اللہ عنہما دونوں اہل توحید تھے اسی لیے اہل فطرت میں ہی داخل ہو کر وہ مستحق جنت ہیں کیونکہ اہل فطرت کے لیے بھی حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشتی ہونے کی نوید سنائی ہے فقیر یہاں صرف ایک حدیث شریف پر اکتفا کرتا ہے حضرت عائذ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل فلما وضع قال عمر بن الخطاب لا تصل علیہ یا رسول اللّٰہ فانہ رجل فاجر فالتفت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی الناس فقال ھل رای احد منکم علے عمل الاسلام فقال رجل نعم یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حرس لیلۃ فی سبیل اللّٰہ فصلی علیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وحثی علیہ التراب وقال اصحابک یظنون انک من اھل النار وانا اشھد انک من اھل الجنۃ وقال یا عمر انک لا تسئل عن اعمال الناس ولکن تسئل عن الفطرۃ۔ (رواہ البیہقی مشکوۃ)

یعنی سیّدنا ابن عائذ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک جنازہ آیا اور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے جنازہ پڑھانے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کا جنازہ نہ پڑھائیں کیونکہ یہ فاسق وفاجر شخص ہے یہ سن کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی طرف دیکھا اور پوچھا اے میرے صحابہ کیا تم میں سے کسی نے اس شخص کو کوئی دین کا کام کرتے دیکھا ہے ایک صحابی نے عرض

کیا یا رسول اللہ میں نے اس کو دیکھا تھا کہ اس نے ایک رات اللہ کی راہ میں پہرہ دیا تھا یہ سن کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا اور جب اسے قبر میں اتارا اور اس پر مٹی ڈالنے لگے تو سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے عزیز لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ تو دوزخی ہے لیکن میں اللہ کا رسول گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے پھر فرمایا اے عمر تجھ سے لوگوں کے عمل کے متعلق سوال نہیں ہوگا بلکہ عقیدے کے متعلق سوال ہوگا اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے شیخ المحققین الشاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فان الاعتبار بالفطرۃ والاعتقاد۔ یعنی اعتبار (عمل کا نہیں) بلکہ فطرت اور عقیدے کا اعتبار ہے۔

فائدہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ذکر خیر میں فقیر تفصیل سے عرض کرے گا۔ کہ الحمد للہ ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقائد موحدانہ اور اعمال صالحانہ تھے۔ اس کے باوجود اگر کوئی صرف چند محتمل روایات سے ان کے کفر اور غیر بہشتی ہونے پر بضد ہے تو وہ اپنا نقصان کر رہا ہے جب حدیث مذکور میں ایک معمولی انسان کو نوید جنت مل رہی ہے وہ تو بڑے اولو العزم حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ہیں۔

ابوین مصطفیٰ کے حالات زندگی کا جائزہ

دوزخ میں داخلے کے اسباب کفر و شرک یا گناہ کبائر اور جرائم ہیں الحمد للہ ابوین کریمین کی مختصر زندگی مبارک کے متعلق کفر و شرک کی ایک روایت صریحہ

بھی نہیں۔ کنایات واشارات سے مخالفین سے غلط قیاسات کیے ہیں جن کی
مکمل تردید فقیر نے سوالات وجوابات میں لکھدی ہے اور کبائر وجرائم کا تو
ابوین کے بارے میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا بلکہ خود مخالفین نے ان کی
نیکی اور پرہیزگاری کی داد دی ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ ابوین کریمین کے بارے
میں جو کردار تاریخ میں ثبت ہیں وہ گواہ ہیں کہ یہ حضرات نہ صرف مومن وموحد
تھے بلکہ اولیاء اللہ تھے اور جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق
ان کے دوران معجزات کا صدور ہوا انہیں صحیح روایات سے مخالفین نے
بھی نقل کیا ان سے یقیناً ان کی ولایت کی شہادت کہا جاسکتا ہے انہیں
استدراج وغیرہ سے کیا تعلق جب کہ وہ من وجہہ افعال حضور نبی پاک صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہیں۔

استدراج

کافر کے علاوہ فاسق سے بھی صادر ہوتا ہے اور یہ استدراج نہیں بلکہ ان امور کو حضور سرور عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہے جیسے ایسے خوارق عادات آپ کے عالم
ارواح سے صادر ہوئے یا جب آپ کا نور بعض انبیاء علیہ السلام اور اہل
ایمان میں تھا اس وقت بھی ان کا تعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق
سمجھا گیا مثلاً کشتی نوح کنارے لگی۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ نار
گلزار ہوئی آپ کے نور مبارک نے اپنے ایک دادا کی پشت میں ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان حج پر "لبیک" پکاری۔ آپ کے دادا
عبدالمطلب کی پشت میں اور لعبہ کو ابرہہ کے سامنے کئی خوارق عادات
صادر ہوئے تو تمام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہیں انہیں
استدراج سے کیا تعلق۔ ایسے ہی والدین کے ہاں خوارق عادات کے

صدور کو سمجھے۔

ولادت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

جس شب کو حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ اہل کتاب کو معلوم ہوا تو کہا اب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا وقت قریب ہو گیا کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے قرب کا علم ان کو اس طرح ہوا کہ جامۂ صوف جس میں حضرت سیدنا یحیٰ علیہ السلام کو کافروں نے شہید کیا تھا وہ جامۂ صوف خون آلودہ ان کے پاس تھا کتب آسمانی میں یہ لکھا تھا کہ جب یہ جامہ تازہ خون سے تر ہو جائے گا اور خون کے چند قطرے زمین پر گریں گے تو نبی آخر الزمان کے والد ماجد کی پیدائش کی علامت ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے یہ واقعہ ان کے در پیش آیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی آخر الزمان کے والد ماجد کی ولادت ہو گئی ہے اور وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن ہو گئے اور ان کے قتل کے در پے ہو گئے (تاریخ الخمیس ص ۱۸۲، جلد ۱، خیر المونس ص ۱۵۹، جلد ۲ الموارد الحنفیہ ص ۵)

نورانی عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے بھائی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

"كَانَ وَجْهِهٖ نُوْرٌ اَلظَّاهِرَ كَنُوْرِ الشَّمْسِ"

تو ان کا چہرہ مبارک پر ایسا نور چمک رہا تھا جیسا کہ سورج کا نور چمکتا ہے حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت

عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس بچہ کی نرالی شان ہے۔

ولادت کے بعد نرالی شان

حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناک مُبارک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور اس نے مشرق و مغرب میں پرواز کی۔ پرواز کرنے کے بعد وہ بیت اللہ شریف آکر بیٹھ گیا۔ سب قریش نے اس پرندہ کو سجدہ کیا پھر وہ زمین و آسمان کے درمیان اُڑا۔ اس خواب کو میں نے ایک کاہنہ کے سامنے بیان کیا تو اس نے کہا۔

لَئِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ	اگر ترا یہ خواب سچا ہے تو حضرت
لَيُخْرِجَنَّ مِنْ صُلْبِهٖ	عبد اللہ کی پشتِ اقدس سے ایسا
وَلَدٌ يَصِيْرُ اَهْلُ الْمَشْرِقِ	فرزند ارجمند ظاہر ہوگا تمام مشرق
وَالْمَغْرِبِ لَهٗ تَبَعًا ط	و مغرب والے اُس کے تابع ہو جائیں گے

(الخصاص الکبریٰ للسیوطی ص ۱۲۱ جلد ۱، حجۃ العالمین ص ۲۰۱)

فائدہ

تعصّب نہ ہو تو سمجھ آجائے گا ورنہ اس جیسے ہزاروں مضامین درخورِ اعتناء نہیں سمجھے جاتے یہ بھی اسی کھاتہ میں جائے گا۔

نذر قبول

عبد اللہ کُنیت اُبو محمد اور لقب ذبیح ہے باپ کے پیارے فرزند تھے ذبیح کے لقب کی وجہ سے ہے کہ چاہِ زمزم کے کھودنے پر حضرت عبد المطلب نے منت[1] مانی کہ اگر مجھے دس[10]

---

[1] اس کی وجہ یہ ہوئی کہ زمزم کے کنوئیں کو عمرو بن حارث جرہمی نے عداوت سے بند کر دیا تھا حضرت عبد المطلب کو خواب میں حکم ہوا کہ زمزم کھود چنانچہ آپ اور آپ کے فرزند اکبر حارث نے اُسے کھودا اور اسی وقت یہ منت مانی ۔ ا اویسی غفرلہ ۱۲)

بیٹے عطا ہوئے اور جب جوان ہوں گے تو ایک بیٹا راہ خدا میں ذبح کروں گا جب بیٹے پیدا ہو کر جوان ہوئے تو خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے اے عبد المطلب! جو تم نے نذر مانی تھی اس کو پورا کرو عبد المطلب گھبرائے ہوئے اُٹھے اور ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا دوسری رات حکم ہوا کہ جو چیز مینڈھے سے بڑی ہے وہ قربان کرو خواب سے بیدار ہو کر ایک بیل ذبح کیا۔

تیسری رات حکم ہوا۔ اس سے بھی اکبر ذبح کرو! کہنے والے سے پوچھا اونٹ سے اکبر کیا چیز ہے؟ اس نے کہا اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا ذبح کرو جس کی تم نے منت مانی تھی خواب سے بیدار ہو کر شدید غمگین ہوئے اور ذبح کرنے کا واقعہ اپنی اولاد کو جمع کر کے سنایا اور ایفائے نذر کا عزم ظاہر کر کے ان سے پوچھا تو ہر ایک نے اپنے آپ کو پیش کر کے آپ کو اختیار دے دیا کہ جس کو چاہیں قربان کر دیں انہوں نے دس لڑکوں کے نام لکھ کر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! ان میں سے جس کی قربانی تجھے منظور ہے اس کا نام نکال دے اور قرعہ ڈال دیا تو قرعے میں حضرت عبد اللہ کا نام نکل آیا اگرچہ سب لڑکوں سے زیادہ یہی ان کے نزدیک پیارے تھے مگر وہ اس قدرتی فیصلے کے آگے مجبور تھے جب وہ چھری اور عبد اللہ کو لے کر اپنی نذر پوری کرنے چلے تو عبد اللہ کے بھائی اور ننھیال مانع ہوئے اور سرداران قریش نے بھی منع کر کے کہا کہ اگر آپ نے یہ قربانی کر دی تو آئندہ کے لیے یہ ایک رسم بن جائے گی جس کے لئے آپ کی یہ قربانی حجت ہو گی۔ اسی لیے اپنے رب سے عذر خواہی کرو اور فلاں کاہنہ جو اس وقت خیبر میں رہتی ہے اس کے پاس جاؤ امید ہے کہ وہ ضرور کوئی بہتر طریقہ بتائے گی جب لوگ اس کے پاس گئے اور اس کو

سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا تم لوگوں میں نفس کی دیت (خون بہا کیا ہے؟) کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے کہا تم اپنے شہر جا کر دس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ ڈالو اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کرو پھر بھی اگر عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور زیادہ کر دو اسی طرح دس دس اونٹ بڑھا کر قرعہ ڈالتے رہو یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے اور جب اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو اب سمجھ لینا کہ اب ہمارا خدا راضی ہو گیا ہے اور اس نے عبداللہ کے بدلے اتنے اونٹ کی قربانی منظور کر لی ہے پھر ان کو ذبح کر دینا چنانچہ قرعہ ڈالا گیا اور اس کا آغاز دس اونٹوں سے کیا پھر ہر دفعہ دس دس بڑھاتے گئے اور حضرت عبدالمطلب برابر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے نوّے اونٹ تک نام عبداللہ کا ہی نکلتا رہا جب اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی تو نام اونٹوں کا نکل آیا لوگوں نے کہا عبدالمطلب! اب خدا راضی ہو گیا۔ فرمایا۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک تین مرتبہ اونٹوں کا نام نہ نکلے چنانچہ تین مرتبہ پھر قرعہ ڈالا۔ نام اونٹوں ہی کا نکلا تو عبدالمطلب نے بیٹے کے ذریعے فدیہ میں سو اونٹ قربانی کر کے اپنی منت پوری کر دی اور ان کو خاص و عام وحوش و طیور کے لیے چھوڑ دیا (سیرۃ ابن ہشام ص ۱۶۲ ج ۱) کامل ابن الاثیر، سیرۃ حلبی ص ۵۷ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۹۸ ج ۱، زرقانی ص ۹۳ ج ۱ وغیرہ)

نوٹ | چاہ زمزم کی نذر کا واقعہ بہت مشہور ہے اکثر محدثین نے اپنی تصانیف میں اسے نمایاں بیان فرمایا ہے مخالفین کو بھی یہ واقعہ تسلیم ہے بلکہ حضور علیہ السلام فخریہ طور فرمایا کرتے تھے۔

اَنَا ابنُ الذَّبِیحَین ۔ میں دو ذبیحوں (حضرت اسمٰعیل و عبداللہ) کا بیٹا ہوں۔

درسِ عبرت پروردگارِ عالم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام و حضرت عبداللہ کی قربانی کا ہدیہ قبول فرما کر دونوں کو بچا یا کیونکہ دونوں کی پیشانیوں میں سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا اور انہیں کی نسل سے آپ کا ظہور مقدر ہو چکا تھا اور آپ کے نور ہی کی برکت سے وجہ یہ تھی کہ دونوں کی قربانیاں بھی منظور ہوئیں اور جانیں بھی بچیں۔

استدلال اس قصہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ نہ صرف مومن ہی نہیں بلکہ ولی کامل تھے ورنہ خدا تعالیٰ کا نذر منظور فرمانا پھر اُن کے لیے اشارہ آیت غیبی کا کیا معنیٰ؟

فائدہ حضرت عبداللہ کی قربانی سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار سو اونٹ مقرر ہو گئی دیت کی مقدار زیادہ ہو جانے سے ظاہر ہے کہ انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی ہو گی اور قتل کی واردات میں بھی نمایاں کمی ہو گئی ہو گی۔ یہ گویا اسی نور قدسی کے ظہور کی تمہید تھی جس کے عالم وجود میں آنے سے انسانیت کی قدر و قیمت میں اضافہ اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہونا تھا اور یہ واقعہ اگرچہ حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کا ہے لیکن حضور علیہ السلام اسے اپنی شریعت میں فرمایا ہے اور قاعدہ ہے کہ احکام شرعیہ کا اجراء منجانب اللہ ہوا تو اس واقعہ کی حقیقت کے ساتھ حضرت عبداللہ کی عند اللہ محبوبیت کا بھی پتہ چلا۔

پیکرِ حُسن و جمال حضرت عبداللہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب بہت زیادہ حسین و جمیل اور باپ کو سب سے زیادہ پیارے تھے اور اس واقعہ سے بعد ان کی قدر و قیمت و

عظمت اور زیادہ ہوگئی اب آپ کے والد کو آپ کی شادی کی فکر ہوئی تو ایک روز آپ کے والد آپ کے ساتھ چلے گئے راستے میں ان کو ایک کاہنہ جس کا نام فاطمہ بنت مر الخثیعمہ تھا (کتب سابقہ پڑھی ہوئی اور حسین و جمیل عورت تھی) ملی۔ اس نے حضرت عبداللہ کو بلا کر ان سے اظہار محبت کیا اور کہا کہ میں تمہیں سو اونٹ دیتی ہوں جو تمہارے باپ نے تمہارے بدلے قربان کیے ہیں میری خواہش پوری کرو۔ آپ نے فرمایا ؎

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُونَهُ
وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَأَسْتَبِينَهُ

ترجمہ:۔ جرم کے ارتکاب سے تو مر جانا بہتر ہے اور حلال بے شک پسندیدہ ہے مگر یہ حلال نہیں ہے کیونکہ میرا تمہارا نکاح نہیں ہوا ؎

فَكَيْفَ الْأَمْرُ الَّذِي تَبْغِينَهُ
يَحْمِي الْكَرِيمُ عِرْضَهُ وَدِينَهُ

ترجمہ:۔ اس لیے جس کام کو تم چاہتی ہو وہ کیسے ہو سکتا ہے اور شریف آدمی کو چاہئیے کہ وہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے اور یہ کہہ کر آپ آگئے اور باپ کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن مناف کے پاس پہنچے تو آپ کے والد نے آپ کی شادی کے متعلق ان سے گفتگو کی اور ان کی لڑکی سیّدہ آمنہ حسب و نسب و سیرت میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ ان کا رشتہ عبداللہ کے لیے طلب فرمایا انہوں نے بخوشی منظور فرمایا اور نکاح ہوگیا نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں سیّدہ آمنہ نورِ محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امانت دار بن گئیں۔

(ف) آپ کے تقویٰ پر غور کیجیے آج کل کے جہنمی کہنے والے اور موحد

کو ایسی عورت اکیلی مل جائے تو نکاح تو دُور کی بات ہے لیکن حال یہ ہو جائے گا کہ خود صاحب فتویٰ مجرم بن کر واصل ہو گا۔

نورِ مصطفٰے کا امین

عبد اللہ کا پھر اسی طرف سے گزر ہوا اور جس طرف وہ کاہنہ رہتی تھی تو اس سے فرمایا کہ جو کچھ تو نے مجھ سے پہلے کہا تھا یعنی خواہش پوری کرنے پر سو اونٹ دینا کیا وہ تجھے منظور ہے؟ اس نے کہا آپ کسی عورت کے پاس گئے ہیں حضرت عبد اللہ نے فرمایا ہاں! میری شادی آمنہ بنت وہب سے ہو گئی ہے میں اس کے پاس گیا ہوں اس نے کہا تو مجھے کوئی حاجت نہیں ہے حضرت عبد اللہ نے کہا۔ کیوں۔ اب کیا ہو گیا ہے اس نے کہا عبد اللہ میں بدکار عورت نہیں ہوں اس دن جو میں نے خواہش کی تھی اس کی وجہ یہ تھی۔

رَاَیتُ نُورَ النَّبُوۃِ فِی وَجھِکَ فَاَرَدتُّ اَن یَّکُونَ ذَالِکَ فِی وَاَبَی اللّٰہُ اِلَّا اَن یَّضَعَہٗ حَیثُ اَحَبَّ ط	میں نے تمہارے چہرے میں نورِ نبوت دیکھا تھا اور میں نے چاہا تھا کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے مگر اللہ کو منظور نہیں تھا اس نے جہاں چاہا رکھ دیا۔

پھر اس نے حسرت سے یہ اشعار کہے۔

لِلّٰہِ مَا زُھرِیَّۃٌ سَلَبَتْ
مِنکَ الَّتِی سَلَبَتْ وَمَا تَدرِیَ

اللہ اللہ وہ کیا رہی چیز ہے) جو ایک زہریہ بی بی نے (اے عبد اللہ) تجھ سے وہ چیز لے لی ہے جس کی تجھ کو خبر ہی نہیں۔

بَنِی هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ اَخِیْکُمْ
اُمَیْنَۃُ اِذْ لِلْبَاہِ یَعْتَلِجَانِ

اے بنی ہاشم! تمہارے بھائی (عبداللہ) کو آمنہ بی بی نے خلوت کے چند لمحات میں ایسا سوکھا کرکے چھوڑ دیا ہے۔

کَمَا غَادَرَ الْمِصْبَاحَ بَعْدَ خَبْوَۃٍ
فَتَائِلَ قَدْ مِیْثَتْ لَہٗ بِدُھَانِ

جیسے بتی چراغ کا تیل چوس کر اس کے بجھنے کے بعد اسکو سوکھا کرکے چھوڑ دیتی ہے۔

وَمَا کُلُّ مَا یَحْوِ الْفَتیٰ مِنْ تِلَادِہٖ
بِحَزْمٍ وَّلَا مَافَاتَہٗ لِتَوَانٍ

جو مال (خوشیاں اور نعمتیں) آدمی کو حاصل ہوتی ہیں یہ نہیں کہ وہ اس کی دانائی اور کوئی کوشش کا نتیجہ ہو۔ تو ہوتی ہیں اور نہ یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے کھو جاتی ہیں۔ وہ اس کی غفلت اور سستی سے کھو جاتی ہیں۔

فَاَجْمِلْ اِذَا طَالَبْتَ اَمْرًا فَاِنَّہٗ
سَیَکْفِیْکَہٗ جَدَّانِ یَصْطَرِعَانِ

اس لئے اے انسان جب تجھے کوئی چیز مطلوب ہو تو اس کی طلب میں سستی نہ کر اور نہ تیزی کو راہ اعتدال اختیار کر۔ کیونکہ سعادت وشقاوت دونوں طرح کے نصیبوں کی باہم کشتی ہوتی ہے۔

سَیَکْفِیْکَہٗ اِمَّا یَدٌ مُقْفَعِلَّۃٌ۔
وَاِمَّا یَدٌ مَبْسُوْطَۃٌ بِبَنَانٍ

یا تو ایسا ہوگا کہ شقاوت غالب ہو جائے گی اور اس کا ہاتھ تیرا کام روک

دے گا اور یا پھر سعادت کا غلبہ ہو جائے گی اور اس کا کھلا ہوا ہاتھ تیرا کام کر دے گا۔ ؎

وَلَمَّا حَوَتْ آمِنَةُ مَا حَوَتْ
فَعَزَّتْ بِفَخْرٍ مَا لِذَالِكَ ثَانِي

اور جب بی بی آمنہ نے اُن سے وہ چیز لے لی تو وُہ اس چیز کے لینے سے ایسی فخر والی ہو گئیں کہ اس کا ثانی دُنیا میں کوئی کہیں نہیں۔

وَرَجَوْتُهُ فَخْرًا اَبُوْءُ بِهِ
مَا كُلُّ قَادِحٍ زَنْدَهُ يُوْرِيُ

میں نے اسی فخر کے حصول کے لیے (عبداللہ) کو چاہا تھا۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ جتنے لوگ بھی چقماق سے آگ نکالنے کی کوشش کریں وہ سب کامیاب ہو جائیں (کامل ابن اثیر، خصائص کبریٰ ص۱۷ جلد ۱)
(دلائل النبوت ابونعیم، طبقات ابن سعد ص۹۷ جلد ۱)

غیر مقلدین کے گھر کی گواہی

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد شریف سیدنا حضرت عبداللہ بن عبد المطلب کی عصمت اور عفت کا یہی واقعہ مصنف رحمۃ للعالمین ص۱۰۶ جلد ۲ میں تحریر کیا ہے (ابونعیم اور خراطی اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے / (خصائص کبریٰ ص۹۶)

جس وقت حضور پُر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام کے جدِ اعلیٰ سیدنا عبد المطلب اپنے نورِ بصر لختِ جگر سیدنا عبداللہ

کو ہمراہ لے کر ان کے نکاح کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوئے راستہ میں ایک کاہنہ عورت قوم خشعم سے کھڑی تھی جب یہ دونوں حضرات اس کے پاس سے گزرنے لگے اس کا نام فاطمہ دختر مُرالخثعیہ تھا جس نے تورات شریف کو پڑھا ہوا تھا اور دین یہود کو اختیار کیا تھا تب اس نے اپنی علمی فراست سے سیدنا حضرت عبداللہ کے چہرہ انور پر نور نبوت کی تابانی کے انوار ملاحظہ کئے اس نے حضرت عبداللہ سے عرض کی اے جوان کیا تجھے فی الحال عورت کی خواہش ہے اگر اب تو میری تمنا قلبی کو پورا کرے۔ میں تجھے اس کے معاوضہ میں سو اونٹ دوں گی۔ جو تمہاری فِداء میں تمہارے والد شریف نے نحر کئے تھے آپ نے انکار کیا۔ یہ جواب دیا۔

اما الحرام فالممات دُونه
فالحل لاحل فاستبینهٗ
فکیف الامر الذی تبغینه
یحمی الکریم عرضه ودینه

فعل حرام کے ارتکاب سے موت بہتر ہے میں تو فعل حلال کا خواہاں ہوں مگر اس کے لیے اعلان کرنا ضروری ہے افسوس ہے کہ تو مجھے اپنی خواہش نفسانی کی مطلب برآری کے لئے ورغلاتی ہے ہر شریف انسان پر اپنی آبرو اور دین کی نگہبانی کرنا بے حد لازم ہوتی ہے حفیظ صاحب جالندھری مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

کہ ہٹ جا دُور کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا

اگر تو عقد کہتی شائد مان جاتا میں
مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بناتا میں
مگر تو نے تو بے شرمی دکھائی اور بہکایا
فریب و مکر سے مجھ کو گناہ کرنے پر اُکسایا
تیری صورت سے ہے مجھ کو بے حد احساس نفرت کا
شریف انسان پہ لازم ہے بچانا دین و عزت کا

لیکن (مدارج النبوت صہ ۱۳ جلد ۲) میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس عورت کا نام رقیقہ دختر نوفل ذکر کیا ہے جس نے ایک صد اونٹ دینے کا لالچ دیا تھا یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔

اشعار وہ عورت جس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال کی دعوت دی نور محمدی کی منتقلی کے بعد گویا حسرت سے یوں کہتی ہے۔ ؎

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی پیشانی
اُس کی تھی میں طالب اور اس کی تھی میں دیوانی
مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
کہ وہ نعمت تجھ سے آمنہ نے لُوٹی ہے

فیصلہ اُویسی مخالفین کو نور سے ڈر ہو تو حضرت عبداللہ کے تقویٰ کا اقرار تو ہوگا تو پھر یہ تقویٰ توحید حق کا گواہ ہے یا نہ۔ اگر ہے اور یقین ہے تو پھر اُن کے ایمان سے انکار کیوں؟

رقیقہ رقیقہ بنت نوفل کا قصہ بھی مذکورہ قصہ سے ملتا جلتا ہے وہ فرماتی ہے کہ میں نے سُنا کہ نبی آخر الزمان تشریف لانے والے ہیں۔

جب میں نے عبداللہ کی پیشانی میں نور چمکتا دیکھا تو اپنے قانون پر دعوت وصال دی حضرت عبداللہ نے اپنی شرعی تقویٰ پر اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا (زرقانی صـ۱۰۲ جـ۲ میں ہے)

وَقیل اجابها بقوله اما الحرام فالممات دونه ومعرفته کالحلال مما بقی عندهم من شرائع ابراهیم علیه السلام کغسل جنابة والحج فلا یرد انهم کانوا فی الجاهلیة لا یعرفون حلالاً ولا حراماً۔

فائدہ اس جملہ سے حضرت عبداللہ کا دین ابراہیم پر ہونے کی تصریح ہے اور ان کا زنا سے بچ جانے سے ان کے متقی وپرہیزگار ہونے کی دلیل ہے ایسے مومن ومتقی کو اگر دوزخی کہتا ہے تو ہمارا فتویٰ ہے کہ کہنے والا اپنی خیر منائے کہ کہیں وہ فتویٰ کی نحوست سے خود دوزخ میں نہ چلا جائے۔

کرامت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن الجوزی محدّث بغداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سنِ بلوغت کو پہنچے تو ہر عورت اور رؤساء قریش میں سے ہر ایک کی جانب سے پیغام نکاح کی درخواستیں آنے لگیں یہاں تک کہ ہر گھر میں عورتوں کے مابین ان کا ہی تذکرہ ہونے لگا۔ پھر جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا

اے میرے فرزند! تم بغرض شکار یہاں سے چلے جاؤ تاکہ تم عورتوں سے نجات پا سکو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب زہری کے ساتھ شکار کے لیے چلے گئے حضرت وہب بیان کرتے ہیں۔

فَبَيْنَمَا نَحْنُ فِي طَرِيقِ الْبَرِّيَّةِ وَإِذَا بِعَسْكَرٍ مِنَ الْيَهُودِ شَاهِدِينَ سُيُوفَهُمْ وَهُمْ نَحْوُ سَبْعِينَ فَارِسًا۔

ہم جنگل میں شکار کی جستجو میں تھے کہ اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار تلوار سونتے ہوئے نمودار ہوگیا۔ اُن سے وہب نے ملاقات کر کے دریافت کیا کہ کس قسم کا ارادہ ہے؟ تو یہودیوں نے کہا۔ نَقْتُلُ عَبْدَ اللّٰهِ ط ہم عبداللہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں حضرت وہب نے پوچھا "مَا ذَنْبُهُ"، حضرت عبداللہ کا کیا قصور ہے؟ تو یہودیوں نے کہا۔

لَيْسَ لَهُ ذَنْبٌ وَلٰكِنْ فِي ظَهْرِهِ نَبِيٌّ دِينُهُ نَاسِخٌ جَمِيعَ الْأَدْيَانِ وَمِلَّتُهُ مَاحِيَةٌ لِجَمِيعِ الْمِلَلِ فَنَحْنُ نَقْتُلُ عَبْدَ اللّٰهِ حَتّٰى لَا يَظْهَرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

عبداللہ کا کوئی قصور نہیں ہے لیکن اس کی پُشت سے ایسا نبی ظاہر ہوگا جس کا دین تمام دینوں کو منسوخ کرنے والا اور جس کی ملّت تمام ملّتوں کو ختم کرنے والی ہوگی ہم سرے سے عبداللہ ہی کو قتل کر ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور نہ ہو۔

حضرت وہب بیان فرماتے ہیں کہ۔

فَبَيْنَمَا نَحْنُ وَإِيَّاهُمْ فِي الْحَدِيثِ وَإِذَا بِعَسْكَرٍ مِنَ السَّمَاءِ فَقَتَلُوا الْيَهُودَ ط

ہم اُن سے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک آسمان سے ایک لشکر اترا۔ اس نے اُن تمام یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔

(بیان المیلاد النبوی ص۲۷ تا ص۲۸)

فائدہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت مخالفین کے ہاں بھی بیان کی جاتی ہے وہ کیوں صرف اس لئے کہ اسے محدث ابن الجوزی نے بیان کیا اور محدث جوزی اُن کو اس لیے پیارے ہیں کہ یہ ابتداً اولیاء کرام بالخصوص حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف تھے (اگرچہ بعد کو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تائب ہو کر اُن کے مرید ہوئے)

اسی لیے یہ محدث ابن جوزی اور ان کی تصانیف کے ہر مضمون کو سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں چنانچہ وہابیہ کا ارکن "الاسلام" دہلی محدث ابن جوزی کی شخصیت کے متعلق لکھتا ہے کہ محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ چھٹی صدی کے اکابر واعیان میں ایک عظیم وجلیل محدث اور خطیب کی حیثیت رکھتے ہیں آپ کے دست مبارک حق پرست پہ ایک لاکھ سے زائد انسان تائب ہوئے اور ایک لاکھ سے زائد اسلام کے دامنِ رحمت میں آچکے۔ ابن الجوزی کے لیے مزید تفصیل فقیر کی کتاب "غوث اعظم" میں دیکھیے۔

کرامت نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عبدالمطلب تک اور عبدالمطلب سے لے کر عبداللہ تک مرتبہ بمرتبہ منتقل رہا۔ چنانچہ ایک دن حضرت عبداللہ نے عبدالمطلب سے کہا جب میں بطحا کی طرف جاتا ہوں ایک نور عظیم الشان میرے پیٹھ میں سے ظاہر ہو کر دو حصے ہو جاتا ہے اس کے نور کا جانب مشرق اور نصف اس نور کا جانب مغرب منتقل ہوتا ہے بعد وہی نور بصورت پارہ ابر کے میرے سر پہ سایہ کرتا ہے پھر متوجہ ہوتا ہے ان کی طرف آسمان کے اور دروازے کھل جاتے ہیں اور جب میں زمین پہ بیٹھتا ہوں۔ زمین سے آواز آتی ہے کہ اے شخص کہ نور محمدی تیری

پشت پر جلوہ افروز ہے مجھ پر سلام اور جس درخت خشک کے پاس سے
گزرتا ہے وہ درخت فوراً سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے جس
وقت وہاں سے اُٹھتا ہوں پھر بدستور سُوکھ جاتا ہے عبد المطلب نے کہا
اے عبد اللہ بشارت ہو تم کو کہ تیرے صلب سے سید رُسل ہادی سُبل
احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو گا۔

بُت خانہ کی آواز

مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بُت خانے کی طرف سے گزرتے تو آواز
آتی تھی کہ اے عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خبردار ہمارے قریب مت آؤ اس
لئے کہ تمہاری پیشانی میں آخرالزمان پیغمبر (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نور جلوہ افروز
ہے وہی ہماری ہلاکت کا سبب ہو گا۔

عبد اللہ کا حوصلہ

سیّدنا عبد اللہ اپنے تمام بھائیوں میں ممتاز تھے کہ جن کو اسماً نسبت اللہ تعالیٰ سے
اسم ذات کی طرف ہے اور اخلاق، مہمان نوازی، سخاوت، حیا، ادب میں
بے مثل تھے سیّدنا عبد اللہ کی مہمان نوازی کی یہ شان تھی کہ ملک شام سے
ایک سوار نجومی کامل کا فرستادہ آپ کے قتل کی غرض سے آیا کہ اس کے صلب
سے وہ شخص پیدا ہو گا جو سارے مذہبوں کو مٹا دے گا اور اپنا ڈنکا بجا
دے گا۔ وہ آکر مسجد عمرہ کے قریب ٹھہرا۔ سیّدنا عبد اللہ بھی سیر کی غرض
سے وہاں تشریف لے گئے تھے اس سوار نے پوچھا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب
اس وقت کہاں ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کھجوریں اور انگور تناول فرمایئے
میں شہر میں جا کر دریافت کرتا ہوں کہ عبد اللہ اس وقت کہاں ہے۔ وہ سوار
بدیہ کھانے میں مشغول ہوا۔ آپ شہر میں آکر طعام لذیذ و فواکہ نفیس لے کر

واپس آئے۔ اُس نے دریافت کیا کہ کیا پتہ چلا آپ نے جواب دیا کہ ہاں آپ پہلے طعام نوش فرمائیے اُس نے کھانا کھا کر اور میوہ جات سے فراغت پا کر کہا۔ اب بتائیے آپ نے نہایت اخلاق سے فرمایا کہ کیا کام ہے اس نے اپنا محسن سمجھ کر کہہ دیا کہ مجھے ایک یہودی نجومی نے دس ہزار دینار کے وعدے پر بھیجا ہے کہ تم عبداللہ بن عبدالمطلب کے سر کا ٹکڑا لے آؤ۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب تو میں ہی ہوں۔ آؤ سر اُتار لو۔ تاکہ تمہیں دس ہزار دینار مل جائیں۔ وہ آپ کی خدمت گزاری اور مہمان نوازی سے نہایت متاثر ہوا اور شرمندہ ہو کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ جو ایسا مہمان نواز ہو۔ اس کی غلامی باعث نجات ہے لعنت ہو اُس یہودی نجومی پر اور اس کے دس ہزار دینار پر۔

فائدہ ایسے اخلاق کریمانہ محبوبوں کے ہوتے ہیں مغضوبوں کو تو اخلاق جمیلہ کی بو تک نصیب نہیں ہوتی۔

سخی عبداللہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ کمبل اوڑھے ہوتے تھے بازار میں تشریف لے گئے۔ سردی میں ایک فقیر ننگے جسم سے پھر رہا تھا۔ عرض کی یہ کمبل مجھے دے دو۔ جب دھوپ نکلے گی واپس کر دوں گا آپ نے فوراً اتار کر دے دیا اور فرمایا کہ میں تم کو بخوشی اللہ تعالےٰ کے لیے دے چکا۔ واپس نہ کرنا۔ بعد ازاں جو لباس پہنے تھے سوائے تہمد کے۔ سب اتار کر دے دیا۔ وہ سائل عرض کرتے لگا کہ اب مجھے ضرورت نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ کمبل تو تمہارے سوال کرنے پر دیا اور یہ ہم اپنی خوشی سے دیتے ہیں۔

سخاوت عبد اللہ

مروی ہے کہ حضرت عبد المطلب اپنے صاحبزادوں میں ہر ایک کو روزانہ ایک دینار خرچ کے لیے دیا کرتے تھے دیگر فرزند تو خرچ کرتے مگر سیدنا عبد اللہ محلہ میں جاکر بیوہ عورتوں، یتیم بچوں، مسافروں کو تقسیم کر دیتے اور اپنے ذاتی خرچ میں نہ لاتے۔ بھائیوں نے شکایت کی۔ عبد المطلب نے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں ایسی جگہ صرف کرتا ہوں کہ میرے کھانے سے بہتر ہے اور مجھے اس کے صلے میں نعماء فردوس ملیں گے اور میں احکم الحاکمین سے تجارت کر رہا ہوں یعنی بیواؤں و یتیموں و مسکینوں کو دیتا ہوں۔ یہ تقریر سنکر سیدنا عبد المطلب بہت خوش ہوئے اور دعا دی اور بجائے ایک دینار کے دو دینار دیا کرتے۔ آپ ان دونوں کو انہیں تین گروہوں میں خرچ کرتے۔

نوٹ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مذکور حالات اور نوید نکاح نقیر نے ایک پرانے میلاد نامہ سے لیئے ہیں چونکہ یہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نیک اخلاق و عادات پر مشتمل ہیں اسی لئے اگر کوئی مان لے تو الحمد للہ ورنہ انہیں دلائل سے تعلق نہیں۔ فضائل سے ہے۔

نوید نکاح از سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت عبد اللہ پر اکثر عورتیں بوجہ نور محمدی کے، عاشق تھیں اور خواہش نکاح کی کرتیں۔ جب سیدنا عبد اللہ سے ان کے والدین دریافت کرتے کہ تم کس خاندان اور کس لڑکی سے نکاح کرو گے آپ خاموش ہو جاتے۔ سیدنا عبد المطلب نے سیدنا عبد اللہ کے ہم صحبت لڑکوں کو بلایا اور فرمایا کہ ہم تم کو دس دینار

دیں گے تم عبداللہ سے یہ دریافت کرلو کہ ان کا دل شادی کرنے کو چاہتا ہے اور کس خاندان میں اور کس لڑکی سے۔ وہ سب یار دینار کے لالچ میں سیّدنا عبداللہ کے پاس پہونچے اور دریافت کیا آپ نے جواب دیا کہ میری شادی تو ہوگئی۔ اب دوسری شادی کیسی؟

وہ سب دوست بھی حیران ہوئے سیّدنا عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ تیرا نکاح عرش معلّٰی پر آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوگیا ہے مبارک ہو۔ والدین سے دست بستہ عرض کرو کہ آپ اس کا اعلان سیّدنا وہب کے مکان پر چل کر کرا دیجئے جب وہ دوست چلنے لگے تو سیّدنا عبداللہ نے فرمایا کہ میری اور آمنہ خاتون کی عادت بھی ایک ہے اور اسمًا مناسبت تام ہے۔ سنو میرے نام میں حرف عین پہلے ہے اور آمنہ میں حرف الف پہلے ہے اور دونوں حرفوں پر نقطہ نہیں ہے میرے نام میں نیچے نقطہ ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ میرے نام میں نیچے نقطہ بے حرف بے کا اور آمنہ میں نون کا نقطہ ہے۔ بیٹھ میں اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ نور محمدی میرے صلب سے منتقل ہوکر شکم آمنہ میں محفوظ رہے گا میرے نام میں دوسرے حرف پر اس میں اشارہ ہے کہ مرد سردار ہیں اپنی زوجہ کے۔ میرا نام بھی ہائے ہوز پر ختم ہوتا ہے۔ اور آمنہ کا نام بھی ہائے ہوز پر ختم ہوا ہے وہ سب لڑکے خوشی خوشی سیّدنا عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب تقریر سنائی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور بجائے دس [۱۰] دینار کے بیس [۲۰] دینار دیئے اور دس [۱۰] سیر کھجوریں دیں اور تمام خاندان والوں سے مشورہ کرکے سیّدنا وہب کے مکان پر پہونچے دستک دی۔ جواب آیا۔ مَنْ۔ کون ہو ادھر سے کہا گیا۔

اَنَا عبد المطلب! اُدھر سے جواب آیا۔ فنعم المجیء جاء۔ بس اچھا آنا آئے بعد ازاں دریافت کیا کہ آپ نے کیسے تکلیف کی سیدنا عبد المطلب نے سارا قصہ بیان فرمایا اس پر سیدنا واہب نے فرمایا کہ بخدائے لایزال سیدنا ابراہیم علیہ السّلام نے مجھے بھی یہی بشارت دی ہے میں آپ کا منتظر تھا یہ دستور نہیں ہے کہ بیٹی والا خود پیغام لے کر جاوے مگر حق الیقین تھا کہ جب مجھے بشارت ہوئی ہے تو آپ کو ضرور ہوگی۔

نکاح

روایت ہے کہ سیدنا وہب نے اپنی خاندان والوں کو جمع کیا۔ اور باقاعدہ اُس شریعت کے موافق نکاح ہو گیا اس وقت چند لڑکیوں نے دف بجا کر چند اشعار عربیہ بطور مبارک باد پڑھے یہ ناچیز اُن اشعار کا ترجمہ ہندی ہی کر کے ہدیہ مؤمنین کرتا ہے۔

رب نے کہسی کا دن دکھلایو
اچھی گھڑی سے بیاہ رچایو

عبداللہ کو دولہا بنایو
نور کا سہرا سیس بندھایو

نوبت باجی دین نبی کی
ہر ڈنکے نے آنکھ جگایو

آمنہ بی بی بھاگ تہارے
جگ داتا نے نبی بنایو

جیا کہن دُولہا آیو دَوارے
نور خدا کا ہر سُو چھایو

خطبہ نکاح کے بعد درُود شریف

بعد رخصت ہونے کے پہلے خانہ کعبہ میں لے گئے اور دولہا دُولہن کو طواف کرا کر کے مقام ابراہیم پہ دو دو رکعت نماز پڑھوائی بعد نماز یہ درُود محمود عبرانی سو سو مرتبہ پڑھوایا۔ درُود یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی یَرُدُہٗ طَعَنْ اَھرنُودُہٗ طَعَنْ عَلَعُ ادنی اَغفِرلِیْ ط

شاعری

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے چند یہ اشعار ہیں جن کو الصلاح صفدی نے اپنے تذکرہ میں بیان کیا ہے۔

لقد حکم السارون فی کل بلدۃٍ
بان لنا فضلا علیٰ سادۃ الارض

وَان ابي ذو المجد والسّود والّذی
یشار بہ ما بین بسرالیٰ حفض

وجدّی و آباء لہ ایلوا العلی
قدیما یطلب العرف والحسب المحض

(مسالک الحنفاء)

ترجمہ:۔ ہر شہر کے باشی مانتے ہیں کہ ہمیں زمین پر تمام سرداران پر فضیلت ہے۔ میرا والد بزرگی اور سیادت کا مالک ہے لبسر و حفض تک اُسی ہی کی شرافت کے ڈنکے بج رہے ہیں اور دادا ایسے ہی تمام اجداد بلند قدر ہیں اور قدیم سے خالص حسب ونسب والے اور نیکی کے متوالے ہیں۔

فائدہ ممکن ہے دیگر اشعار بھی ہوں لیکن حضرت عبداللہ کی شاعری سے ان کی توحید و دین حق کی دلیل دانی ہے لیکن اس کے لیے جو بصیرت قلبی سے سرشار ہے ورنہ ع

دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے۔

وفات حضرت عبداللہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے وصال فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) وفات کا واقعہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں ہے۔

مزار آپ کا مزار مسجد نبوی شریف کے غربی جانب تھی۔ مسجد نبوی کی توسیع کے دوران وہاں سے مزار کو اکھیڑا گیا۔ اسی سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جسد اقدس صحیح و سالم پایا گیا جس کی تفصیل اخبارات میں بھی آئی تھی۔ اگلے سفحہ میں ملاحظہ ہو۔

الحاج مولانا محمد علی شیخ الحدیث جامعہ شیرازیہ لاہور

فرماتے ہیں فقیر نے ۱۹۶۸ء میں حضرت عبداللہ کا مزار اپنی آنکھوں سے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا اور آپ سے محبت کرنے والے وہاں جا کر ان کے وسیلہ سے دعا مانگتے دیکھے آپ کے مزار اقدس کے باہر سلطان محمود غزنوی [ع] کا نصب کردہ ایک قطعہ موجود تھا جس میں تحریر تھا۔ اے صاحب قبر! آپ کے حضور کمینہ محمود کھڑا ہے آپ اپنے صاحبزادے حضرت محمد رسول اللہ صلی

ع موصوف نے غزنوی کا لفظ از خود بڑھایا ہے یہ محمود ترکی بادشاہ ہے نہ غزنوی۔

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری سفارش کر دیں تاکہ میری بخشش ہو جائے۔
عبد اللہ نام کے تو لاکھوں ہوں گے مگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا والد کہلانے کا حق صرف انہیں کو حاصل ہے (نور العینین ص ۱۵۱)

پرانے حجاج وزائرین مدینہ

نجدی حکومت کی مزارات دشمنی سے پہلے تمام زائرین مدینہ تقریباً یہی گواہی دیتے ہیں بلکہ وہ مزار پر جاکر مزارات جنت البقیع کی طرح مزار عبد اللہ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے چنانچہ مصر کی ایک مطبوعہ " ادعیہ زیارۃ المدینۃ المنورۃ ،، ص ۲۹ مطبع عبد الحمید حنفی شارع المشہد الحسینی رقم ۱۸ صندوق ۱۳۷ پر ہے۔

ثم یزور سیدنا عبد اللہ ابا رسول اللہ ویقول السلام علیک یا ابا رسول اللہ السلام علیک یا ابا نبی اللہ السلام علیک یا ابا حبیب اللہ السلام علیک یا ابا المصطفیٰ السلام علیک یا ابا سید المرسلین وخاتم النبیین السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر رسول اللہ کے والد کی زیارت کرے اور کہے اے رسول اللہ کے باپ اسلام علیکم اے نبی اللہ کے باپ اے حبیب اللہ کے باپ، اے مصطفیٰ کے باپ، اے سید المرسلین کے باپ، اے خاتم النبیین کے باپ السلام وعلیک اور ہم پر سلام اور تمام نیک بندوں پر۔

ایسے ہی ہند و پاک کے پرانے سفرنامے اس کے گواہ بیشمار ہیں۔

حضرت عبداللہ ولی اللہ

عام آدمی کا جسم تین دن کے بعد قبر میں جلنے سڑنے شروع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی کی نماز جنازہ نہ ہوئی ہو تو تین دن پڑھ سکتے ہیں یہ گلنا سڑنا کفار و مشرکین کے لیے تو ہے ہی لیکن اہل اسلام و صاحب ایمان میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اولیاء اللہ کو مستثنیٰ کر کے بہت سے نیک لوگوں کے اجساد قیامت تک محفوظ ہوتے ہیں۔

فائدہ

تقریباً پندرہ سو برس بعد حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک قبر اطہر سے صحیح حالت پر برآمد ہوا اور سات صحابہ کرام کے جسد مبارک بھی اصل حالت میں تھے۔

کرامت عبداللہ

کراچی ۲۰ فروری (ج۔ک) یہاں پہونچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسم مبارک جن کو دفن کئے تقریباً چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح اور سالم حالت میں برآمد ہوا ہے علاوہ ازیں صحابی رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم حضرت مالک بن سنانی کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجساد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے ہیں۔ جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ دفنا دیا گیا ہے جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اُن کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت ہی تر و تازہ اصلی حالت میں تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ر پاکستان) ۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء)

فائدہ یہ گواہی اس فرقہ (نجدی، وہابی) سے دلوائی گئی جو کل کائنات اور حیاۃ ومماۃ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مر کر مٹی میں مرنے والا سمجھتے ہیں۔

انتباہ اس سے ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ ولی اللہ ہوئے یا کافر ومشرک معاذاللہ۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

سیّدہ طیبہ طاہرہ ام امام الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان ونجات میں شک وشبہ میں رہنا انتہائی بدبختی کی علامت ہے اس لیے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تو حضور علیہ السلام کی زیارت نہیں کی لیکن سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو دورانِ حمل سے لے کر تا وفات خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان گنت کمالات ومعجزات دیکھے ان میں بعض ایسے معجزات بھی ہیں جنہیں مخالفین بھی صحیح مرفوع متصل مانتے ہیں۔

یاد رہے کہ فقیر نے حضرت امام جلال الدین سیّوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے رسالہ "الدّر الکامنہ فی ایمان اٰمنہ" کا نام ان کی بعض تصانیف میں پڑھا تو نہ ملا۔ اس کتاب کی تلاش میں حرمین طیبین کے اکثر کتب خانوں جاکر پوچھا۔ نہ ملا۔ اس کتاب "اللاٰلی لکامنہ فی ایمان عبداللہ وآمنہ" کی تالیف میں سے علیحدہ بی بی آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ذکرِ خیر میں غیر ارادی طور طوالت ہوگئی۔ اسے علیحدہ تصنیف قرار دے کر اس کا نام الدرۃ الکامنہ فی ایمان اٰمنہ" رکھا۔ فقیر اپنے اس رسالہ سے تلخیص عرض کرتا ہے۔

مجموعہ احادیث وکتب سیر وموالید سے وہ روایات جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں تشریف لانے

سے لے کر تا وصال آمنہ ہمارے موقف کی تائید کے لیے کافی ہیں۔ وہ روایات اکثر صحاح کی ہیں اور ایسی بھی ہیں جن سے مخالفین اپنی بعض ضروریات کے لیے استدلال کرتے ہیں فقیر چند نمونے عرض کرتا ہے۔

نورانی انتظام | "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" کے ارشاد برحق پر ہمارا ایمان ہے وہی نور اٹھارہ ہزار عالم میں علوی عوالم سے سیر کرتے ہوئے عالم سفلی کے قریب پہونچے جس کی خبر خود صاحب خبر صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔

میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

(المواہب اللدنیہ صنا جلدا، زرقانی شریف ص جلدا، جواہر البحار ص۷۶، انوار المحمدیہ ص۹) نشر الطیب ص۷، تفسیر روح البیان ص۳۷ جلد ۲، حجۃ اللہ علی العالمین ص۲۱۶)

نور کی ماں | صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا۔

اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِکَ۔ یا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنی ذات وصفات کے متعلق فرمایئے تو حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَبُشْرٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَاَتْ اُمِّیْ حِیْنَ حَمَلَتْ بِیْ

میں نے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بشارت ہوں اور جب میری

اَنَّہٗ خَرَجَ مِنْھَا نُوْرًا اَضَاءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ ط

والدہ ماجدہ مجھ سے حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور کا ان سے ظہور ہوا۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے یعنی وہ نور میں ہوں۔

(دلائل النبوت بیہقی ص۱۱۰ جلد ۱، دارمی شریف ص۱۷ جلد ۱، خصائص الکبریٰ ص۱۱۴ جلد ۱، تفسیر ابن کثیر ص۳۶ جلد ۴، زرقانی شریف ص۱۱۶ جلد نمبر ۱۔ جواہر البحار ص۱۴۴، ص۱۹۱، سیرت حلبیہ ص۷۷ جلد ۱، البدایہ النہایہ لابن کثیر ص۲۷۵ جلد ۲ سیرت النبویہ للدحلان ص۲۷، مشکوٰۃ شریف ص۵۱۳)

فائدہ جس خوش قسمت ماں کو ایسے نور عالی کی امانت سپرد ہوئی اس کے لیے ایسے ویسے گمان رکھنا بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے اسی نور کو جس بشریت کے خمیر مبارک میں جگہ ملی۔ اس کی گرد کعبہ و بیت المعمور اور عرش سے افضل و اعلیٰ ہے اس پر مخالفین کو اتفاق ہے تو کیا اس نور کی ماں ایمان جیسی دولت سے محروم کجھی جائے توبہ توبہ۔ استغفر اللہ!

نور کا ظہور بی بی آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ لَمَّا وَلَدْتُہٗ خَرَجَ مِنْ فَرْجِیْ نُوْرٌ اَضَاءَ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ ط۔

ترجمہ: جب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے جنا تو مجھ سے نور نکلا جس سے اُن کے سامنے کے محلات روشن ہو گئے (خصائص الکبریٰ ص۱۱۶ جلد ۱، مواہب اللدنیہ ص۲۲، زرقانی۔

ایضاً سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رَاَیْتُ کَاَنَّ شِھَابًا خَرَجَ مِنِّیْ اَضَاءَتْ لَہُ الْاَرْضُ ط

ترجمہ :۔ میں نے دیکھا کہ مجھ سے روشن ستارہ ظاہر ہوا جس سے پوری زمین منور اور روشن ہو گئی ۔

(خصائص الکبریٰ صـ ۱۱٦ جلد ۱، المواہب اللدنیہ صـ ۲۳ ج۱، سیرت حلبیہ صـ ۷۸ جلد ۱)

ایضاً بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لَمَّا انْفَصَلَ مِنِّي خَرَجَ مَعَهُ نُوْرٌ اَضَآءَ لَهُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ط

ترجمہ :۔ جب حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم پیدا ہوئے تو اُن سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی ۔ (مواہب اللدنیہ صـ ۲۲ جلد ۱، خصائص الکبریٰ صـ ۱۱۵ جلد ۱، زرقانی سیرت حلبیہ صـ ۹۱ جلد ۱، انوار المحمدیہ صـ ۱٦ البدایہ والنہایہ صـ ۲٦۴ جلد ۲، ما ثبت بالسنۃ صـ ۵۳)

فائدہ چونکہ مخالفین کو نور سے چِڑ اور ضد ہے اسی لیے وہ ان روایات کو پڑھتے لکھتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔ ہم فخراً عرض کر رہے ہیں کہ جس نور کی حامل ماں نے ایسے جلوے دیکھے۔ اُسے ایمان سے محروم سمجھنا اپنے ایمان کی محرومی کے سوا کچھ اور نہیں

گواہیاں ہم تو روایات مذکورہ کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں لیکن مخالفین نہ مانیں تو ہاں۔ اگر ان کے لیے ایسے لوگوں کی گواہی پیش کرتے ہیں کہ جن کو وہ مانتے ہیں کہ اُن کی بات حق اور سچ ہے۔

محدّث ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی گواہی آپ اپنی کتاب الوفاء باحوال المصطفےٰ میں روایت درج فرماتے ہیں کہ

اِنَّ اُمَّہٗ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْہُ نُوْرًا اَضَآءَتْ مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ ؕ

بے شک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ جب انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنا۔ تو حضور کے نور سے شام کے محلات منوّر اور روشن ہو گئے۔

(کتاب الوفاء ص۳۶ جلد۱، ص۹۴ جلد۱، سیرت حلبیہ ص۹۲ جلد۱، دلائل النبوت للبیہقی ص۶۹ جلد۱، مواہب اللدنیہ ص۲۲ جلد۱، انوار المحمدیہ ص۱۹، زرقانی شریف ص۲۷ جلد۱، ماثبت من السنۃ ص۵۳، مجمع الزوائد ص۲۲۲ جلد۸، اصاف الراغبین ص۱۰)

محدّث بیہقی علیہ الرحمۃ کی گواہی

آپ نے فرمایا کہ بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

اِنِّیْ رَأَیْتُ خَرَجَ مِنِّیْ نُوْرٌ اَضَآءَتْ لَہٗ قُصُوْرُ الشَّامِ ؕ

(دلائل النبوۃ ص۲۹۵ جلد۱)

میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور نکلا ہے جس سے میں نے شام کے محلات کو روشن اور منوّر ہوتے دیکھا ہے۔

گواہی دیوبندیوں کے مفسر اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں لکھتے ہیں کہ حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔

کذا فی سیرۃ ابن ھشام (نشر الطیب ص۱۷)

وہابی کی گواہی

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے دیکھا کہ مجھ سے ایک نور نکلا ہے جس سے میں نے شام کے شہر بصریٰ کے محلات دیکھ لیئے (سیرت مصطفےٰ ص۱۴۷ جلد۱)

۲۔ بے شک رسول اللہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی والدہ ماجدہ نے

بھی آپ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے (سیرت المصطفےٰ امت ۱۴۷ جلد ۱)

فائدہ گواہیاں تو زبردست ہیں لیکن ہمارا مدّعا علیہ ضدی ہے ماننے گا پھر بھی نہیں۔ لیکن کل قیامت میں ضرور مانے گا لیکن وہاں کا ماننا فائدہ نہ دے گا۔

شاہی انتظام حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا نور مبارک سیّدنا آدم علیہ السّلام سے سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مبارک اور پاک پشتوں اور رحموں سے منتقل ہوتا ہوا جب حضرت سیّدہ آمنہ کے صدف رحم میں قرار پکڑا وہ رات جمعہ کی رات تھی اللہ تعالیٰ نے رضوان خازنِ جنت کو حکم دیا کہ جنۃ الفردوس کھولے اور منادی کرنے والے فرشتے کو حکم دیا کہ وہ آسمانوں اور زمین میں پکار دے کہ اے ساکنان آسمان وزمین سن لو۔ اور آگاہ ہو جاؤ کہ نبی آخر الزمان ہادی دو جہان کا نور آج رات اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں قرار پکڑے گا اور پھر آدمیوں کی طرف ایسے حال میں ظہور فرمائے گا کہ وہ بشیر و نذیر ہو گا۔

ملکوت میں منادی اس کے بعد عالم ملکوت وجبروت پہ یہ ندا کی گئی کہ مقاماتِ مقدّسہ ومشرفہ کو معطّر اور نہایت خوشبودار بناؤ اور مقربین ملائکہ صوفیہ جو اہلِ صدق وصفا ہیں وہ مقامات مقدسہ میں عبادت کے مصلّے بچھائیں اس لئے کہ آج وہ نور جو آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اصلاب طاہرہ میں مستور و مخفی چلا آتا تھا۔ سیّدہ آمنہ جو اپنی قوم کی تمام عورتوں سے حسبًا ونسبًا اصلًا وفرعًا حسنًا و

جمالاً افضل واطیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ فخر اور عزت وعظمت عطا فرما کر مخصوص کیا ہے۔ کے بطن مبارک میں منتقل ہوا ہے (زرقانی علی المواہب صـ۱۰۵ جلد ۱)

دُنیا کی رونق

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حمل کی رات کوئی ایسی جگہ اور مکان نہ تھا جو نور سے منوّر نہ ہوا اور قریش کے تمام چوپائے گویا ہو گئے تھے اور یہ کہتے تھے ربّ کعبہ کی قسم۔ رسُول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دنیا کی امان اور اہل دنیا کے آفتاب ہیں اُن کا حمل ٹھہر گیا ہے اور دُنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اور بُت صُبح کے وقت اوندھے پائے گئے مشرق ومغرب کے وحشی، چرند وپرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو بشارت دی۔
(زرقانی علی المواہب صـ۱۰۸ جلد ۱)

زمین سرسبز وشاداب ہو گئی۔ سُوکھے درخت ہرے اور پھل دار ہو گئے قریش جو سخت تنگی میں مُبتلا تھے ہر طرف سے کثیر خیر کے آنے سے خوش حال ہو گئے اس قدر خیر وبرکت ہوئی کہ اس سال کا نام سنۃ الفتح والا تبہاج (یعنی فتح وتر وتازگی وخوش حالی کا سال رکھا گیا۔
(مواہب معہ زرقانی صـ۱۰۵ وخصائص الکبریٰ صـ۵۷ جلد ۱)

فائدہ

یہ سنۃ الفتح والا تبہاج ہماری ایسی قوی اور مضبوط دلیل ہے۔ جسے مخالفین کو جھٹلانے کی جرأت ہو سکتی ہی نہیں اور نہ ماننا تو اُن کا ازلی مقسوم ہے۔

آمنہ کا خواب

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ اِنَّ اُمِّی رَأَت فِی مَنَامِھَا اِنَّ الَّذِی فِی بَطْنِھَا نُوْرٌ (مواہب ص۱۰۲ جلد ۱)

پھر میری والدہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے پیٹ میں نور ہے۔

نورِ شکمِ آمنہ میں

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ مدّتِ حمل میں مجھے کسی قسم کی ذرّہ بھر کوئی تکلیف یا کوئی شکایت یا اِن چیزوں کی خواہش جو حاملہ عورتوں کو ہوا کرتی ہے نہیں ہوئی۔ بلکہ طبیعت میں فرحت، جسم میں خوشبو اور چہرے میں چمک پیدا ہوگئی اور میں نے کسی عورت کے حمل کو نہیں دیکھا جو اس حمل سے زیادہ خفیف اور برکت میں اس سے زیادہ عظیم ہو (زرقانی علی المواہب ص۱۰۹)

ھٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِیْبِ بِہٖ
وَلَیْسَ فِی حَمْلِھَا کَوْبٌ وَلَا ضَرَرٌ

ترجمہ:۔ بے شک حبیب کی والدہ اس حبیب کے ساتھ حاملہ ہوگئی اور اس حمل میں کسی قسم کی نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ کوئی نقصان۔

دوسرا خواب

فرماتی ہیں کہ خواب میں کسی کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ تم سیّد العالمین خیر البریہ اور اس اُمت کے نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو؟ جب وہ پیدا ہوں تو اُن کا نام محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) رکھنا اور یہ تعویذ اُن کے گلے میں ڈال دینا۔ جب میں بیدار ہوئی تو ایک سونے کا صحیفہ میرے سر کے پاس پڑا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

اُعِیْذُہٗ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ
مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

ترجمہ :۔ اس اللہ تعالیٰ (جو ذات وصفات میں) یکتا و بے نیاز ہے کی ہر حاسد کے شر سے محمدؐ (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم) کی حفظ و نگہبانی چاہتی ہوں۔

وَكُلِّ خَلْقٍ رَائِدٍ
مِنْ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ

ترجمہ :۔ اور ہر اس مخلوق سے جو بدی کا طالب ہے وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو اس کے شر سے حفظ و آمان چاہتی ہوں۔

عَنِ السَّبِيلِ عَانِدٍ
عَلَى الفَسَادِ جَاهِدٍ

ترجمہ :۔ اور اس سے جو سیدھے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور فساد پر آمادہ ہے (دلائل النبوۃ بیہقی ص۔ وابو نعیم ص۔، خصائص الکبریٰ ص۴۲ جلد ۱ مواہب معہ زرقانی ص۱۰۶ جلد ۱ وغیرہ وغیرہ)

مِنْ نَافِثٍ أَوْ عَاقِدٍ
وَكُلِّ خَلْقٍ مَارِدٍ

ترجمہ :۔ اور جادو گر سے جو گرہوں میں سحر پھونکتا ہے اور اس مخلوق سے جو سرکش و نافرمان ہے۔

ناظرین | جس ماں کو ایسے ناظر نصیب ہوتے ہوں وہ ایمان اور توحید سے خالی رہے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ضدّی لا علاج ہوتا ہے۔ اُسے نہ چھیڑا جائے تو بہتر ہے۔ ہمیں تو اُن خوش بختوں سے اپیل ہے جو حبیب خدا کو حبیب خدا (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) مانتے ہیں

وصال عبداللہ پر آمنہ کا مرثیہ

احادیث و تواریخ میں ہے کہ ابھی حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ قریش کے چند تاجروں کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام گئے واپسی کے وقت کھجوریں خریدنے کے لیے مدینہ میں اُترے وہیں بیمار ہو گئے وہیں انتقال فرما گئے۔ آپ کی وفات پر سیّدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے۔

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنِ ابْنِ هَاشِمٍ
وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

ترجمہ :۔ بطحا کی زمین آل ہاشم (عبداللہ) سے خالی ہو گئی اور وہ کفن میں لپٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دُور قبر میں چلے گئے ہیں۔

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَاَجَابَهَا
وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمِ

ترجمہ۔ موت نے ان کو اچانک پکارا اور انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ افسوس موت نے ابن ہاشم (عبداللہ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہیں چھوڑا۔

عَشِيَّةَ رَاحُوا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهٗ
تَعَاوَرَهٗ اَصْحَابُهٗ فِي التَّزَاحُمِ

ترجمہ :۔ اُن کے دوست شام کے وقت اُن کا جنازہ محبّت و پیار سے اُٹھا کر چلے تو از راہ محبت وہ باری باری کندھا دیتے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

فَاِنْ یَکُ غَالَتْہُ الْمَنَایَا وَرَیْبُہَا
فَقَدْ کَانَ مِعْطَاءً کَثِیْرًا التَّرَاجُمِ

ترجمہ: اگرچہ موت اور اس کے اسباب نے عبداللہ کو اچانک پکڑ لیا ہے (مگر ہم اُن سے جدا ہو گئے) جو بلاشبہ بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ مہربان و پیار کرنے والے تھے (طبقات ابن سعد ص۱۰۰ جلد ۱)

دُرِّ یتیم کا کفیل

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ کی وفات ہوئی ملائکہ نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار تیرا نبی یتیم ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا حافظ و مددگار ہوں۔ (مواہب و زرقانی ص۱۱۵ جلد ۱)

نکتہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو اس لیے یتیم کر دیا گیا (اور سارے سہارے توڑ دیئے گئے تھے) تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ کی سر بلندیاں فلاں شخص کی شرمندہ احسان ہیں (مواہب، زرقانی، خصائص کبریٰ ص۴۷)

ظہور نور کیلئے نورانی انتظام

تفصیلی واقعات تو کتب میلاد شریف میں ہیں یہاں چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں تاکہ ایمان تازہ ہو۔ روایات میں ہے کہ جب دعائے خلیل اور نوید مسیحا کے مجسم بن کر ظاہر ہونے کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور آفتاب کو عظیم نورانیت کا لباس

پہنا دو۔ تاکہ اس کی روشنی اور زیادہ ہو (دلائل النبوت، خصائص کبریٰ ص۴۷ جلد۱ زرقانی علی المواہب ص۱۱۱ جلد۱)

مریم آسیہ اور حوریں

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی پیدائش کا وقت قریب آگیا تو اُس وقت حضرت عبدالمطلب کعبہ میں تھے اور میں گھر میں اکیلی تھی مجھ کو دردِ زہ ہو رہا تھا کہ میں نے ایک ہولناک آواز سُنی جس سے میں ڈر گئی اور مجھ پر خوف طاری ہوا۔ اُس وقت ایک سفید پرندہ ظاہر ہوا۔ اُس نے اپنا بازو میرے سینے پر پھیرا۔ جس کے پھیرتے ہی میرا سب درد اور خوف وغیرہ جاتا رہا۔ پھر میں نے اپنے پاس ایک سفید چیز کا بھرا ہوا پیالہ دیکھا جس کو میں نے دُودھ گمان کیا اُس وقت مجھے پیاس بھی تھی میں نے اُس کو پی لیا۔ پھر ایک نور سا ظاہر ہوا تو میں نے اپنے پاس چند عورتوں کو پایا۔ جو قد و قامت اور حُسن و جمال میں عبد مناف کی بیٹیوں کی مثل یعنی بہت حسین جمیل تھیں انہوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا اور میں حیران تھی کہ یہ کون ہیں اور ان کو کس شخص نے میرے حال کی خبر دی ہے کہ میرے پاس آئی ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم آسیہ (فرعون کی بی بی) اور مریم (عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ) ہیں اور یہ ہمارے ساتھ جنت کی حوریں ہیں پھر میں نے مردوں (یہ ملائکہ تھے جو مردوں کی شکل میں متشکل تھے) کو دیکھا کہ ہوا میں بسلسلہ ولادت تعظیماً کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کی ابریقیں ہیں پھر میں نے پرندوں کے جھنڈ دیکھے۔ جنہوں نے آکر میرے حجرہ کو ڈھانپ لیا اُن کی چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اُٹھا دیئے تو میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میں نے تین جھنڈے

دیکھے ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا کعبہ شریف پر قائم تھا۔
(زرقانی علی المواہب ص ۱۱۲ جلد ۱)

پیدا ہوتے ہی عالم ملک و ملکوت

آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک ایسا نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا اور آپ کے ساتھ کسی قسم کی آلودگی نہیں تھی آپ نہایت ہی پاک وصاف طیب وطاہر تھے اور آپ سے ایسی پاکیزہ اور خوشبو ظاہر ہوئی کہ سارا گھر معطر ہو گیا اور پیدا ہوتے ہی آپ بہ تضرع سجدے میں چلے گئے اور آپ کی شہادت کی دونوں مبارک انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور باقی انگلیاں سب بند تھیں۔

۱۴ چودہ طبق کا مالک و مختار

بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے آسمان کی طرف سے ایک سفید نوری ابر آتا ہوا دیکھا جس میں سفید گھوڑوں کے ہنہناتے، طائروں کے بازوؤں کی حرکت اور فرشتوں کے کلام کی آواز آتی تھی اس نے آکر آپ کو ڈھانپ لیا اور مجھ سے غائب کر دیا پھر میں نے سنا کہ کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ آپ کے روئے زمین اور اس کے مشارق و مغارب کا

طواف اور ساتوں دریاؤں کی سیر کراؤ اور ہر ذی رُوح جن وانس وحوش وطیور اور ملائکہ کے سامنے پیش کرو۔ تاکہ تمام مخلوق آپ کو اور آپ کے نام کو اور آپ کی صفات حسنہ کو پہچان لے اور آپ کو آدم علیہ السّلام کا خلق، شیث علیہ السّلام کی معرفت نوح علیہ السّلام کی شجاعت، ابراہیم علیہ السّلام کی خلت، اسماعیل علیہ السّلام کی زبان، اسحاق علیہ السّلام کی رضا صالح علیہ السّلام کی فصاحت، لوط علیہ السّلام کی حکمت یعقوب علیہ السّلام کی بشارت، موسیٰ علیہ السّلام کی شدت وقوت، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السّلام کی اطاعت، یوشع علیہ السّلام کا جہاد، داؤد علیہ السّلام کی آواز، دانیال علیہ السّلام کی حب، الیاس علیہ السّلام کا وقار یحیٰ علیہ السّلام کی عصمت، عیسٰے علیہ السّلام کا زہد عطا کردار اور تمام انبیائے کرام (علیہم السّلام) کے اخلاق میں غوطہ دو۔ تاکہ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کے صفات آپ میں جمع ہوں۔ پھر وہ ابر ہٹ گیا۔ تو میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ آپ سبز رنگ کے ریشم کو پکڑے ہوتے ہیں جو رسی کی مانند لپٹا ہوا تھا اور اس سے پانی نکل رہا تھا اور یکایک آواز آئی کہ بخ بخ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ساری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے اور کوئی مخلوق ایسی نہیں جو آپ کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔

غیبی فرشتے

حضرت آمنہ فرماتی ہیں پھر میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا پایا اور آپ کے جسم سے نہایت پاکیزہ اور تیز خوشبو مہک رہی تھی۔ پھر میں نے تین آدمی دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس نے حریر کو پھیلایا اور اس

میں سے ایک ایسی مہر نکالی، جس کا نور اتنا تیز تھا کہ آنکھوں میں اس کے تاب نہیں تھی دیکھنے والے کے لیے۔ پھر اس لوٹے سے آپ کو سات بار غسل دیا اور اسی مہر سے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی اور حریر میں آپ کو لپیٹ کر اٹھایا اور ایک ساعت اپنے بازوں پر رکھا پھر مجھے دیا اور غائب ہو گئے (زرقانی ص ۱۱۳ جلد ۱، خصائص کبریٰ ص ۴۸ جلد ۱)

کلی علوم کا عالم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے کان میں رضوان خازنِ جنان نے کہا۔ اے محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو بشارت ہو کہ کسی نبی کا علم ایسا نہیں رہا۔ جو آپ کو نہ دیا گیا ہو آپ علم میں کُل انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہیں اور قلبی طاقت وقوت میں ان سب سے زیادہ قوی و شجاع ہیں (زرقانی علی المواہب جلد ۱ ص ۱۱۵، خصائص کبریٰ ص ۴۹ جلد ۱)

چھ خصوصیات

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فرماتی ہیں کہ ولادت کے بعد میں نے آپ کی چھ چیزیں دیکھیں۔

۱۔ اوّل آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔

۲۔ سجدہ سے سر اٹھا کر بزبان فصیح فرمایا۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰـهِ۔

۳۔ آپ کے نور سے سارا گھر روشن ہو گیا۔

۴۔ میں نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو غیب سے آواز آئی۔ اے صفیہ تو غسل کی تکلیف نہ کر، ہم نے ان کو پاک وصاف پیدا کیا ہے۔

۵۔ میں نے چاہا کہ آپ کو کُرتہ پہناؤں تو میری نظر آپ کی پُشت مبارک

پر پڑی تو اس پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط لکھا ہوا تھا۔
(شواہد النبوت صـ ۲۵)

۶۔ میں نے اس خیال سے کہ لڑکی ہے یا لڑکا، دیکھا تو آپ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقیفہ رضی عنہما فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت کے وقت میں خانہ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے معمور ہو گیا اور ستارے زمین سے اس قدر قریب ہو گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ (زرقانی علی المواہب صـ ۱۱۶ جلد ا، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر خصائص کبریٰ صـ ۴۵ جلد ا)

کعبہ کا کعبہ

عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ شب ولادت میں کعبہ میں تھا قریب وقت سحر میں نے دیکھا کہ کعبہ نے مقام ابراہیم کی طرف سجدہ کیا اور تکبیر کہی (یعنی سجدۂ شکر ادا کیا کہ مجھ کو بتوں اور مشرکوں سے پاک کرنے والا آ گیا ہے) اور تمام بت جو کہ کعبہ اور اس کے ارد گرد نصب کئے ہوئے تھے اوندھے گر گئے جب سب سے بڑا بت جس کا نام ہبل تھا منہ کے بل گرا تو اس کے اندر سے آواز آئی کہ آگاہ ہو پیغمبر آخر الزمان پیدا ہو گئے اور ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے (شواہد النبوۃ صـ ۲۵، معارج النبوۃ صـ ۵۵، جلد ۲)

زلزلہ

ایوان کسریٰ (جو دنیا کی مضبوط ترین عمارتوں میں سے تھا) اس میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ (۱۴) مینارے زمین پر گر گئے بحیرہ ساوہ دفعتہ خشک ہو گیا فارس کا آتش کدہ جو ایک ہزار سال سے روشن تھا (جس میں مجوسی (پارسی آگ کی پوجا کرتے تھے) یک دم بجھ گیا شیاطین

کا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا (ابن عساکر، زرقانی، علی المواہب صفحہ ۱۲۱ جلد ۱،
خصائص کبریٰ صفحہ ۵۱، جلد ۱)

کسریٰ کا خواب

کسریٰ بادشاہ اپنے محل کے پھٹ جانے اور چودہ کنگروں کے گر جانے اور آتش کدوں میں آگ کے بجھ جانے سے بہت خائف اور سخت مضطرب ہوا صبح اس نے اپنے دربار کے تمام کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کر کے یہ واقعہ ان کے سامنے پیش کیا۔ تو بہت بڑے قاضی اور نجومی جس کو موبد کلاں کہتے تھے اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ عرب کے بے مہار شتر عربی گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لا رہے ہیں یہاں تک کہ وہ دجلہ پار کر کے فارس (ایران) کے تمام شہروں میں پھیل گئے ہیں اس خواب کو سنکر بادشاہ اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ تو اس نے نعمان بن منذر والیٔ یمن کو لکھا کہ ایک بہت ہوشیار نجومی میرے پاس بھیجے جو میرے سوالات کا بالکل صحیح جواب دے سکے۔ اس نے عبدالمسیح بن عمرو غسانی کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے ان حوادث کا حال اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ان کا جواب میرا ماموں سطیح جو بہت ہی بڑا کاہن اور جس کی عمر تقریباً چھ سو سال ہے وہ دے گا۔ بادشاہ نے کہا جاؤ اور اس سے پوچھ کر جلدی

لے ساوہ بلاد فارس ہمدان دترے کے نزدیک عین وسط میں ایک شہر تھا وہاں ایک قطعہ آب تھا جو بحیرہ ساوہ کہلاتا تھا یہ بحیرہ چھ میل لمبا اور اتنا ہی تقریباً چوڑا تھا اس کے کنارے پر بہت سے معبد اور کنیسے تھے آپ کی ولادت کے وقت اس کا سارا پانی یکایک زمین پر جذب ہو گیا جس کی وجہ سے اہل ساوہ نہایت غمگین ہوئے (اویسی غفرلہ)

واپس آؤ۔ چنانچہ عبدالمسیح نے وہاں پہنچ کر اس کو قریب المرگ پایا۔ بادشاہ اور اپنی طرف سے سلام و نیاز پیش کیا لیکن کوئی جواب نہ پایا۔ بعد ازاں سطیح نے اپنا سر اٹھایا اور کہا اے عبدالمسیح تجھے کسریٰ نے اپنے ایوان کے میناروں کے گر جانے اور آگ کے سرد ہو جانے اور موبد کے خواب کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے اے عبدالمسیح بحیرہ ساوہ کا خشک ہو جانا اور آگ کا بجھ جانا وغیرہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ عرب میں صاحب التلاوت یعنی صاحب القرآن (نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پیدا ہوئے ہیں اور بادشاہ کے ایوان کے چودہ کنگروں کا گر جانا۔ اس طرف اشارہ ہے کہ چودہ حکمران تخت نشین ہوں گے اور پھر وہ سلطنت اُن کے ہاتھوں سے نکل جائے گی یہ کہہ کر سطیح مر گیا اور عبدالمسیح نے واپس آکر بادشاہ کو اس کا خواب سنایا۔ بادشاہ نے مطمئن ہو کر کہا چودہ بادشاہوں کے گزرنے کے لیے عرصہ دراز چاہیے مگر ہوا یہ کہ چار سال کے عرصے میں دس حکمران گزر گئے اور باقی چار امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں پورے ہو گئے اور لشکر اسلام نے اس کو فتح کر لیا اور یہ ملک اُمتِ رسولِ کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں آگیا (مدارج ص ٥١ وخصائص ص ٥١ جلد ١، وشواہد النبوۃ ص ٣٦)

یہودی کی بیہوشی

سیدتنا بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک ساہوکار یہودی تھا جس شب کو سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے تو وہ ساہوکار یہودی گھر گھر پوچھتا پھرتا تھا کہ لوگ لاعلمی کا اظہار کرتے۔ تو اُس نے کہا۔

وُلِدَ هٰذِہِ اللَّیْلَۃَ نَبِیُّ	آج اس اُمت کا نبی تشریف لے
هٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْاٰخِیرَۃِ	آیا ہے جس کے کندھوں کے درمیان
بَیْنَ کَتِفَیْہِ عَلَامَۃٌ"	ایک علامت ہے۔

(خصائص کبریٰ)

اُس کے کہنے کے مطابق لوگ مختلف مکانوں پر معلومات حاصل کرنے کے لیے گئے آخر کار ان کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اُس کا نام انہوں نے محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے لوگوں نے یہودیوں کو خبر دی تو اُس نے کہا میرے ساتھ چلو تاکہ اس بچے کو دیکھیں۔ پس وہ سرکار سیدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور یہودی نے کہا کہ میں بچہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب اُس نے حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور آپ کی پُشتِ انور کو دیکھا تو وہ یہودی بیہوش ہو کر گر پڑا جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا۔

وَاللّٰہِ ذَهَبَتِ النُّبُوَّۃُ مِنْ	خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت چلی
بَنِیْ اِسْرَآئِیلَ اَفَرِحْتُمْ بِہٖ	گئی۔ اے گروہ قریش! کیا تم اس
یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اَمَا وَاللّٰہِ	سے خوش ہو سنو بخدا تم پر وہ
لَیَسْطُوَنَّ بِکُمْ سَطْوَۃً یَخْرُجُ	ضرور غلبہ پائے گا اور اس کے غلبہ
خَبَرُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَی الْمَغْرِبِ۔	کی خبر مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی۔

(خصائص الکبریٰ ص۱۲۳-۱۲۴ جلد۱، دلائل النبوۃ ص۸۹ جلد۱، انوار المحمدیہ ص۱۷، المواہب اللدنیہ ص۲۳ جلد۱، زرقانی ص۱۲۰ جلد۱، ابن سعد، حاکم، بیہقی)

بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو دودھ پلانے کی غرض سے تین دن مکہ معظمہ میں ٹھہرنے کے بعد بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس الوداعی سلام کرنے اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ساتھ لے جانے کی غرض سے اجازت لینے گئیں فرماتی ہیں کہ میں نے ایسی خیر و برکت والا بچہ نہیں دیکھا۔ بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچہ سے پیار کیا اور مجھے عطا کر کے فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اُعِيْذُ بِاللّٰهِ ذِی الْجَلَالِ

مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَی الْجِبَالِ

ترجمہ: میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں ہر اس جسمانی بیماری و تکالیف سے جو لاحق ہونے والی ہیں

حَتّٰی اَرَاهُ حَامِلَ الْحَلَالِ

وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ اِلَی الْمَوَالِیْ

ترجمہ: یہاں تک کہ میں اُسے امر حلال کا حامل اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے والا دیکھوں

وَغَيْرِهِمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ

اور صرف غلاموں کے ساتھ نیکی ہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے ساتھ بھی نیکیاں کرنے والا دیکھوں۔

اور مجھ سے تاکید کی کہ اس بچہ کی طرف سے خبردار رہنا کیونکہ عنقریب

اس کی ایک شان ہو گی (طبقات ابن سعد ص ۱۱۱)

فائدہ ان اشعار کو پڑھیئے اور بار بار پڑھیئے کیا اس سے بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا توحید و دین حق پر ہونا محسوس ہوتا ہے یا نہ۔ لیکن جس کے ازل سے تالے بند ہوں اس کے کون کھولے۔

ایمان سے بولو جس ماں نے ایسے عجائبات و کمالات بلکہ اُن سے بڑھ کر آنکھوں سے دیکھے ہوں کیا اس کے ایمان پر کسی قسم کا وہم و گمان ہو سکتا ہے ہم ایک ولی اللہ کا کوئی کمال دیکھ لیں یا کسی عالم دین کے علمی دلائل سُن لیں تو ہم ایسے پختہ ایمان سمجھے جاتے ہیں کہ مخالف اسلام لاکھوں خلاف دلائل پیش کرے ہم اس کے دلائل اُس کے منہ پہ مار دیتے ہیں کیا رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ماں کا علم و عقل (معاذ اللہ) ہم سے کم تھا کہ وہ اتنے بڑے کمالات بھی دیکھتی رہی اور پھر بھی ایمان سے خالی گئی (معاذ اللہ)

یہ کسی احمق اور بیوقوف کا خیال تو ہو سکتا ہے اہل فہم و ذکاء ان کے ایمان و توحید کے سواءِ کسی اور بات کو ماننا تو درکنار سُننا بھی گوارہ نہ کرے گا۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مائیں

ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات دوسرے انبیاء و رسل علی نبینا و علیہم السلام کے ہر کمال سے اکمل و اتم ہے ہم دوسرے انبیاء علیہم السلام کی اُمہات کے متعلق تحقیق کریں تو وہ ایمان و توحید سے معمور و سرشار ہیں، چنانچہ حضرت امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہم اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی امہات کی جستجو کی تو ان سب کو مومن پایا۔ چنانچہ سیدنا اسحاق وموسیٰ وہارون وعیسیٰ علیہم السلام کی ماؤں اور حوا ام شیث علیہ السلام کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے بلکہ ایک قول یہ ہے کہ نبی بھی تھیں اور احادیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ اور حضرت یعقوب کی والدہ اور ان کی اولاد کی مائیں اور داؤد وسلیمان وزکریا و یحییٰ، شمویل وشمعون اور ذوی الکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان دار مذکور ہے اور بعض مفسرین نے ام نوح اور ام ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے اور اسے ابن حیان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے۔

فائدہ حاکم نے "المستدرک" میں صحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا۔ تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے مگر بارہ[۱۲] نبی۔ یعنی حضرت[۱] آدم حضرت[۲] شیث، حضرت[۳] نوح، حضرت[۴] ہود، حضرت[۵] صالح، حضرت[۶] لوط، حضرت[۷] ابراہیم، حضرت[۸] اسماعیل، حضرت[۹] اسحاق، حضرت[۱۰] یعقوب، حضرت[۱۱] شعیب حضرت جناب سیدنا[۱۲] محمد صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ، علیہم اجمعین اور عوام بنی اسرائیل سب کے سب مومن تھے ان میں کوئی کافر نہ تھا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ان کے ساتھ کفر کیا جسے کفر کرنا تھا لہٰذا تمام انبیاء بنی اسرائیل کی مائیں سب کی سب مومنہ تھیں نیز اکثر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی اولاد یا ان کی اولاد نبی ہوتی تھی کیونکہ نبوت ان کے اسباط میں نسلاً بعد نسلاً ہوتی تھی جیسا کہ ان کی مشہور خبروں میں ہے۔

لیکن مذکورہ بارہ انبیاء غیر بنی اسرائیل علیہم السلام! تو ان میں سے

ام نوح، اُمِ ابراہیم، اُم اسماعیل، اُمِ اسحاق اور اُم یعقوب علیہم السلام کا ایمان یقیناً ثابت ہے باقی رہیں اُم ہود، اُم صالح، اُمِ لوط اور اُم شعیب علیہم السلام کا ایمان تو اس کے انکار کے لئے نقل یا دلیل کی حاجت ہے انشاء اللہ تعالیٰ اُن کا بھی ایمان دار ہونا ظاہر ہے لہٰذا اسی طرح نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایمان دار ہونا ہے اور اس ہی بعید یہ ہے کہ وہ نورِ مصطفےٰ کو دیکھتی تھیں اور یہ حدیث میں وارد ہے. جس کی تفصیل ہم نے پہلے عرض کر دی ہے۔

اُمہات الانبیاء کی

(علامات ایمان)

جتنا علامات ہم نے بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذکرِ خیر میں سابقاً عرض کی ہیں اسی طرح ولادت انبیاء علیہم السلام کے وقت تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی تھیں اور مثلاً رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا حالتِ حمل ولادت کے وقت وہ نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ایسے ہی نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا حالتِ حمل و ولادت میں بکثرت نشانیاں دیکھنا اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اُمہات کو بی بی آمنہ نے دیکھا جیسا کہ اس بارے میں "کتاب المعجزات" میں خبریں ہمیں سیراب کرتی ہیں.

یہ جملہ اُمور اس امر کی دلیل ہیں کہ دُوسرے انبیاء علیہم السلام کی اُمہات کی طرح حضور سرورِ عالم امام الانبیاء والامم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم

کی والدہ کریمہ مؤمنہ و موحّدہ ہوں ورنہ یہ بات کتنی ناموزوں ہوگی کہ دوسرے انبیاء علیہم السّلام کی مائیں تو اپنے صاحبزادوں کے ساتھ جنت الفردوس کے بلند و بالا محلّات میں اور ان کے امام و مقتداء کی ماں اُدھر دشمنانِ خدا ہوں۔

ایمان آمنہ کی صریح شواہد

دوسرے شواہد کی طرح سیّدہ آمنہ کے اشعار بھی آپ کے ایمان اور نجات بلکہ جنتی ہونے کے شواہد عدل کافی ہیں۔

۱۔ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم شفیعِ مُعظّم صلے اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کو حضرت حلیمہ کے واپس کرنے کے بعد آپ اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے دادا عبد المطلب کے واپس رہتے تھے جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اور اُم یمن کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ میں آپ کے دادا کے ننھیال خاندان بنو نجار کو ملنے گئیں تا کہ آپ کی ملاقات اُن سے کرائیں۔ کیونکہ حضرت عبد المطلب کی والدہ سلمٰی بنت عمرو خاندان نجار میں سے تھیں اس سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ رشتہ بہت دُور کا تھا۔ پھر اتنے دُور کے رشتہ داروں کی مُلاقات کے لیے اتنا بڑا سفر کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض مورخین کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے شوہر حضرت عبد اللّٰہ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئی تھیں اور بیٹے کو بھی باپ کی قبر کی زیارت کرانا مقصد تھا۔ حضرت اسماء بنت ابی ہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ حضرت آمنہ کی وفات کے وقت اُن کے پاس حاضر تھیں اس وقت حضرت محمّد (صلّے اللّٰہ علیہ و آلہ وسلّم) کی عمر پانچ چھ سال کی تھی آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ اپنی والدہ ماجدہ نے آپ کی طرف دیکھ کر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

بَارَکَ اللّٰہُ فِیکَ مِنْ غُلَامٍ

یَا بنَ الَّذِی مِنْ حَوْمَۃِ الحِمَامِ

ترجمہ:۔ اے بیٹے! اللہ تعالےٰ تجھے برکت دے تو اس کا فرزند ہے جس نے موت کی سختی سے ملک العلام کی مدد سے نجات پائی تھی۔

نَجَا بِعَونِ المَلِکِ العَلَّامِ

نودِی غَدَاۃَ الضَّرْبِ بِالسِّھَامِ

جب کہ صبح کے وقت عبد المطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لیے اس کے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور تمہارے باپ کا نام نکلا تھا تو فدا کیا گیا تھا۔

بِمِائَۃٍ مِنْ اِبِلٍ سُوَامٍ

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی المَنَامِ

ترجمہ:۔ اُن کے عوض ایک سو قیمتی اونٹوں کو، بیٹا جو کچھ میں نے خواب دیکھا تھا اگر وہ صحیح تھا۔

فَاَنْتَ مَبْعُوثٌ اِلَی الاَنَامِ

مِنْ عِنْدِ ذِی الجَلَالِ وَالاِکْرَامِ

ترجمہ: تو پھر تو جنّ والنس کی طرف مبعوث ہوا ہے اللہ تعالیٰ صاحب جلال اور صاحب اکرام کی طرف سے۔

تُبْعَثُ فِی الحِلِّ وَالحَرَامِ

تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیقِ وَالاِسْلَامِ

اور تو مبعوث ہوا ہے سرزمین حرام (مکہ معظمہ) اور حلال (کل زمین کی طرف اور تو مبعوث ہوا ہے حق و باطل کو ظاہر کرنے اور دین السلام

کو پھیلانے کے لئے۔

دِینُ اَبِیکَ البَرِّ ابراھَامِ

فَاللّٰہُ اَنْھَاکَ مِنَ الاَصنَامِ

وہ دین جو تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے وہ ابراہیم جو محسن اور مُطیع ہے اور اللہ نے تجھ کو "بتوں کی عبادت و نصرت" سے منع فرمایا ہے۔

اَنتَ اَلیھَا اِلَیٰ الاَقوَامِ

اور اس سے بھی منع کیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ مِل کر بتوں کی تعظیم اور ان کے لیے ذبح وغیرہ کرتے ہیں۔

خلاصہ اشعار بر شہادتِ ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا

اشعار سے مندرجہ ذیل شواہد حاصل ہوتے۔

۱۔ بی بی کا عقیدہ تھا کہ حضرت عبداللہ کے لیے سو اونٹ کا فدیہ قبول منجانب اللہ ہوا۔

۲۔ سچا خواب سچے لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں اور وہ حضور نبی علیہ السلام کی نبوت کے متعلق تھا۔

۳۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی شہادت اگرچہ قبل از بعثت کی گواہی ہے اور یہ بھی ایمان کے لیے کافی ہے اگر ورقہ و زید اور تبعّ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ایسی شہادت قابل قبول ہے تو امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کریمہ ان سے سب سے زیادہ اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔

۴۔ نہ صرف ایمان و اسلام بلکہ دنیا سے رخصت ہوتے دم بتول سے

اجتناب کا درس دے رہی ہیں اور اشارہ وکنایہ سے خود کو دین ابراہیمی کی پیروکار بتا رہی ہیں۔ اس کا نام دین حق اور ایمان حقیقی نہیں تو اور کیا ہے۔

تائید محدثین رحمہم اللہ

ہماری معروضات کی تصدیق محدثین کرام بھی فرماتے ہیں چنانچہ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

حضرت الامام الزرقانی شرح مواہب لدنیہ ص۱۶۵ ج ا میں لکھتے ہیں۔

وَهٰذا القول منها صريح في انها موحدة اذا ذكرت دين ابراهيم وبعث ابنها بالاسلام من عند الله ونهيه عن الاسلام وموالاتها وهل التوحيد شیٔ غير هذا التوحيد اعتراف بالله والهيته وانه لا شريك له والبرأة من الاصنام و نحوها وهذا القدر كاف في التبری من الكفر والثبوت صفة التوحيد في الجاهلية قبل البعثة ...... ولا يظن بكل من كان في الجاهلية انه كافر فقد تحنف فيها جماعة فلا بد ان تكون أمه صلى الله عليه وسلم منهم كيف واكثر من تحنف انما كان سبب تحننه ما سمعه من اهل الكتاب والكهان قرب بعث نبي من الحرم وصفته كذا وامه صلى الله عليه وسلم سمعت من ذالك اكثر مما سمعه غيرها وشاهدت في حمله وولادته من اياته الباهرة ما يحمل على التحنف ضرورة ورأت النور الذي خرج منها اضاء له قصور الشام حتى رأتها كما ترى امهات النبيين۔

ترجمہ :۔ یہ قول اس بارے میں صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ

ماجدہ موحدہ تھیں کیونکہ انہوں نے دینِ ابراہیم کا ذکر کیا اور اپنے فرزند کی دین اسلام کے ساتھ بعثت اور بتوں کی پوجا سے ممانعت اور ان کی موالات سے منع کا بھی ذکر کیا۔ تو کیا توحید اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار اس کے شریک نہ ہونے کی تصریح اور بتوں وغیرہ کی پوجا سے منع کرنے کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے؟ بعثت سے قبل دور جاہلیت ہی سے بیزاری اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی صفت بیان کرنا مسلمان ہونے کے لیے کافی تھا یہ ہرگز نہ گمان کیا جائے کہ دورِ جاہلیت میں ہر ایک کافر تھا کیونکہ اس دور میں ایک جماعت ایسی بھی رہی جو دینِ حنیف پر قائم تھی۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا اس جماعت ہی سے ہونا انتہائی ضروری ہے دینِ حنیفی پر قائم رہنے والوں کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اہل کتاب اور کاہنوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب ہونا سُن رکھا تھا اور یہ کہ حرم میں عنقریب ایک اللہ کا نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ جس کی صفات یہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے بہ نسبت دوسروں لوگوں کے اس بارے میں بہت کچھ سنا تھا بلکہ دوران حمل و ولادت بہت سی واضح نشانیاں ملاحظہ فرمائیں تھیں جو انہیں دینِ حنیفی پر قائم ہونے کے لیے کافی وضروری تھیں اور آپ کی والدہ نے اپنے جسم سے ایک نور نکلتا دیکھا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے تھے حتیٰ کہ آپ نے دیگر انبیاء کرام کی والدہ اس دن کی طرح سب کچھ دیکھا۔

ایک اور شہادت

طبقات ابن سعد ص ۱۱۱ ج ۱ میں ہے۔

اُعِیذُہٗ بِاللّٰہِ ذِی الجَلَالِ ۔ مِنْ شَرِّ مَامَرَّ مِنْ جِبَالِ

حَتّٰی اَرٰا مَحَامِلَ الحَلاَلِ وَ یَفعَلُ العُرفَ اِلَی المَوَالِیِ
وَ غَیرِهِم مِن حَشوَۃِ الرِّجَالِ۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۱۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ۔ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا تو مندرجہ اشعار کہے) میں اس کو اللہ ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر اس چیز کی شر سے جو پہاڑوں سے اترتی ہے یہ پناہ کی درخواست اس وقت تک کے لیے ہے جب یہ بچہ ہتھیار اٹھانے اور غلاموں اور دوسرے مستحقین کی مدد کرنے کے لائق ہو جائے

سیّدہ آمنہ کے عقیدہ آخرت کی ایک جھلک

سیّدہ آمنہ وفات کے وقت اشعار مذکورہ کے علاوہ جاتے وقت عقیدہ البعث بعد الموت بھی ظاہر فرمایا۔

کُلُّ حَیٍّ مَیِّتٌ وَ کُلُّ جَدِیدٍ
بَالٍ وَ کُلُّ کَبِیرٍ یَفنیٰ وَ اَنَا مَیِّتَۃٌ
وَ ذِکرِی بَاقٍ وَقَد تَرَکتُ
خَیرًا وَلَدتُ طُهرًا اثُمَّ
مَاتَت فَکُنَّا نَسمَعُ نَوحَ الجِنِّ
عَلَیهَا فَحَفِظنَا مِن ذَالِکَ ط

(مواہب ص ۲۳ جلد ۱، مسالک الحنفاء ص ۴۲، دلائل النبوۃ ص ابونعیم، خصائص کبریٰ ص ۱۶۵ جلد ۱)

ہر زندہ مرے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہو گی اور ہر بڑے سے بڑا بھی فنا ہو گا میں مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیونکہ میں نے خیر عظیم (رسول اللہ) کو چھوڑا ہے اور میں نے طیّب و طاہر کو جنا ہے پھر حضرت آمنہ نے وفات پا گئی اس کے بعد ہم نے جنّات کا رونا سنا اور اسے ہم نے محفوظ کر لیا۔

جن اور وہابی

سیّدہ آمنہ کے ایمان اور پاک دامنی کی جنّات نے بھی بصورت مرثیہ گواہی دی لیکن وہابی نہیں مانتا۔

مرثیہ جنّات

مرثیہ جات جنّات میں سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

نَبکِی الفَتَاۃَ البَرَّۃَ الاَمِینَۃَ
ذَاتَ الجَمَالِ وَالعِفَّۃِ الرَّزِینَۃِ

ترجمہ:۔ ہم اس جوان عورت پر روتے ہیں جو محسنہ و مطیعہ امینہ اور صاحب جمال وعفت اور صاحب وقار وعظمت تھی کو روتے ہیں۔

زَوجَۃُ عَبدِاللّٰہِ وَالقَرِینَۃِ
اُمّ نَبِیِّ اللّٰہِ ذِی السَّکِینَۃِ

ترجمہ: وہ عبداللہ کی زوجہ و ہم نشین تھیں۔ اور اللہ کے نبی (محمّد صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی والدہ اور صاحب صبر و ثبات و طمانیت تھیں

وَصَاحِبُ المِنبَرِ بِالمَدِینَۃِ.
صَارَت لَدَیٰ حُفرَتِھَا رَھِینَۃِ

ترجمہ:۔ اور اللہ کے اُس نبی کی والدہ تھیں جو مدینہ میں صاحب منبر ہوگا وہ اپنی قبر میں ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہیں۔

بچپن کی یادیں

حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ کرام کے سامنے اپنے بچپن کے زمانے کے قیام کی باتیں بیان فرمایا کرتے چنانچہ آپ بنو نجار کے مکانوں کے پاس سے گزرتے

تو آپ فرماتے اس مکان میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ٹھہرا تھا اور اسی گھر میں میرے والد ماجد کی قبر ہے اور اس تالاب میں میں نے تیرنا سیکھا تھا اور اس میدان میں بنی انصار کی ایک لڑکی "امینہ" کے ساتھ کھیلا کرتا تھا (دلائل النبوۃ ص۱۲۰ جلد ۱)

یہودی کی پہچان

حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں اپنی امی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں تھا تو ایک یہودی نے۔

فَقَالَ لِی یا غُلَامُ! مَا اسْمُکَ؟ قُلْتُ اَحْمَدُ! وَنَظَرَ اِلیٰ ظَهْرِی فَاسْمَعُهٗ یَقُولُ هٰذَا نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ثُمَّ رَاحَ اِلیٰ اِخْوَانِی فَاَخْبَرَهُمْ فَاَخْبَرُوْا اُمِّیْ فَخَافَتْ عَلیٰ فَخَرَجْنَا مِنَ الْمَدِیْنَةِ (دلائل النبوۃ ص۱۱۹، خصائص کبریٰ ص۷۹ جلد ۱، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص۱۱۶)

مجھ سے کہا اے لڑکے تمہارا نام کیا ہے میں نے کہا احمد۔ پھر اس نے میری پشت پر (مہر نبوت کو) دیکھا تو میں نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ یہ اس امت کا نبی ہے پھر اس نے میرے بھائیوں (بنو نجار) کو اس بات کی خبر دی اور انہوں نے میری والدہ کو بتایا تو میرے معاملے میں یہودیوں کی عداوت سے ڈریں اور ہم مدینہ سے نکلے۔

دو یہود

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

اتانی رجلان من الیهود یوما نصف النهار

ایک دن دوپہر کے وقت میرے پاس مدینہ کے دو یہودی آئے اور

بالمدینۃ فقال اخرجی لنا احمد فاخرجتہ فنظر الیہ وقلباہ ملیاً ثم قال احدھما لصاحبہ ھٰذا نبی ھٰذہ الامۃ وھذہ دار ھجرتہ وسیکون بھذہ الامۃ من القتل والسبی امر عظیم قالت ام ایمن ووعیت ذٰلک کلہ من کلامھما ط

کہا کہ احمد کو تو ذرا ہمارے پاس لانا۔ میں لائی تو انہوں نے کچھ دیر اُلٹا پلٹا کے آپ کی علامات کو دیکھا پھر اُن میں سے آپ نے اپنی ساتھی سے کہا یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی شہر ان کا دار الحجرت ہے اور عنقریب اسی شہر میں اس کی مخالفت کے سلسلے میں امر عظیم واقع ہوگا کہ لوگ قتل ہوں گے اور قیدی بنیں گے اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان دونوں کا کلام یاد رکھا۔

فائدہ انصاف فرمائیے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام بتوں اور بت پرست قوموں کی ممانعت میں کتنا صریح ہے اور دین سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور یہ کہ ان کے فرزند، ربّ العزۃ ذی الجلال والاکرام کے پاس سے لوگوں کی طرف اسلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے یہ تمام الفاظ شرک کے منافی اور ایمان کی سورج سے زیادہ روشن دلیل ہے۔

نتیجہ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نور کی برکت سے وہ عارف باللہ تھے چنانچہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

شاھدت فی حملہٖ وولادتہٖ من اٰیاتہٖ الباھرۃ

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حمل میں رہنے اور آپ کی ولادت

ما يحمل على التحنف ضرورة
ورأت النور الذي خرج
منها اضاء له قصور الشام
حتى رأتها كما ترى امهات
النبيين وقالت لحليمة
حين فجاءت به وقد شق
صدره اخشيتما عليه
الشيطان كلا والله
ما للشيطان عليه سبيل وانه
لكائن لا بني هذا الشان في
كلمات اخر من هذا النمط
وقدمت به المدينة عام
وفاتها وسمعت اليهود و
فيه شهادتهم له بالنبوة
ورجعت به الى مكة فماتت
في الطريق فهذا كله
مما يؤيد انها تحنفت
في حياتها (زرقاني على
المواهب ص۱۶۵ جلد ۱)

کے وقت کے روشن دلائل اس
پر شاہد ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ
مسلمان اور دین ابراہیمی پر تھیں اور
پھر ان کا وقت ولادت اُس نور کو
دیکھا جو اُن سے نکلا جس سے شام
کے محلات روشن ہو گئے یہاں تک
کہ انہوں نے اُس کو ایسے ہی دیکھا
جیسے انبیاء کرام کی مائیں دیکھا کرتی
ہیں اور پھر جب حلیمہ آپ کے شق
صدر ہونے سے گمان آسیب سے
ڈرتی ہوئی آپ کو لے کر آئی تھی
تو انہوں نے اُس کو کہا تھا کہ میرے
بیٹے پر شیطان (آسیب) کا اثر گمان
کرتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے جاؤ
تم اپنی راہ لو خدا کی قسم! میرے اس
بیٹے کی بڑی شان ہونے والی ہے
اور دوسرے کلمات جو اس طرف
راہ نمائی کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب
وہ سال وفات میں مدینہ آئی تھیں
تو انہوں نے یہودیوں کو آپ کی نبوت کی شہادت دیتے ہوئے سُنا تھا اور
پھر وہ ان کے واپس ہوتے وقت راستے ہی میں وفات پا گئی تھیں یہ تمام باتیں

اس کی تائید کرتی ہیں کہ بلاشبہ وہ مسلمان اور دین ابراہیمی پر تھیں۔

بی بی آمنہ کو دولتِ یقین خود نبوت سے نصیب ہوئی

آج ہم صدیوں بعد نبوت کی تصدیق کر رہے ہیں لیکن آمنہ بی بی کا آنکھوں دیکھا حال تھا پھر اُس کے ایمان پر شک۔ توبہ توبہ!

حلیمہ فرماتی ہیں آپ کی والدہ ماجدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تُو تو ان کو اپنے پاس رکھنے کی بہت حریص تھی پھر اب کیوں لے آئی ہے تو میں نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ان کو سنِ تمیز تک پہونچا دیا ہے اور مجھ پر جو فرائض تھے وہ میں نے ادا کر دیئے ہیں اور پھر میں اس بات سے بھی ڈری کہ کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آجائے اس لئے یہی بہتر سمجھا کہ ان کو آپ تک پہونچا دوں۔ حضرت آمنہ نے فرمایا، حلیمہ سچ سچ کہو کیا بات ہے تو میں نے شق صدر کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت آمنہ نے فرمایا کیا تمہیں ان پر جن و آسیب وغیرہ کا شُبہ ہوا کہا ہاں! فرمایا میرے بیٹے پر شیطان کا اثر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی عجیب شان ہے یہ کہہ کر حضرت آمنہ نے حمل سے لے کر ولادت تک کے تمام عجائبات و واقعات جو ظہور میں آئے تھے بیان کئے۔

(مدارج النبوت صفحہ ۲۳ جلد ۲، سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۷۴ جلد ۱، مواہب اللدنیہ مع زرقانی صفحہ ۱۴۹ ج ۱)

محدثین کی گواہیاں

بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اشعار بوقت وفات بیان فرمائے جو کہ فقیر پہلے لکھ چکا ہے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کے آخری وقت کے اشعار وکلمات اور ان واقعات کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وهٰذا القول منها صريحٌ في انها موحدةٌ اذ ذكرت دين ابراهيم وبعث ابنها صلى الله عليه وسلم بالاسلام من عند الله و نهيه عن الاصنام وموالاتها وهل التوحيد شيءٌ غير هٰذا التوحيد الاعتراف بالله والهيته وانه لا شريك له والبراءة من عبادة الاصنام ونحوها وهٰذا القدر كافٍ في التبري من الكفر وثبوت صفة التوحيد في الجاهلية قبل البعثة (زرقانی ص ۱۶۵ جلد ۱)

کہ حضرت آمنہ کا یہ قول اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ موحدہ تھیں چنانچہ انہوں نے دین ابراہیم اور اپنے فرزند کا اللہ کی طرف سے بنی بن کر مبعوث ہونا فرمایا ہے اور اس کے ساتھ آپ کو بتوں کی تعظیم وعبادت اور ان کی دوستی سے روکا ہے یہی توحید ہے اس کے سواء اور کوئی چیز توحید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی الوہیت کا اعتراف واقرار اور اس کے شریک کی نفی اور بتوں کی عبادت سے برأت وغیرہ کی جائے عہد جاہلیت میں بعثت سے پہلے کفر سے بری ہونے اور صفت توحید کے ثبوت کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

برہانِ عظیم اُس زمانہ میں دین حق اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا یہود و نصاریٰ نے تورات وانجیل میں

تغیر و تبدل کر دیا تھا علماء بہت کم تھے اور وہ بھی دور و دراز ملکوں میں رہتے تھے دین حق کی تبلیغ و اشاعت نہ ہونے کی وجہ سے جہالت عام تھی اور آپ کے والدین کریمین کی عمریں بھی چھوٹی تھیں ان کو اتنا موقعہ ہی نہ ملا کہ وہ جستجو کر کے دین حق کی تلاش کریں لیکن رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ولادت و رضاعت نے اُن کا یقین اتنا پختہ کر دیا تھا کہ رائی برابر بھی انہیں دین حق کا شک نہ رہا تھا اور معجزات ولادت کی بعض روایات صحاح کی ہیں یا صحاح کے برابر کی ہیں اور ایسی صحیح کہ جن میں مخالفین ضعف و وضع کا حکم چلانے سے عاجز ہیں۔

ایمان کی روشن دلیل

بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار میں ان کی فراست ایمانی اور پیشین گوئی نورانی قابل غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا عرب و عجم کی ہزاروں شاہزادیاں بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں۔ جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا مگر اس پاک طیبہ خاتون کے ذکر خیر سے مشارق و مغارب ارض میں محافل و مجالس انس و قدس میں زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابدالآباد تک گونجیں گے واللہ الحمد (شمول الاسلام)

واپسی از حلیمہ

حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ مکرمہ کے ہاں واپس کرنے آئی تو مجھ سے بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ تو تو رکھنے کی بہت حریص تھی اب کیوں لے آئی عرض کی آپ سن تمیز تک پہونچ چکے ہیں اب میں اپنے فرائض سے دستبردار

ہوں اور ساتھ یہ خطرہ بھی ہے کہیں کچھ حادثہ نہ ہو جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کا شق صدر ہوا۔ اس سے آپ پر شیطان و آسیب کا سایہ اور اثر کا خطرہ ہے بی بی آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے پر شیطان کا اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی عجیب شان ہے یہ کہہ کر حضرت آمنہ نے حمل سے لے کر ولادت تک کے تمام عجائبات و واقعات جو ظہور میں آئے تھے بیان کیئے (مدارج النبوت ص۲۳، سیرت ابن ہشام ص۱۷۴ جلد ا، مواہب مع زرقانی ص۱۴۹ جلد ا)

منصف مزاج

شیدائی اسلام و فدائی بانی اسلام صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بی بی آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بصیرت افروز جواب پر ایمانی و وجدانی نگاہ سے دیکھیں کہ بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شق صدر کے واقعہ کو کسی غلط تصور پر محمول کیا تو پھر انہیں بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں ٹوکا اور پھر ایسے پیارے انداز سے انہیں سمجھایا کہ جس سے اہل ایمان تو بی بی کو داد دینے پر مجبور ہے لیکن دشمنان دین وہی کہیں گے کہ جو اُن کا شیوہ ہے۔

مزار آمنہ کی حفاظت ربّانی

الازرقی "تاریخ مکہ" میں کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحیی از عبد العزیز بن عمران، از ہشام بن عاصم اسلمی، وہ کہتے ہیں کہ جب ہم غزوہ اُحد میں نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خروج کیا تھا تو ہم مقام ابواء میں اُترے تو ہندہ بنت عتبہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا۔ کاش! ہم آمنہ والدہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی قبر کو ملیا میٹ کر

سکتی! کیونکہ اُن کی قبر الواء میں ہے لہٰذا تم میں سے کوئی بھی ایسا کرکے مجھے خوش کرے گی میں اس کی ہر خواہش کو پُورا کر دوں گی پھر اس کا ذکر ابو سفیان نے قریش سے کیا تو قریش نے کہا ہم پر یہ دروازہ نہ کھولو۔ ورنہ اس وقت بنی بکرہ ہمارے مُردوں کی قبریں کھود ڈالیں گے۔

(مسالک الحنفاء للسیّوطی)

فائدہ وہ ہندہ جس نے (بحالت کفر) سیّد الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبا ڈالا۔ وہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی مٹی اڑانے سے کب باز آنے والی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مزار آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ صرف ہندہ کی دست برداری سے بچایا بلکہ تا حال نجدی جیسے قبوری دشمن سے بھی محفوظ فرمایا ہوا ہے۔ حالانکہ نجدی نے بہت بڑے مضبوط و محفوظ و مقدس مزارات کی خاک اُڑا دی اور یہ تو صحراؤں میں اور وہ بھی غیر معروف جگہ پر۔ پھر ان کو اس کی مصنوعیت کا بہانہ بھی تو حاصل ہے کہ بی بی آمنہ کی نہ صرف مزار بلکہ ترکوں کے دور میں جنت المعلیٰ (مکہ معظمہ کے گورستان) میں قبہ آمنہ مشہور و معروف تھا جسے نجدی نے گرا دیا۔ لیکن اس مزار ابواء کے علم کے باوجود اس کے مٹانے کا تا حال نجدی کا کوئی پروگرام نہیں ہے خدا کرے تا قیامت ایسے ارادہ بد سے باز رہیں۔

؎ خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً نجدی وہابی وباء سے

(آمین)

مزار آمنہ کا محل وقوع سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وہ مزار جو ابواء شریف میں اس

کا محل وقوع حضرت حکیم الامۃ مفتی احمد یار گجراتی سے سنیے۔

یاد رہے کہ ابواء ایک موضع کا نام ہے مزار اسی موضع کے ایک ویران علاقہ میں ہے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مدینہ منورہ سے ۲۰۸ کیلو فاصلہ پہ جانب مکہ معظمہ مستورہ منزل ہے۔ وہاں سے ایک رہبر لینا پڑتا ہے پھر مدینہ منورہ کی طرف چار کیلو واپس آکر ابوا کی طرف ریگستان میں چل پڑتے ہیں جو بالکل مشرق کی طرف ہے ابواء یہاں سے تیس کیلو (عربی میل) فاصلہ پر ہے اس خاص جگہ بہت ہی چھوٹی پہاڑیاں ہیں بالکل سامنے والی پہاڑی کی چوٹی پر حضرت طیبہ طاہرہ آمنہ خاتون کا مزار پرانوار ہے پہاڑی بہت اونچی نہیں دس پندرہ منٹ میں اوپر پہنچ جاتے ہیں اس مزار شریف پر نہایت شاندار اور برابر میں مسجد تھی یہ دونوں عمارتیں تجدیوں نے گرا دیں پھر اہل مکہ نے وہاں بنوا دیں پھر نجدیوں نے گرا دیں۔ قبر شریف بھی اکھیڑ دی ہے۔ اب لوگوں نے قبر شریف پر پتھر چن دیئے ہیں۔ ارد گرد پتھروں کی چار دیواری بنا دی ہے اس علاقہ میں پانی بالکل نہیں۔ لوگ پانی کا انتظام کر کے جاتے ہیں۔ اس جگہ انوار کی بارشیں اور رونق اس قدر ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ قبر انور میں ایسی کشش ہے کہ سبحان اللہ سخت سے سخت دل بھی وہاں چیخیں مار کر رونے لگتا ہے یہاں سے قریباً تین میل فاصلہ پر بستی ابواء ہے جہاں بکثرت باغات ہیں یہاں کی سبزیاں مدینہ منورہ ٹرک کے ذریعے روزانہ آتی ہیں۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں جناب آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا اپنے ننہال مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جا رہی تھیں کہ یہاں پہنچ کر سخت بیمار ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پانچ سالہ نونہال تھے آپ ساتھ تھے مدہوش

والدہ کا سر شریف حضور اپنے دست اقدس سے دباتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے جناب آمنہ کے رخسار پر آپ کے آنسو گرے۔ آنکھیں کھول دیں اپنے دوپٹے کے گوشہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں پونچھیں اور چند اشعار حسرت آمیز فرمائے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری بے کسی پر بہت افسوس کا اظہار فرمایا کہ آپ کے سر پر یتیمی کا سہرا تو پیدائش سے پہلے بندھ چکا تھا اب میری گود بھی ان سے چھوٹ رہی ہے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس جگہ دفن کر دی گئیں۔ اس خطہ زمین پر ہماری جانیں فدا دل قربان۔ فقیر نے آپ کی قبر انور کی خاک آنکھوں میں، چہرہ پر خوب لگائی دل چاہتا تھا اسی آستانہ پر مجاور فقیر بن کر بیٹھ جاؤں اللہ تعالیٰ پھر حاضری نصیب کرنے میں ہر حاجی کو وصیّت کرتا ہوں کہ اس جگہ شریف کی زیارت ضرور کرے کچھ خرچ اور تکلیف کی بالکل پروا نہ کرے۔

فقیر اویسی غفرلہ الحمد للہ فقیر ۱۴۱۱ھ میں عید الفطر کے دن مع چند رفقاء مزار شریف کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس سعادت میں حاجی محمد افضل بہاولپوری نے فقیر کا بہت بڑا التعاون فرمایا (جزاہ خیر الجزاء) اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ "مزار آمنہ" میں عرض کی ہے۔

زیارت مزار آمنہ

فقیر ۱۳۹۹ھ میں مسلسل ہر سال مزار شریف کی زیارت کے لیے ترستا رہا ۱۴۱۱ھ میں اللہ تعالےٰ نے نیک سبب بنا دیا۔ بدر شریف میں مقیم فقیر کے چند جاننے والوں نے عید الفطر کے دن بدر شریف سے جانے کا پروگرام بنایا چنانچہ حاجی محمد افضل بہاولپوری صاحب فقیر مع جماعت کو لانے کے لیے دو گاڑیاں لے آئے ہیں فقیر کے احباب الحاج چودھری بشیر احمد صاحب والحاج فیاض

الحق قریشی مرحوم تو نہ جا سکے حاجی میاں محمود بٹ ڈپٹی کمشنر اور حاجی میاں عبد الغفور لاہوری ساتھ ہو لیے اور الحمد للہ بدر شریف اور گرد و نواح کی زیارت کے ساتھ ہم مزار آمنہ سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔ مزید تفصیل رسالہ "مزار آمنہ" میں ملاحظہ ہو۔

مزار آمنہ ابواء میں یا جنۃ المعلّٰی میں

فقیر اویسی غفرلہ نے مزار آمنہ کی زیارت ۱۴۱۱ھ کے دوران ایک رسالہ لکھا یہاں صرف ایک سوال کا جواب دینا مطلوب ہے۔

سوال :- احیاء الابوین کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ آمنہ کا مزار جنۃ المعلّٰی میں ہو اور نجدی حکومت کی مزارات دشمنی سے پہلے جنۃ المعلّٰی کے قبہ جات میں ایک قبہ مع حضرت عبد المطلب میں سیدہ آمنہ کا مزار دکھایا گیا ہے اور حکومت نجدی سے پہلے کے تمام حج کے متعلق سفر ناموں میں مزار آمنہ جنۃ المعلّٰی میں جا کر سلام لکھے ہوئے ہیں حالانکہ مشہور روایات اور مشاہدہ دور حاضرہ سے ثابت بلکہ آنکھوں دیکھا حال ہے۔ کہ مزار آمنہ ابواء میں ہے جو بدر کے علاقہ مستورہ میں واقع ہے۔

جواب ۱ :- نجدی حکومت کی مزارات دشمنی کے دوران یہ سوال سب سے پہلے مولوی سلیمان ندوی دیوبندی نے قائلین قبہ جات و محافظین مزارات (یعنی اہلسنت) نجدیوں کی طرف سے اٹھایا تھا کہ قبہ جات کا جواز تو دور کی بات ہے مزارات کی حیثیت بھی مخدوش ہے چنانچہ اس نے سب سے پہلی مثال مزار آمنہ کی دی جو اوپر سوال میں مذکور ہوئی (الفقیہ امرتسر ۱۹۲۵ء ماہ اکتوبر)

ہمارا سوال یہ اعتراض نجدی حکومت کی مزارات دشمنی کے دوران کیونکہ اُٹھایا گیا حالانکہ اس سے قبل کفر و ایمان پر ابن تیمیہ و ابن کثیر سے صدیوں پہلے بھی آئمہ متقدمین میں اختلاف رہا بلکہ متاخرین میں ملاّ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ دسویں گیارھویں صدی سے تا دور نجدی حکومت اختلاف زور دول پر رہا لیکن مزار کے متعلق کوئی سوال ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

معلوم ہوا یہ سوال علمی نہیں نجدی حکومت کی خوشامد میں عوام کو بہکانے یا نجدی حکومت کے سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لیئے تھا اور بس۔

جواب ۲ محدثین کرام رحمہم اللہ میں سے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے از خود یہ سوال اٹھا کر ایک جواب یہ دیا کہ ممکن ہے کہ حسب رواج سیّدہ آمنہ کی نعش مبارک ابواء سے منتقل کر کے جنۃ المعلّٰی لے جایا گیا ہو جیب کہ یہ ہماری شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جائز ہے تو دور جاہلیت تو ہر طرح سے آزاد تھا فقیر یہاں عرض کر دے تفصیل فقیر کی کتاب "ذکر سیرانی"، ص ۲۲۹ تا ص ۲۴۰ میں دیکھیے۔

جواب ۳ قبور کا تعین ضروری نہیں اور نہ ہی یہ سوائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چند مخصوص انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مشاہیر اولیاء کے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ قبر واقعی فلاں صاحب کی ہے ہاں قوی شہادات سے انکار بھی نہیں کیا جائے گا لیکن اصل مقصد تو صاحب قبر کی رُوح اقدس ہے اور وہ کسی مکان و مقام کی محتاج نہیں اس کا ہر جگہ اور ہر زمان و آن میں تصرف ہو سکتا ہے۔

اگر وہ صاحب تصرف ہے تو ورنہ اس سے صاحب تصرف ہر جگہ ہر آن کام لے سکتا ہے جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوین کریمین کو جنۃ المعلّی کے گورستان میں زندہ فرما کر انہیں اپنی امت میں داخل فرمایا تو وہاں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا ہونا تو ظاہر ہے (بقول صاحب قاموس) یہاں بی بی کا مزار ہے لیکن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہاں سے آ گئے حالانکہ ان کا مزار تو مدینہ طیبہ میں تھا جیسے فقیر نے ان کے ذکر خیر میں مفصل لکھا ہے۔

جواب ۳ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال مکہ میں ہوا اور یہیں پر دفنائی گئیں ایک قول یہ بھی ہے چنانچہ ما ثبت بالسنۃ مطبوعہ لاہور صـ ۶۵ میں ہے۔

قیل بالحجون وفی القاموس ودار نابغہ بمکۃ فیہ مدفن آمنۃ ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	بعض نے کہا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار حجون (جنۃ المعلّی) میں ہے اور قاموس میں ہے کہ دار نابغہ جو کہ مکہ میں ہے سیدہ آمنہ کا مدفن ہے۔

چونکہ یہ تاریخی امور ہیں اسی لیے ان میں اختلاف ہوتا ہے تو شرعی امور کا ترتب نہیں جا سکتا لیکن انہیں ٹھکرایا بھی نہیں جا سکتا۔ ابتدائی دور میں تا حکومت نجدی اسی قول پر مزار آمنہ کی شہرت مکہ میں تھی اور اسی پر قبہ بھی تھا۔ اور مرکزی مقام یعنی شہر مکہ میں تھا اسی لیے متقدمین کی کتب میں اسی مزار کا ذکر ہے۔ نجدی دور میں قبہ جات گرائے گئے اور قبر کا نشان تک نہ رہا اسی لیے اب قول ثانی پر ابواء کے مزار کی شہرت ہے جب کہ اس کا ذکر بھی کتب متقدمین میں تھا اسی لیے اب زائرین کے ذہن میں صرف مزار ابواء کا تصور ہے حالانکہ دونوں مزارات متقدمین و متاخرین کی تصانیف میں موجود ہے۔

متعدد مزارات

ایک شخصیت کے متعدد مزارات کا ہونا بھی کتب تواریخ میں موجود ہے سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے سات مزارات مشہور ہیں اور ساتوں زیارت گاہ خواص و عوام ہیں فقیر نے "ذکر اویس" میں اس کی تفصیل لکھدی ہے فقیر کے پیر و مرشد سیدنا محکم دین سیرانی اویسی حنفی رضی اللہ عنہ کے دو مزار ۱۔ سمہ سٹہ رخانقاہ شریف پاکستان، ۲۔ دھوراجی کاٹھیاواڑ (انڈیا) مشہور اور زیارت گاہ خواص و عوام ہیں میمن برادری ہر دونوں مقامات پر درگاہ کے خدمات سرانجام دے رہی ہے ان کے علاوہ اور متعدد بزرگوں کے مزارات کا ذکر فقیر نے اپنی کتاب "ذکر سیرانی" میں لکھا ہے۔

باب ۴ القواعد والاصول

قاعدہ احیاء ابوین کے بعد انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں شامل فرمایا آپ کے دو معجزے ہیں۔

۱۔ احیاء (۲) گزشتہ امم میں سے خارج کر کے اپنی امت میں شامل کرنا اور ہر دونوں معجزوں کے نظائر معجزات کے ابواب میں موجود ہیں آپ نے مردے بھی زندہ کیے۔ اصحاب کہف کو اپنی امت میں شامل فرمایا ان دونوں معجزوں کو تائید دیگر دلائل شرعیہ سے بھی ہوتی۔

۱۔ اہل فترت ہونا۔ (۲) دین ابراہیم پہ ہونا۔ (۳) اہل فطرت ہونا۔

اتنے بڑے وزنی دلائل کے انکار کے بعد صرف آیات کے شان نزول پر بھروسہ کرنا جو کہ دلائل کی روشنی میں ہم نے ثابت کیا کہ وہ اکثر شان نزول ضعیف روایات وغیرہ ہیں اور جو صحیح روایات مثلاً مسلم شریف کی روایات وغیرہ میں حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کی تصریح نہیں وہ محتمل الفاظ ہیں اور محتملات پر اعتماد نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان روایات میں جو مخالفین نے پیش کیں اور ہماری پیش کردہ روایات میں تطبیق ہو سکتی ہے۔

قاعدہ جب دو حدیثوں کے درمیان تعارض واقع ہو اُس وقت تطبیق روایات کی یہ صورت ہوگی کہ ہر دو روایات کے درمیان روایات کا زمانہ دیکھا جائے گا تو پھر موافق قواعد اصول حدیث مقدم کو منسوخ اور متاخر کو ناسخ قرار دیا جائے گا چونکہ احیاء ابوین گرامی کا واقعہ زمانہ حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ظہور پذیر ہوا ہے اس لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث

دوسری تمام حدیثوں کے لیے ناسخ تصوّر ہوگی۔ محدّثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہی عن الاستغفار کی حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شرح نخبۃ الفکر صـ ۴۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

لم یمکن الجمع فلا یخلوا اما ان یعرف التاریخ اولا فان عرف التاریخ وثبت المتاخر فھو الناسخ والاٰخر منسوخ ط

ترجمہ:۔ لیکن اگر جمع بین الروایتین ممکن نہ ہو تو پھر تاریخ روایت ملاحظہ کی جائے گی پس اگر تاریخ روایت کی معرفت حاصل ہو جائے تو اندریں صورت پچھلی روایت کو پہلی کے لیے ناسخ تصوّر کیا جائے گا۔

(نور الانوار صـ ۱۹۶ میں بحث تعارض میں ہے کہ

ومن قبیل اختلاف الزمان صریحًا فانّہ اذا اعلم التاریخ فلا بدّ ان یکون المتاخّر ناسخًا للمتقدّم ط

ترجمہ:۔ یہ اختلاف زمانہ سے پہلے کی بات ہے لیکن جب سے روایت کی صحیح تاریخ معلوم ہوگی تو پھر ضروری بات ہے کہ پچھلی روایات پہلی کے لیے ناسخ تصوّر ہوں گی۔

فائدہ اس قاعدہ سے ثابت ہوا چونکہ احیاء ابوین کا حجۃ الوداع ۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا ہے اسی لیے اس سے پہلے تمام مخالف روایات کو منسوخ تصوّر کیا جائے گا جب یہ سب ناقابل قبول اور غیر واجب العمل تصوّر ہو جائیں تو پھر ابوین الشریفین کا زندہ ہونا اور

ایمان قبول کرنا بالکل صحیح ہوگیا اور احیاء ابوین کی حدیث کے تاخر اور نہی عن الاستغفار کے تقدم پر سب متفق ہیں۔

۱۔ امام عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زرقانی شرح مواہب ص۱۷۲ جلد ا مطبوعہ مصر میں رقم طراز ہیں کہ

قال بعض اہل العلم فی الجمع ان یکون الاحیاء متاخرًا من تلک الحدیث۔

اور بعض اہل علم حضرات نے تطبیق بین الروایات میں کہا ہے کہ احیاء ابوین شریفین کا واقعہ تمام مخالفین حدیثوں کے بعد کا ہے "فلا تعارض" تو پھر تعارض کا شبہ نہ رہا۔

قاعدہ

صحیح مسلم و دیگر بعض روایات کے اشارات ابوین کریمین کے متعلق ایمان کی نفی میں ہیں اور احیاء والابوین میں اثبات ہے اور علم الحدیث کا مسلّم قاعدہ ہے کہ نفی و اثبات میں تعارض ہو تو اثبات کو لینا اولیٰ ہے چنانچہ درسِ نظامی کی مشہور کتاب نورالانوار میں ہے کہ۔

المثبت اولیٰ من النافی یعنی اذا تعارض المثبت والنافی فالمثبت اولیٰ بالعمل من النافی۔

مثبت روایات پر عمل کرنا نافی یعنی بہتر ہے یعنی جس وقت مثبت اور نافی روایات میں تعارض پیدا ہو تو اس صورت میں مثبت پر عمل کرنا نفی سے بہتر ہوگا اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ التعظیم والمنتہ ص۲۶ پہ تحریر کرتے ہیں۔

القول فی الاحادیث التی وردت فی ان ابوی النبیؐ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم فی النار کلّہا منسوخۃ

اما باحیاھما وایمانھما واما بالوحی فی ان

اھل الفترت لا یعذبون ۔

ترجمہ: لیکن ان حدیثوں میں کلام جو نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں مروی ہیں بے شک وہ دوزخ میں ہیں یہ ہے کہ وہ سب احادیث منسوخ العمل قرار دی جائیں گی یا تو ان کے زندہ ہونے اور ایمان لانے کے ذریعہ سے یا بواسطہ نزول وحی کے زمانہ فترت انبیاء کے لوگ عذاب نہ کئے جائیں گے ہر کیف ہر دو صورت ابوین شریفین کا ایمان ثابت ہو گیا فلہٰذا منکر کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

قاعدہ جہاں بھی اس موضوع بحث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اب (باپ) کے بارے میں جہنم کی وعید سنائی ہے وہاں آپ کے چچا ابو طالب ہوں گے نہ کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ چنانچہ تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ " اَب" سے مراد چچی ہے اور اَب سے چچا عرب میں عام مستعمل ہوتا ہے۔

۲۔ لفظ اَب (باپ) کا اطلاق ابو طالب کے لیے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عام رائج تھا اسی بناء پر وہ لوگ ابو طالب سے کہتے تھے کہ ابو طالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز رکھو۔ اور ابو طالب نے اُن کے کہنے پر ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کی تھی پھر جب کفار نے اُن سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کر دو۔ تاکہ ہم اُسے قتل کر دیں اس کے بدلے تم ہم

سے اس بچہ کو لے لو۔ اس کے جواب میں ابو طالب نے فرمایا۔

میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل کرنے کے لیئے دے دوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر میں اس کی کفالت کروں۔

۳۔ ابو طالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے اور اُن کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے جا رہے تھے تو بحیرہ راہب نے اُن کے پاس آکر دریافت کیا یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اس پر اُس راہب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔

فائدہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے لیے ابو طالب کو اب کہنا ان کے نزدیک عام دستور تھا حالانکہ وہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے اور انہوں نے آپ کے بچپنے سے خدمت و کفالت کے فرائض انجام دیئے تھے وہ آپ کو اپنی نگہداشت و حفاظت اور حمایت میں رکھتے تھے اسی بناء پر عام لوگ والد ہی گمان کر کے ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

قاعدہ ابو طالب کے جہنمی ہونے پر نص موجود ہے چنانچہ طبرانی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالے عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں صلہ رحمی، ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک، یتیموں کے ساتھ بھلائی، مہمانوں کی خاطر تواضع اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب و تحریص فرماتے ہیں یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا لہٰذا یارسول اللہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کا اُس کے بارے

میں کیا گمان ہے؟ حضور نے فرمایا ہر وہ قبر والا جو "لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ" کی شہادت نہیں دیتا۔ وہ جہنم کے گڑھے میں ہے بلاشبہ میں نے اپنے چچا ابوطالب کو جہنم میں غوطہ زن پایا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر اُن کے احسان ہونے کی بناء پر اُسے نکال کر جہنم کی تمازت وطیش میں کر دیا بخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے کہ اُن کے متعلق تصریحات تو بجائے خود اشارات بھی نہیں ملتے۔

قاعدہ وہ احادیث جو والدین کریمین کے بارے میں ہیں اُن کے لیے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ وہ سب منسوخ ہیں جس طرح وہ احادیث جو مشرکوں کے بچوں کے جہنمی ہونے کے بارے میں مروی ہیں منسوخ ہیں علماء فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے بچّوں کے بارے میں احادیث کو منسوخ کرنے والی یہ آیت کریمہ ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ (پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر۱۵)

ترجمہ:۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی

اور حضور سرور عالم سرکار مدینہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین کی احادیث کی ناسخ آیت یہ ہے۔

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ط پ۱۵ بنی اسرائیل

ترجمہ:۔ اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

نکتہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ کہ یہ عجیب اتفاقی نکتہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دونوں جملے ایک آیت کے ایک ہی سیاقِ کلام میں حروف عطف کے

ساتھ نظم قرآن میں یک جا جمع ہیں۔

قاعدہ احیاء الابوین کے بعد انہیں دولت اسلام سے نوازنا حضور علیہ السلام کا خاصہ ہے اس لیے کہ آپ کی رسالت عامہ ہے جو جملہ عالمین کو شامل ہے۔ کما قال تعالےٰ لیکون للعالمین نذیراً ط پ ۱۸ فرقان۔ تاکہ ہوں وہ جملہ عالمین کے نذیر (نبی) اور فرمایا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے "اُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کافۃً" (رواۃ المسلم وفی المشکواۃ باب المناقب) یعنی میں تمام مخلوق کا رسول ہوں۔ عالم برزخ میں ایسے خصوصیات کے اجراء کی امثلہ احادیث صحیحہ میں موجود ہیں ابُولہب کے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کرنے سے عذاب کی تخفیف اور ابوطالب کے عذاب کی تخفیف۔

قاعدہ حدیث میں ثابت ہے کہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والے ابوطالب ہیں کیونکہ وہ جہنم کی طپش و تمازت میں اس طرح ہیں کہ اُن کے دونوں پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں جس سے اُن کا دماغ کھول جاتا ہے یہ روایت اس بات پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کریمین جہنم میں نہیں ہیں بدیں وجہ کہ اگر وہ اس میں ہوتے تو وہ ابوطالب سے زیادہ کم عذاب کے مستحق ہوتے۔ اس لیے کہ ابوین کریمین ابوطالب سے بڑھ کر حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم سے عزت و منزلت میں قریب تر ہیں۔ اور اُن کا عُذر بھی زیادہ ہے کیونکہ انہوں نے نہ تو زمانہ بعثت پایا اور نہ اُن پر فرض اسلام ہوا۔ جسے وہ رد کرسکتے۔ بخلاف ابوطالب کے اور یقیناً "اَلصَّادِقُ المَصدُوقُ" صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے "وہ دوزخیوں میں سب سے

کم عذاب پانے والے ہیں لہٰذا حضور کے والدین کریمین اس کے سزاوار ہو ہی نہیں سکتے۔ اہل اصول کے نزدیک یہ قاعدہ "دلال الاشارہ" کہلاتا ہے اور ایسے قاعدہ سے ایسے مسائل کا استنباط ہوا کرتا ہے۔

قاعدہ آیات قرانیہ ہوں یا احادیث جب منسوخ ہو جائیں تو پھر نسخ کے علم کے باوجود ان پر عمل کرنا گمراہی ہے مثلاً گدھا کے گوشت کی حلت منسوخ ہو گئی اگر اب کوئی گدھا کا گوشت کھائے گا تو اسے حرام خور کہا جائے گا۔

توثیق نسخ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آج کل اکثر لوگ جھگڑنے والے موجود ہیں بالخصوص اس مسئلہ میں۔ اور ان جھگڑالوں کی اکثریت ایسی ہے جنہیں طریق استدلال کی معرفت ہی نہیں ہے لہٰذا ان سے بحث کرنا ہی اضاعت علوم اور تضییع اوقات ہے۔

فقیر اویسی غفرلہ کہتا ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ تو خالصتہً اہل علم کا دور تھا لیکن اس کے باوجود پھر بھی شاکی ہیں اور ہم غریب کس کو اور کیا عرض کریں جب کہ دو کتابیں اردو کی پڑھنے پر رازی و غزالی کو اپنا طفلِ مکتب سمجھتا ہے اور اپنے اجتہاد پر اسے اتنا ناز ہے کہ گویا وہ اپنی نظیر آپ ہے لیکن الحمد للہ ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں افہام و تفہیم پر ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔

ازالۂ وہم توثیق نسخ کی چند مثالیں ذیل میں ان جہاں کے اوہام کے لئے ہیں جو عوام کو دام تزویر میں پھنسانے پر یہ حربہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح مسلم یا صحیح بخاری میں ہے فلہٰذا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ فقیر نے یہ مثالیں امام سیوطی رحمۃ اللہ کے فیض سے

قائم کی ہیں کہ بہت سی روایات صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہیں ان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب مخالفین دیں گے وہی ہمارا جواب ہوگا کہ احادیث کے صحیح ہونے سے انکار نہیں لیکن وہ منسوخ ہیں یا کسی دوسری وجہ سے قابل عمل نہیں تو اسی طرح جو روایات کفر ابوین پہ دلالت کرتی ہیں ان کا بھی یہی حال ہے مثلاً

۱۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نماز میں "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" نہیں پڑھتے تھے حالانکہ تم بغیر بسم اللہ کے نماز کو صحیح ہی نہیں جانتے۔

۲۔ صحیح مسلم شریف میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی پاک شہ لولاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتمی طور پہ تم اپنے امام کی پیروی کرو اور اس سے اختلاف نہ کرو۔ لہٰذا جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اپنا سر اٹھاؤ اور جب وہ "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ" کہے تو تم "رَبَّنَا لَکَ الۡحَمۡدُ" کہو اور جب وہ بیٹھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ حالانکہ جب امام "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ" کہتا ہے تو تم بھی "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ" اسی کی مانند کہتے جاؤ اور جب امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔

۳۔ صحیحین میں تیمم کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہیں کافی ہے کہ یہ کہو۔ اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایسا ہی۔ پھر اپنے ہاتھ کی ایک ضرب مارے اور مسح کرے بائیں سے داہنے پر اور دونوں ہاتھوں کی پشت پر اور اپنے چہرہ پر۔ حالانکہ تم تیمم میں ایک ضرب کو کافی نہیں بتاتے۔

تم اُن احادیث کو جو صحیحین یا کسی ایک صحیح میں ثابت ہیں کیوں مخالفت

کرتے ہو اس کا جواب تمہاری طرف سے یہ ہے کہ جن روایات پر ہم عمل نہیں کرتے وہ پہلے کی ہیں یہی جواب ہم ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق دیتے ہیں کہ جن روایات میں ابوین کے ناری ہونے کے اشارے ہیں وہ صحیح بھی مان لیے جائیں تو وہ روایات پہلے کی ہیں اور احیائے ابوین کی روایت بعد کی ہیں۔

۴۔ صحیحین یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں حالانکہ تم خیار مجلس کو ثابت نہیں رکھتے اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے وضو فرمایا اور پورے سر کا مسح نہیں فرمایا حالانکہ تم وضو میں پورے سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہو لہٰذا جو "صحیح" میں ثابت ہے تم اس کی مخالفت کیوں کرتے ہو؟ اس وقت تم یہی کہو گے کہ اس کے مقابل دوسری دلیلیں اس پر اور بھی قائم ہیں پھر میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

۵۔ صحیح مسلم شریف میں صحیح حدیث سے صحیحین میں ثابت ہے کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہئیے حالانکہ تم کتے کی نجاست میں سات مرتبہ کی شرط قائم نہیں رکھتے۔

اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ " لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب "

ترجمہ: جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں حالانکہ تم اس کے بغیر بھی نماز کو صحیح و درست رکھتے ہو۔

فائدہ:۔ یہ سوال غیر مقلدین و شوافع المذہب منکرین نجات ابوین سے

متعلق نہیں بلکہ ان سے ہے جو حنفی وغیرہ کہلوا کر پھر بھی نجات ابوین کے قائل نہیں۔

٦۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جب پانی دو قلّہ ہو تو وہ نجس نہیں ہوتا حالانکہ تم قلّتین کا اعتبار ہی نہیں کرتے اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے "مدبّر غلام" کو فروخت کیا حالانکہ تم کہتے ہو کہ غلام مدبّر نہ بیچا جائے۔ ان احادیث صحیحہ کی تم کیوں مخالفت کرتے ہو۔ اس کا جواب تم کہو گے کہ اس کے مقابل دوسرے دلائل قائم ہیں اس لیے انہیں مقدم رکھا گیا۔ لہٰذا میں بھی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی یوں ہی ہے کہ صحیح مسلم ہو یا کوئی اور روایت وہ احیائے ابوین کی روایات سے پہلے ہے لہٰذا ان روایات پر اعتماد ہے کہ مؤخر ہیں۔

۷۔ مسلم شریف و بخاری شریف جیسی صحیحین میں ثابت ہے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم یعنی حضور صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔

۸۔ صحیحین ہی ثابت ہے کہ رمضان المبارک کا خیر مقدم ایک یا دو روز پہلے رکھ کر نہ کرو۔ حالانکہ تم یوم شک کے روزے کو برقرار رکھتے ہو لہٰذا جو صحیحین میں ثابت ہے اس کی مخالفت کیوں ہے؟ اسی وقت تم یہی کہو گے کہ اس کے مقابل دیگر دلائل قائم ہیں۔ اس پہ مقدم رکھا گیا۔ لہٰذا میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ آج کل اس قسم کا استدلال لوگوں کے نزدیک ذہن قریب لانے کے لیے زیادہ مناسب ہے اس قسم کی مثالیں کتب احادیث میں بے شمار ہیں۔

فائدہ: ۔ جلال الملّۃ والدین حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے مسالک الحنفاء میں مسلم شریف کی اس روایت کے اور جوابات بھی لکھے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہی ہے کہ صحیح مسلم شریف کی روایت سر آنکھوں پر لیکن قابل عمل نہیں۔ اس لیے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہے اور جو آیات و روایات منسوخ ہوں ان کا عمل کرنا گمراہوں کا کام ہے جب کہ انہیں ناسخ کا علم ہو ہم نے نسخ کی روایت اس کے بالمقابل پیش کردی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح دوسرے ائمہ حدیث بھی یہی کہتے ہیں۔

قاعدہ | وہ احادیث جو کفر ابوین پر مفسرین نے شان نزول میں بیان کی ہیں اُن میں بھی ابوین کی تصریح نہیں۔ اجمالی مضامین ہیں جن کی تفصیل آئے گی اور پھر وہ اسناد کے لحاظ سے بالکل ضعیف اور ناقابل استناد ہیں اس کی بحث آئے گی (انشاء اللہ)

قاعدہ | نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال من حیث النبوۃ میں کئی حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں ان افعال کو اپنے اوپر قیاس کرنا تو سراسر گمراہی ہے اور آپ کی من حیث النبوۃ کی حکمتوں میں بھی کسی ایسی حکمت پر فعل کو معمول کیا جائے جس میں کسی قسم کی قباحت نہ ہو بلکہ مدحت ہی مدحت ہو۔ آپ کا والدہ گرامی کی قبر پر رونے کے وجوہ میں ہم نے فراق وجہ بتائی مخالفین نے عذاب ایسے ہی استغفار کی ممانعت ہم نے وجہ بتائی ہے کہ بی بی نے جب گناہ نہیں کیا تو استغفار کیسی۔ لیکن مخالفین نے حسب عادت عذابی، جہنمی وجہ بتائی۔ حالانکہ ہماری بتائی ہوئی وجہ کے نظائر موجود ہیں مثلاً غیر بالغ لڑکی لڑکے کے لیے شریعت نے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے لیے کہو۔ اللھم اجعلہ لنا یا اللھم اجعلھا لنا الخ اسی میں بھی کوئی بے وقوف ہی

کہے گا کہ چونکہ لڑکے لڑکیاں جہنمی ہیں اسی لیے استغفار سے روکا گیا ہے اور ہماری بتائی ہوئی وجہ کو علماء کرام نے بھی بیان کیا ہے جن کی عبارات فقیر پیچھے لکھ آیا ہے۔

قاعدہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے احکام تدریجاً نازل ہوئے ہیں ابتداء اسلام میں سرے سے زیارۃ القبور منع تھی اس دوران زیارۃ القبور کی اجازت تو مل گئی لیکن استغفار کی اجازت و عدم اجازت کی کوئی صراحتہ نہیں آئی اور حضور علیہ السلام کی عادت کریمہ تھی کہ جب کوئی حکم نازل نہ ہوا ہوتا تو آپ عموم پر عمل فرماتے آپ نے حسب عادت والدہ گرامی کے لیے استغفار فرمائی تو مطلق ممانعت ہوئی نہ یہ کہ خصوصت سے والدہ گرامی کے لیے۔ وہ اس لیے کہ عام لوگوں کے والدین کے متعلق کچھ یقین نہ تھا اس لیے زمانہ فترت کے لوگوں کے لیے دعا مانگنا سنت بن جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حیثیت سے روکا۔ جب یہ قانون راسخ ہو گیا پھر آپ اپنے والدین کے لیے دعا فرماتے رہے مثلاً نماز میں ربنا اغفرلی ولوالدی الخ آپ نے بارہا پڑھا ہو گا تو اللہ تعالےٰ کبھی نہیں روکا۔ مخالفین کے پاس کوئی روایت ہو تو دکھائیں کہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اے نبی علیہ السلام آپ یہ اور اس قسم کی دعا نماز میں نہ پڑھا کریں۔ جب نہیں دکھا سکتے ہیں تو عمومی حیثیت سے اس قاعدہ پر عدم اذن استغفار کو عام ہی مانیں۔ یعنی وہ حدیث جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو استغفار برائے والدہ روکا گیا۔ جس کے متعلق اگلے باب میں تفصیل آرہی ہے۔

باب ۵
سوالات وجوابات

سوال: صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال زار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ فقال استاذنت ربی ان استغفرلھا فلم یوذن لی واستاذنتہ فی ان ازور قبرھا فاذن لی (الحدیث) مشکوۃ باب زیارۃ القبور)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدہ کی قبر کی زیارت کی تو خود بھی روئے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رُلایا پھر فرمایا کہ میں نے اللہ سے ماں کی بخشش مانگی تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی پھر میں نے اجازت مانگی کہ میں اسکی قبر کی زیارت کروں تو اس کی اجازت مل گئی۔

فائدہ اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔
۱۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدہ کی قبر پر روئے
۲۔ اس کے لیئے بخشش چاہی تو آپ کو اجازت نہ ملی۔

استدلال حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا کہ آپ کے رونے سے ثابت ہوا کہ آمنہ (آپ کی والدہ) عذاب میں مبتلا تھیں (معاذ اللہ)۔
۲۔ اس کے دفع عذاب کی بخشش مانگی تو اللہ تعالے نے اجازت نہ دی معلوم ہوا کہ آپ کی والدہ کافرہ تھیں (معاذ اللہ) مرقات باب زیارۃ القبور تم

جوابات

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے احکام جستہ جستہ مرتب ہوئے بعض احکام دوراوّل کے بعد منسوخ ہوئے یا اجمالی تھے تو ان کی تفصیل بعد کو کر دی گئی یہ حدیث شریف دوراوّل کی ہے اور محققین کے نزدیک منسوخ ہے جس کے متعلق تفصیل گزری ہے۔

۲۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق افعال کا اپنے اوپر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے ہر فعل میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں حدیث شریف میں صرف رونے کا ذکر ہے عذاب کا قیاس از خود گھڑا گیا ہے وہ بھی ملّا علی قاری رحمہ اللہ کا (قبل از توبہ) مخالفین کو یہ حوالہ ڈوبے کو تنکے کا سہارا والی مثال ہے ورنہ جب ملا علی القاری رحمہ اللہ نے اصل مسئلہ سے توبہ کرلی تو ان کا استدلال بھی اسی کھاتے میں گیا کیونکہ جب بنیاد ہی نہ رہے تو عمارت کا وجود بھی ختم ہوجاتا ہے۔

۳۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس سے صرف عذاب کا احتمال نہیں بیان کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دو اور احتمال بھی لکھوا دیئے چنانچہ ان کی مرقات کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

(فبکیٰ) ای علی فراقہا او علیٰ عذابہا او علی موتہ بموتہا (باب زیارۃ القبور)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے اپنی والدہ کی جدائی سے یا اس کے عذاب کی وجہ سے یا اس کی موت یاد کرکے اپنی موت سے۔

دعوت غور وفکر

جب دو احتمال دیگر بھی ہیں تو مخالفین کو کیا سوجھی ہے کہ وہ صرف ایک احتمال پر ڈٹ گئے

ہیں۔ جب کہ وہ بھی حتمی نہیں بلکہ یہ بنائے شک ہے کہ اسے لفظ ردشکیہ سے تکھا گیا ہے تو کیوں نہ ہو کہ دوسرے احتمال مانے جائیں اگر مخالفین کو منظور نہیں تو بھی یہ حدیث قابل استدلال نہیں اس لئے کہ اس میں تین احتمال ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ، جس دلیل میں احتمال ہو اس سے استدلال باطل ہے اس قاعدہ پہ مخالفین کا حدیث مذکور سے استدلال باطل ہے کوئی اور دلیل لائیں۔

من گھڑت استدلال کا جواب

ردنے کا سبب جو مخالفین نے بتایا ہے وہ سراسر من گھڑت اور ان کے اپنے مذہب کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ وہ نبی علیہ السلام کے علم غیب کے منکر ہیں بلکہ ایسے عقیدے کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کا قبر کے حالات سے آگاہ ہونا علم غیب ہے اور سب کو معلوم ہے کہ قبور کے حالات غیب ہیں اور ان سے آگاہی غیب جاننا نہیں۔ تو اور کیا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ پہلے مخالفین اس کا اعتراف کریں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کا عطا کردہ علم غیب ہے ورنہ وہ اس روایت سے استدلال نہیں کر سکتے اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ استدلالات ایمانیات سے ہوتا ہے نہ کہ شرکیات سے۔ فقیر کا یہ سوال ان کے نام قرض ہے وہ آج ادا کریں یا کل۔

مذکورہ استدلال سراسر غلط

دلائل بتاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی دادی جنہم کی مستحق ہی نہیں اگر مخالفین کا استدلال مان لیا جائے تو یہ حضور علیہ السلام کی قصر شان ہے کہ آپ کا ایک امتی تو دوزخی عورت کو بہشت میں داخل کرا سکتا

ہے اور (معاذ اللہ) حضور بے بس ہو گئے۔

مولوی قاسم نانوتوی مہتمم اعلیٰ دار العلوم دیوبند نے اپنی تصنیف، "تحذیر الناس" میں لکھا ہے کہ جنید (بغدادی قدس سرہ) کے کسی مرید کا رنگ متغیر ہو گیا آپ نے پوچھا تو بروے مکاشفہ اُس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایات میں اس قدر کلمے کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے۔ آپ نے جی ہی جی میں اُس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اُس کو اطلاع نہ دی۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے سبب پوچھا اُس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔

نوٹ:۔ حدیث صحیح ہے جسے محدثین کرام نے ایصال ثواب کے ابواب میں درج کیا ہے۔

لطیفہ مخالفین جب موج پہ آجاتے ہیں تو اس قسم کی حکایات اپنے مولویوں کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ قبر کا عذاب ہو رہا تھا۔ ہمارے فلاں مولوی کی وجہ سے عذاب اُٹھ گیا۔

مزید برآں درجنوں احادیث اس موضوع پر پیش کی جا سکتی ہیں کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتیوں کو یہ شرف حاصل ہے کہ قبور کے عذاب ٹل جانے کے موجب بنتے ہیں۔ یہاں تک اسلامی طلبہ کے گورستان سے گزرنے تک رفع عذاب کی نوید احادیث مبارکہ میں سنائی گئی ہے۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے گیارہ بار سورۃ اخلاص (یعنی قل ھو اللہ) پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشا تو اس کو مُردوں کی تعداد کے مطابق اجر عطا کیا جاتا ہے (الحدیث)

مُردے سفارشی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور قل ھو اللہ احد اور الھکم التکاثر (یعنی یہ دونوں سورتیں) پڑھے اور اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخشے تو تمام مُردے قیامت کے روز اس کی سفارش کریں گے (تذکرۃ الموتیٰ ص۹۱)

سورۃ یٰسین

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں سورۃ یٰسین پڑھے تو مُردوں کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور مُردوں کی تعداد کے مطابق اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں (شرح الصدور ص۲۹۴)

قرآن خوانی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ جس وقت قبرستان میں داخل ہو، سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ النّاس پڑھ کر ان کا ثواب قبر والوں کو پہنچائے (احیاء العلوم) فقہاء کرام کا قول ہے کہ جو شخص میّت کو خود سے مانوس کرنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ اُس کی قبر کے پاس قرآن پڑھے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر کی زیارت کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ زیارت کے بعد قرآن پڑھے اور پھر دُعا کرے (شرح الصدور ص۲۹۳)

سال بھر ثواب کی تقسیم

حماد مکی سے روایت ہے کہ ایک رات میں مکہ کے قبرستان میں گیا اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا خواب میں میں نے دیکھا کہ قبروں والے حلقہ در حلقہ کھڑے ہیں میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں، ہاں ہمارے ایک بھائی نے سورۃ اخلاص پڑھ کر ہم کو ثواب پہنچایا تو وہ ثواب ہم ایک سال سے تقسیم کر رہے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۲۹۳)

ان کے علاوہ بہت سے اعمال شریعت مطہرہ میں مصرح ہیں کہ جس کے بجا لانے سے اہل اموات کی نجات یقینی ہو جاتی ہے مثلاً ستر ہزار بار کلمہ طیبہ میت کو بخشنے سے اس کی بخشش کی روایت مشہور ہے اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ کا نوجوان کی ماں کو بخشش دینے سے بچے کی ماں کی نجات کا علم مکاشفہ سے معلوم ہوا۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے وغیرہ وغیرہ۔

لطیفہ

جن علماء نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کو نہ بخشوانے کا حدیث ہذا سے استدلال کیا انہوں نے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زیارۃ قبور سے حقوق کی ادائیگی ہوئی علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ادائیگی حقوق بھی عجیب ہے کہ ماں تو دوزخ سے نہ نکل سکی تو اس کا حق کیا ادا ہوا۔ ادائیگی حق تب ہوتی جب اسے بہشت مل جاتی اسی لیے یوں کہا جائے کہ رونے کا موجب کچھ اور ہے۔

رونے کی اصل وجہ

انسانی فطرت ہے کہ جب غم کی گھڑی یاد آتی ہے تو رونا آتا ہے۔ بالخصوص عزیزوں

کی موت اور وہ بھی سفر میں اور بے لبی میں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب مزار آمنہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہوگا تو وہی بچپن کا منظر پیچھے سامنے آگیا ہوگا اور سفر مکہ و مدینہ جب بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے سفر کی مشقت اٹھائی اور پھر ابواء جیسے ویران مقام پر جان جان آفرین کے سپرد کرتے ہوئے جو درد بھرے اشعار پڑھے جیسا کہ فقیر نے وصال آمنہ میں عرض کیا ہے اسی لیے محققین علماء نے فرمایا ہے کہ باعتبار عرف کے بھی اور اسی حدیث کے طلب اذن استغفار کے قرینہ سے تو یقین ہے اس لیے کہ خدانخواستہ حضور علیہ السلام نے اگر والدہ کو کافرہ و مشرکہ ہونے کی حیثیت سے عذاب میں دیکھا ہے (معاذ اللہ) تو طلب اذن استغفار کیوں۔ جب کہ آپ جملہ انبیاء علیہ السلام کے شرائع کے علاوہ اِستَغفِر لَھُم اَو لَا تَستَغفِر لَھُم (الآیۃ) کے حکم پر کافرہ و مشرکہ کے لیے استغفار کے حکم کے خلاف کیوں؟

رونے کا موجب ثالث

اپنی موت کی وجہ سے رونے کی وجہ بھی کمزور ہے اس لیے کہ اپنی موت بھی صرف آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے مزار کی زیارت کے وقت یاد آئی۔ کیا ہر قبر کو دیکھنے سے اپنی موت یاد نہیں آتی اگر یہی لازمہ تسلیم کیا جائے تو حضور علیہ السلام کا ہر قبر پہ جانے پر رونا ثابت ہو۔ ایسا ثبوت کہاں۔

آخری جواب

حدیث مذکورہ منسوخ ہے اس کی ناسخ احیاء ابوین کی روایت صحیحہ ہے جس کی تفصیل آتی ہے جب روایت منسوخ ہے تو اس سے استدلال غلط ہے۔

عدم اذنِ استغفار کے جوابات

استغفار کی روایات پہلے ہیں اور احیائے ابوین کی روایات بعد کو۔ اس معنی پر اذنِ استغفار کی روایات منسوخ ہو گیئں اس کی تفصیل "اللآلی الکامنۃ" میں ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ واَمّا ما روی عنہ فلم یوذن لی فی الشفاعۃ فھو متقدّم علی احیائُھما لانّہٗ کان فی حجۃ الوداع فمن الجَایُز اَن تکُونَ ھَذِہِ الدرجۃ حصلت لہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بعد ان لم تکن لہ

(روح البیان ص ۱۴۷ جلد ۱)

ترجمہ:۔ جو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے شفاعت طلب کرنے کی اجازت نہ ملی۔ یہ روایت واقعہ احیاء سے پہلے کی ہے کیونکہ ان کے احیاء کا واقعہ حج الوداع میں ظہور پذیر ہوا ہے اور یہ بات بالکل ممکن الوقوع اور جائز ہے کہ یہ کرامت احیاء ابوین گرامی کی آں حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان روایات مخالف کے بعد میں حاصل ہوئی ہو۔ یہی بات قابل اعتماد ہے۔

۲۔ علامہ سید احمد حموی شرح الاشباہ والنظائر ص ۵۴۳ صاحب روح البیان کے قول کی تائید کرتے ہیں چنانچہ فرمایا ہے کہ

وذکر بعض اھل العلم فی الجمع ما حاصلہ ان من الجایُزان تکون ھذہ الدرجۃ حصلت لہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء والایمان متاخرا لہ

ترجمہ: بعض اہل علم نے تطبیق روایات یوں کی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ کرامت نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوۃ والسلام کو بعد میں حاصل ہوئی۔ جو پہلے حاصل نہ تھی یہ کہ ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا مخالف احادیث کے بعد۔ تو اس صورت میں کوئی تعارض باقی نہ رہا۔

۳۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مسالک الحنفاء فی الوالدی المصطفےٰ ص۷۵ میں تحریر کرتے ہیں۔

قال القرطبي رحمه الله عليه لتعارض بين الحديث النهي عن الاستغفار ان حديث الاحياء متاخرًا عن الاستغفار لهما بدليل حديث عائشة رضي الله الله عنها ان ذالك كان في حجة الوداع ولذالك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر من الاخبار۔

ترجمہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ احادیث احیاء والدین شریفین اور نہی عن الاستغفار کے درمیان کوئی تعارض نہیں بوجہ دلیل حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کیونکہ احیاء ابوین گرامی کا واقعہ زمانہ حج الوداع میں ہوا۔ اسی لیے ابن شاہین محدث نے حدیث احیاء کو کتاب الناسخ والمنسوخ میں دوسری حدیثوں کے لیے ناسخ قرار دیا ہے اور یہی بات اقرب الی الصواب اور قابل اعتماد ہے۔

۴۔ حافظ فتح الدین ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت میں حدیث احیاء کو حدیث نہی عن الاستغفار سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

ذكر بعض اهل العلم في الجمع بين الروايات ما

حاصله انّ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یزل
راقیاً فی المقامات السّنیۃ صاعداً فی الدّرجات
العلیۃ الیٰ ان قبض اللّٰہ روحہ المطھّرۃ الیہ
وازلفہٗ بما خصّہ اللّٰہ تعالیٰ من الکرامات
حین القدوم علیہ فمن الجائز ان یکون ھذہٖ
الدرجۃ حصلت لہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم بعد
ان لم یکن وان یکون الاحیاء والایمان متاخراً
من تلک الاحادیث ط

ترجمہ :۔ بعض اہل علم حضرات نے تطبیق الاحادیث میں فرمایا ہے۔
جس کا ماحاصل یہ ہے کہ
جناب رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دائم الاوقات حصول
مقامات سنیہ اور درجات رفعیہ میں ترقی کرتے رہتے تھے یہاں تک
کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور کی روح مطہر و مقدس کو قبض کیا اور
اُن کو ان فضائل اور خصائص سے اپنے قریب کیا جو خُدا کو منظور تھا۔
یہ بالکل ممکن اور جائز ہے یہ درجہ حضور پُر نور کو بعد میں حاصل ہوا۔
جو پہلے حاصل نہ تھا یہ کہ احیاء الوین شریفین اور قبول اسلام ان تمام
مخالف احادیث کے بعد کا واقعہ ہے اس صورت میں احادیث میں
کوئی تعارض نہ رہا۔

۵۔ زرقانی صـــ ۱۷۶ ج ۱ میں ہے کہ
ویمکن الجواب عن الحدیثین انھما کانا موحدین
غیر انھما لم یبلغا شان البعث والنشر وذالک

اصل کبیر فاحیاھما اللہ لہ حتیٰ آمنا بالبعث وبجمیع ما فی الشریعۃ ولذا تاخر احیائھما الیٰ حجۃ الوداع حتیٰ تمت الشریعۃ ونزل الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً فاحیاحتیٰ اٰمنا بجمیع ما انزل اللہ علیہ ھذا معنیٰ نفیس جدًا ط

ترجمہ :۔ معارض حدیثوں کا یہ جواب ممکن ہے کہ ابوین شریفین پہلے ہی موحد اور خدا پرست تھے مگر اُن کو کماحقہ، علم دارِ آخرت کا حاصل نہ تھا۔ چونکہ آخرت پر ایمان لانا دین حقانی کے اصُولی چیزوں سے ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا تاکہ دارِ آخرت اور تمام احکام شرعی پر کامل طور پر ایمان لائیں اسی لیے اللہ نے حجتہ الوداع کے زمانہ تک ان کے زندہ کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ دین اسلام مکمل ہوگیا اور یہ آیت نازل ہوئی آج کے دن میں نے دین تمہارا کامل کیا اور پوری کردی میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور پسند کیا تمہارے لئے اسلام حقانی دین۔ پھر ان کو زندہ کیا تاکہ تمام امُور دینی اور احکام شرعی پر مکمل طور پر ایمان لائیں۔

یہ جواب علماءِ کرام کا نہایت پسندیدہ اور مقبول عام ہے اور یہ بات بالکل صحیح اور قابل اعتماد اور ان کے ایمان پر استدلال کے لائق ہے

جواب ۲ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی والدہ کے استغفار کی

اجازت نہ ملنے والی حدیث کا جواب یوں ہوگا کہ ممکن ہے اس
میں ایسی ممانعت ہو جیسے شروع اسلام میں اس شخص کی نماز جنازہ
ممنوع تھی جس پر قرض ہو۔ باوجودیکہ وہ مسلمان ہو پھر یہ کہ اس کا
بھی امکان ہے کہ یہ ممانعت، دیگر کافروں کے ضمن کی بناء پر ہو۔ اس
وجہ سے اُن کے لیے بھی استغفار کرنے سے روک دیا گیا ہو۔
(مسالک الحنفاء)

جواب ۷:۔ الفتح الربانی صفحہ ۱۵۹ ج ۸ میں ہے کہ

وقیل ولعلہ لم یؤذن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فی الاستغفار لامہ لانہ فرع المواخذۃ علی الذنب ومن
لم تبلغہ الدعوۃ لا یؤاخذ علی ذنبہ فلاحاجۃ الی
الاستغفار ولان عدم الاذن بالاستغفار لا یستلزم ان
تکون کافرۃ۔

ترجمہ:۔ بعض نے کہا کہ حضور علیہ السلام کو استغفار کے لیے عدم اذن
اس لیے تھا کہ استغفار گناہ کے صدور سے ہوتا ہے اور سیّدہ آمنہ نے
گناہ کیا جب کہ انہیں تو دعوت کا موقعہ نہ ملا اسی لئے استغفار کی اجازت
نہ ملی ویسے عدم جواذن استغفار سے کب لازم آتا ہے کہ وہ کافرہ تھیں۔

جواب ۸:۔ ممانعت اور والدہ کے کفر کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ان اہل
اسلام کی تعلیم مطلوب تھی جو اپنے کافر والدین کی استغفار کے خواہاں
تھے اگر آپ ان کے لیے استغفار فرماتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ بخشے
نہ جاتے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعاء مسترد نہیں ہوتی اور
یہ حکمت ایزدی کے خلاف تھا اور نبی الصلوۃ والسلام حکمت ایزدی کے

خلاف نہیں کرتے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل رنجیدہ کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ اسی لیئے مصلحۃً ان کو ایسے فرمایا پھر جب اسلام کے امور راسخ ہو گئے تو پھر والدین کریمین کو زندہ فرما کر مرتبہ صحابیت عطا فرمایا۔

سوال | حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "لَيْتَ شِعْرِي مَا فَعَلَ اَبَوَايَ" تین بار فرمایا

ترجمہ:۔ ہائے افسوس میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا" اس پر یہ آیت اُتری۔

وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿پ۱ سورۃ البقرہ نمبر ۱۱۹﴾

ترجمہ:۔ جہنمیوں کے بارے میں آپ نہ پوچھیں (ابن کثیر) مذکورہ۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ استغفار نہ کیجیے، ایک حدیث میں ہے کہ اُن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الاٰية ﴿پ۱۱ سورۃ التوبہ نمبر ۱۱۳﴾

ترجمہ:۔ نبی اور ایمان داروں کے لیے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں۔

جواب | یہ قاعدہ کلیہ یاد رکھیں ابوین کے بارے میں سوائے مسلم شریف کی روایت کے باقی تمام روایات ضعیف یا موضوع ہیں بالخصوص شان نزول کی روایات تو بالکل ضعیف اور اکثر موضوع ہیں جیسا کہ حدیث کے جواب امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ روایت کسی معتمد کتاب میں کسی نے نقل نہیں کی۔ البتہ منقطع سند

کے ساتھ بعض تفسیروں میں اس کا ذکر ہے اسی بنا پر یہ روائیت ناقابل حجت ہے (مسالک الحنفا صـ۳۹) میں ہے کہ

ان غالب ما یروی من ذلك ضعیف ولم یصح فی ام النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم سوی حدیث انہ استاذن الخ.

ترجمہ :۔ اکثر جو اس باب میں احادیث مروی ہیں وہ ضعیف ہیں اور حضور علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں مروی ہیں ان میں کوئی بھی صحیح نہیں سوائے حدیث استیذان کے۔

فائدہ مخالفین پر تعجب ہے کہ ہم صحیح روایات پیش کرتے ہیں تو جھٹ بول اٹھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور خود ضعیف موضوع روایات پیش کر رہے ہیں۔

جواب ۲ مخالفین نے تفاسیر سے استدلال کیا ہے اگرچہ ان کے جوابات ہم نے مکمل طور لکھ دیئے ہیں لیکن ہمارا سوال ہے کہ اگر تفاسیر کی روایات مخالف قبول کرے تو بسم اللہ! ہم بھی تفاسیر سے استدلال کرتے ہیں حضرت ابن جوزی سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے انہوں نے کہا۔ آپ پر خدا سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے اجداد کی ہر پشت پر آگ حرام کر دی ہے جن پر آپ تشریف لائے ہیں اور ان شکموں پر بھی آگ حرام کر دی ہے جنہوں نے آپ کو اٹھایا۔

جواب ۳ رونا پیٹے دور ہی ہے ایسی آپ کا افسوس کرنا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ٥ وَلَسَوْفَ

یُعۡطِیۡکَ فَتَرۡضٰی پارہ ۳۰ سورۃ والضحیٰ آیت ۴، ۵)

ترجمہ:۔ اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے اور بے شک تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وعدہ کریمہ سے نوازا۔ تو اس عالی مرتبہ کی وجہ سے بعد کو آپ نے ابوین کو جس طرح چاہا۔ عالی مراتب سے فائز فرمایا (مسالک الحنفاء ص ۹۰)

سنۃ اللہ بہ حبیب اللہ جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا یہ محبوب طریقہ عام ہے کہ جو انعام و اکرام آنے والے زمانہ میں ہونے طے پاتے ہیں ان کے حصول کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آگاہ فرما دیتا ہے اور وقت سے پہلے جو امر ظاہر نہیں کرنا اس کے اظہار سے بھی روک دیتا ہے کچھ یہی معاملہ یہاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے والدین کریمین اس وقت دین ابراہیمی پر ہیں اور یہ مرتبہ بہت کم ہے اسی لئے آپ کی استغفار ان کے مراتب کی بلندی کے لیے ناکافی ہے ایک عرصہ بعد آپ انہیں اپنے دین میں شامل کریں گے تو والدین کا سرمایہ اجر بہت زیادہ ہوگا اس میں ایک طرف آپ کے والدین کے مراتب کی بلندی مطلوب تھی اور دوسری طرف اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز مطمع نظر تھا جیسا کہ کئی واقعات شاہد ہیں کہ ادھر حبیب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملول ہوئے ادھر سے فوراً جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر پیام ایزدی سے محبوب کو خوش فرمایا۔

سوال ابن کثیر نے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب دعاء استغفار برائے والدین سے روکا گیا تو پھر آخری دم تک اپنے والدین کا ذکر نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن

کثیر کے نزدیک بھی حضور سرور عالم نور مجسم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کافر اور جہنمی ہیں اور ابن کثیر نے اسی آیت وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ؕ۔ ترجمہ: اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔ (پ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۹) کے آخر میں تصریح کی ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ اُس وقت کا ہو جب آپ اپنے ماں باپ کے بار بار استغفار کرتے تھے اور انجام معلوم نہ تھا پھر جب ان دونوں کی حالت معلوم ہوگئی۔ آپ اس سے ہٹ گئے اور بیزاری ظاہر فرمائی اور صاف بتلا دیا کہ وہ دونوں جہنمی ہیں جیسے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں (ابن کثیر اردو پارہ اول ص ۱۷۶ مطبوعہ کراچی۔

جواب ا ابن کثیر بد مذہب ابن تیمیہ کا پیروکار ہے اُس کے متعلق تفصیل فقیر نے اپنی کتاب الفیضان علی روح البیان" میں عرض کر دی ہے۔ نیز تفسیر ابن کثیر کا غائرانہ نگاہ سے مطالعہ کیجیے اس کے اکثر مضامین اہل سنت کے مسلک کے خلاف اور ابن تیمیہ کے مذہب کے نہ صرف عین موافق بلکہ توڑ مروڑ کر کے دلائل سے ثابت کرے گا کہ حق یہی ہے اور باقی باطل۔ کچھ یہاں بھی اسی بد مذہبی کا فساد کار فرما ہے ورنہ یہ بات کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ؕ ایسے سرکش کفار و مشرکین کے لیے وارد ہیں جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوٹی کے دشمن ہیں۔ اور نہ جحیم بھی جہنم کا وہ طبقہ جو تمام طبقات جہنم سے بڑا ہے اور بقول ابن جریر اس میں ابوجہل کا ٹھکانہ ہے اور اس جیسے اور (تفسیر ابن جریر) اگر بقول ابن کثیر آیت ھذا میں حضور علیہ السلام کے والدین مراد ہیں تو ان کے کفر پہ قوی دلیل چاہیئے حالانکہ ان کے کفر پر قوی

دلیل کہاں کوئی ضعیف سے ضعیف صریح حدیث نہیں بلکہ ان کی زندگی کے ایام تاریخ میں ثبت ہیں نہ ان سے بت پرستی کا ثبوت ملتا ہے نہ کفر کی باتیں بلکہ توحید کا اقرار اور افعال جمیلہ و اعمال صالحہ اور بہتر کردار ثابت ہے تو پھر خواہ مخواہ ڈھٹائی کر کے انہیں اصحاب الجحیم ثابت کرنا اپنا انجام برباد کرنا ہے

جواب مخالفین کا اتفاق ہے کہ ابن کثیر نے ابن جریر سے تفسیر کا خلاصہ کیا ہے ویسے ابن جریر کے بالمقابل ابن کثیر طفل مکتب ہے ابن جریر نے اس شان نزول کا سختی سے رد کر کے ابوین کا ایمان ثابت کیا ہے اور تفسیر مظہری ص۲۱۲ جلد ۱ میں لکھا ہے کہ بفرض محال ان کا کسی دلیل کے مطابق کافر ہونا مان لیا جائے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نافعہ سے انہیں دولت ایمانی ملی اور بہشت میں داخل ہوئے اس کے بعد دلائل سے صاحب مظہری نے ابوین کا ایمان ثابت فرمایا۔

ضعیف کے بالمقابل صحیح

شان نزول آیت والی حدیث تو ضعیف ہے ہاں صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے لیے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں یقیناً اس وقت تک تمہارے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے تم سے روک نہ دیا جائے نامعلوم مخالفین اس شتر مرغی چال سے کب باز آئیں گے کہ ہم صحیح روایات پیش کریں تو فوراً ضعیف حدیث کہہ کر ٹھکرا دیں گے اور خود حدیث ضعیف کا سہارا لیتے ہیں تو ان سے پوچھنا کوئی نہیں اور ہم پوچھتے ہیں تو بولتے نہیں۔

نوٹ:۔ جو حدیث سوال میں مذکور ہے اس کا پتہ بھی نہیں کہ یہ روایت

کیسی ہے کسی معتمد و مستند حدیث کی کتاب میں صحیح سند سے منقول نہیں۔

شان نزول کا حال

جو شان نزول آیت ہذا کا ابن کثیر نے بیان کیا ہے یہ اُصول و بلاغت اور اسرارِ بیان کے لحاظ سے بھی قابل رد ہے کہ یہ آیت کریمہ یعنی وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ اور اس سے پہلے اور بعد کی تمام آیتیں یہود کے بارے میں ہیں چنانچہ یہ سلسلہ بیان آیت کریمہ :-

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ

(پ البقرہ ۴۰)

ترجمہ :- اے اولاد یعقوب! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو اور میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور خاص میرا ہی ڈر رکھو یہاں (الیٰ قولہ تعالیٰ) تک کہ یہ سلسلہ ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ سورۃ البقرہ ۱۲۴

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔

لہذا جس طرح یہ قصہ شروع بنی اسرائیل سے شروع ہو کر بنی اسرائیل تک ختم ہو جاتا ہے یعنی یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سے شروع ہے اور اس کے بعد والی آیتوں تک جاری رہ کر اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ پر پورا ہو جاتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب جحیم سے مراد، اہل کفار، اہل کتاب کے کفار ہیں اور یہ بات حدیث مبارک میں صراحت کے ساتھ وارد ہے جیسے عبد ابن حمید، فریابی، ابن جریر اور ابن المنذر اپنی تفسیروں میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں . انہوں نے کہا۔ سورۃ بقر میں پہلی چار آیتیں،

مسلمانوں کی صفت میں ہیں۔ اس کے بعد دو آیتیں کافروں کے بارے میں تیرہ آیتیں مسلمانوں کی صفت میں ہیں اور پھر چالیس سے ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کے حالات کی طرف صحیح اشارہ کرتی ہیں اور اسی ضمن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ سورۃ بقرہ مدنیہ ہے اور اس میں اکثر مخاطبین یہود ہیں اور مناسبت کے اعتبار سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ "اصحاب جحیم" ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو بڑے بڑے جہنمی ہیں جیسا کہ لغت میں آثار کا اقتضاء ہے چنانچہ ابن حاتم، ابی مالک سے یہ تحت آیت مذکورہ نقل کرتے ہیں کہ "اصحاب جحیم" وہ ہیں جو بڑے بڑے دوزخی ہیں فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ جہنم پھر لظیٰ[۲] پھر حطمہ[۳]، پھر سعیر[۴]، پھر سقر[۵]، پھر جحیم[۶]، پھر ہاویہ[۷] ہے۔

فرماتے ہیں کہ جحیم میں ابوجہل ہوگا اس روایت کی سند بھی صحیح ہے لہٰذا اس درجہ کے وہی لائق ہیں جن کا کفر بہت بڑا ہو اور ان کا گناہ بے حد سخت ہو اور بوقت دعوت ان کا عناد شدید ہو اور عناد میں علم کے باوجود تبدیل و تحریف اور جحد و انکار کے درپے رہے ہوں۔ نہ کہ وہ لوگ مستحق ہوں جن کے لیے کمی عذاب کا امکان و گمان ہو۔

انصاف کا تقاضا

آیت میں والدین مراد ہوں (معاذ اللہ) تو پھر ان کے لیے کفار میں سب سے بڑے کافر ماننا پڑے گا اور یہ عقلاً و نقلاً محال ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ ابوطالب، نبی کریم کی قرابت اور حسن سلوک کی وجہ سے اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں باوجودیکہ انہوں نے حضور کی دعوت کو سمجھا اور اس کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ان کی عمر بھی بہت طویل رہی۔ اب تمہارا حضور کے والدین کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیونکہ وہ

دونوں سے قربت میں سب سے زیادہ قریب محبّت میں سب سے شدید عذر میں سب سے زیادہ نزدیک اور عمر میں سب سے زیادہ کم تھے تو کیا تم پر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ وہ دونوں طبقہ جہنم میں ہیں؟ اور اگر ان پر بہت زیادہ شدید اور سخت عذاب ہو رہا ہے جسے ادنیٰ ذوق سلیم ہے وہ ایسا سمجھ ہی نہیں سکتا ہاں! فاسد المزاج جو چاہے سمجھتا رہے۔

فائدہ علمی آیت کا شانِ نزول مذکور سوائے ابن کثیر و زمخشری و بیضاوی کے کسی محقق و مفسر نے بیان نہیں کیا۔ اس کے برعکس دیگر مفسرین نے اس کا ردّ کیا ہے۔ مثلاً

۱۔ تفسیر عزیزی از شاہ عبد العزیز۔
۲۔ تفسیر حسینی از علاّمہ کاشفی۔
۳۔ خلاصۃ التفاسیر از مولانا فتح محمد لکھنوی
۴۔ تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ۔
۵۔ کبیر۔ ۶۔ ابن جریر (۷) ابو السعود
۸۔ روح المعانی ۹۔ روح البیان (۱۰) مواہب الرحمان وغیرہ وغیرہ

مفسرین کے ارشادات ابن کثیر غریب کس باغ کی مولی، بر مائے جلیل القدر مفسرین نے اس کے برعکس فرمایا۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِاَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ کُفَّارُ اَھْلِ الْکِتٰبِ ط

(الحادی للفتاویٰ ص۲۳۳ جلد ۲) روح المعانی ص جلد ۱، مظہری ص۱۱۲ ج۱)

مفسرین نے یہ بھی فرمایا کہ اصحاب الجحیم سے ابو طالب مراد ہے جیسا کہ حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے ابو طالب کو سرا پا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کو ٹخنوں تک آگ سے نکال دیا (رواہ البخاری و مسلم عن العباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی بہت خدمت کی کیا آپ سے ان کو کوئی فائدہ ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار ط

ترجمہ:۔ اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب دوزخیوں میں سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

سوال ۔ حدیث میں ہے۔

اھون اھل النار عذاباً ابو طالب "

ترجمہ:۔ "دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے" جب وہ ایسے محب اور خادم چچا کو نہ بچا سکے تو پھر ماں باپ پہلے مر گئے۔ اور وہ ظاہر طور آپ کی کوئی خدمت بھی نہ کر سکے۔

جواب چونکہ کفر و اسلام کا دار و مدار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور نہ لانے پر ہے ابو طالب نے قبول اسلام سے انکار کر دیا تھا اسی لئے دوزخ میں تھا اور ظاہر ہے کہ آپ کے والدین کو دعوت اسلام نہ پہونچی۔ نہ ہی انہوں نے زمانہ نبوت پایا وہ دین فطرت پر تھے ان کے لئے عقیدہ توحید ہی کافی ہے جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے اہل فطرت توحید پر تھے ضعیف حدیث یا تاریخ سے ان کی طرف شرک کی نسبت ثابت نہیں کر سکتے۔ لہذا یہ سوال بے جا ہے بلکہ اس سے تو ہمارا

موقف ثابت ہوتا ہے کہ جو ذات اپنے چچا سے اس کے کفر کے باوجود عذاب کی تخفیف کرا سکتی ہے وہی ذات اپنے والدین کو بہشت بھی دلا سکتی ہے۔

فائدہ اور تخفیف عذاب صرف اور صرف ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے یہاں تک کہ محدثین کرام نے لکھا کہ اگرچہ اللہ تعالےٰ نے کافروں کے لیے فرمایا۔

لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ (پ۲ سورۃ البقرہ ۱۶۲)

ترجمہ :۔ نہ ان پر عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز میں ابو لہب کو پیر کی رات میں عذاب کی تخفیف فرمائی ہے (مواہب اللدنیہ وغیرہ)

غور فرمائیے کہ ابو لہب کا عذاب نص قطعی سے ثابت ہے اور اس کا پیر کی رات عذاب سے تخفیف پانا خبر واحد ہے لیکن تب بھی محدثین انکار نہیں کر رہے اور یہاں والدین کریمین کے بارے میں کوئی نص نہیں ایک وہم ہے جو مخالفین نے کھڑا کیا جس کے جوابات گزر رہے ہیں۔

فائدہ ابن کثیر کے بیان کو نہ صرف ہم غلط کہتے ہیں بلکہ اس کے اپنے بھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ" کے شان نزول میں ابن کثیر نے عبدالرزاق کی سند سے جو ایک روایت پیش کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کاش مجھے الخ۔ اس کے متعلق اس کا مترجم وشارح مواہب الرحمٰن ص۲۹۷ جلد ۱ میں لکھتا ہے اور شک نہیں کہ (اس روایت میں) موسیٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے اور ابن کثیر نے اسے مرسل کہا۔ اس کے حاشیہ پر مترجم شارح لکھتا ہے کہ شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معضل ہے جس سے حجت نہیں

ہو سکتی ۔

عجوبہ ابن کثیر نے کتنی بڑی جرأت کی ہے کہ "جب دونوں کی حالت معلوم ہوگئی تو آپ اُن سے ہٹ گئے اور بیزاری ظاہر کی اور صاف بتلا دیا کہ وہ دونوں جہنمی ہیں جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے (ابن کثیر ص۱۷۷ جلد ۱، اُردو مطبوعہ کراچی)

تبصرۂ اویسی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین دوزخی ہیں اور نہ ہی آپ نے ان سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ جیسا کہ ناظرین نے فقیر کی تحریر ہذا اور اسلاف صالحین کی تصانیف سے معلوم کیا۔ لیکن ابن کثیر کی غلط بیانی کا کیا عرض کیا جائے۔ افسوس کہ مخالفین صرف ابن کثیر کے غلط قول کو لے کر اپنا انجام برباد کر رہے ہیں۔

رُوح المعانی ص۳۳۳ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

لم یرد فی ھٰذا الاثر معضل ضعیف الاسناد فلا یعول علیہ) اس بارہ میں سوائے معضل (ضعیف حدیث) کے کوئی روایت وارد نہیں یہ روایت ایسی ضعیف ہے کہ اس پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

سوال سیرۃ حلبیہ میں ایک دلیل لکھی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ ماجدہ کی استغفار سے اس لیے روکا کہ جو آپ کے یا کسی اور نبی (علیہ السّلام) کے دین کا انکار کرے گا اسے یا اس میں تغیر و تبدل پیدا کرے گا تو اُسے لازماً عذاب ہوگا؟

جواب یہ دلیل بالکل ضعیف ہے اس لیے کہ یہ قول اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ایمان و توحید کا وجوب عقل سے ہو۔ حالانکہ اہلسنت و جماعت کے جمہور علماء کرام کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نہیں کرتا جب تک کہ ان میں رسل کرام علیہم السلام نہ بھیجے اور یہ اپنے مقام پر ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد عرب میں کوئی نبی نہیں آیا اور یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت اسماعیل السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا اجراء اُن کے وصال سے ختم ہوگیا یہ صرف ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا خاصہ ہے کہ بعد وصال بھی تا قیامت آپ کی نبوت جاری و ساری رہے گی اور اہل عرب جو زمانہ فترت میں فوت ہوئے اُن پر کسی قسم کا عذاب نہیں ہوگا اگر ہوگا تو وہ اُن کے کسی کرتوت یا صریح کفر و شرک میں مبتلا رہنے کی وجہ سے ہوگا۔ اور یہ بھی عام اہل فترت کی بات ہے اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ابوین کریمین کو تو بہت سی خصوصیات نصیب تھی جنہیں ہم نے سابقہ اوراق میں بہت کچھ لکھا ایک یہاں بھی عرض کی جاتی ہے وہ یہ کہ حضور سرور کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے دادا سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مومن ہونا مسلّم ہے اگرچہ مخالف نہیں مانتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ سچے اور پکے موحّد اور مومن تھے یہاں ہم صرف صاحب روح البیان (پ۱۱ سورۃ توبہ) کی تحقیق عرض کئے دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بتوں کی پرستش ترک کر دی تھی اور توحید الٰہی کے قائل ہو گئے تھے قرآن مجید کے نزول سے پہلے بہت سے طریقے مروج

تھے جنہیں اسلام نے ابتدائی دور میں جائز رکھ کر بعد کو ناجائز کیا جو قرآن مجید کی آیات کے علاوہ احادیث نبویہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

اس بناء پر ان کا ایمان اور توحید پر ہونا حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسلام و توحید کا لازماً اثر انداز ہوا۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ میں نے بعض علماء کرام کی عبارات سے اندازہ کیا کہ وہ اس کی تقریر یوں کرتے بلکہ اس کو سرجح فرماتے ہیں کہ وجوب ایمان و توحید یعنی بت پرستی سے باز رہنے پر کسی کو مکلّف بنانے کے لیے اتنا کافی ہے کہ کوئی رسول علیہ السّلام دعوت حق پیش کرے اور بت پرستی کی مذمت فرمائے اگرچہ وہ اس وقت مرسل من اللہ نہ بھی ہو تب بھی جسے ایسے رسول کی دعوت و تبلیغ پہونچی ہے اس پر ایمان و توحید کا قبول کرنا اور بت پرستی سے بچنا واجب ہے کیونکہ نبوت کا زمانہ پالینا ضروری نہیں۔ بلکہ دعوت و تبلیغ کا ہونا ضروری ہے وہ دعوت و تبلیغ اس نے براہ راست سنی یا اسے دعوت و تبلیغ کا امکان ہو۔ اگر ایسی صورت اسے نصیب نہیں تو پھر وہ معذور ہے ایسے کے لیے ضروری ہے کہ اسے کسی رسول علیہ السلام کا زمانہ نصیب ہو اور وہ اسے دعوت و تبلیغ دین یا اسے ان کی دعوت و تبلیغ کسی ذریعہ سے پہونچے اس جواب پر لازم آتا ہے کہ جس نے ہمارے نبی پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا کسی دوسرے پیغمبر علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا وہ لازماً ناجی ہے اور اسے اہل فترت کہا جاتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ یہ جملہ امور ابوین کریمین میں پائی جاتی ہیں بلکہ بطریق اتم ان کے ایمان و توحید کے دلائل ملتے ہیں جنہیں ہم نے گذشتہ اوراق میں تفصیل سے عرض کیا ہے۔

سوال:۔ حضور نبی پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین

کے لیے استغفار کی تو جبریل علیہ السلام نے آپ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا۔

لَا تَسْتَغْفِرْ مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا ط

ترجمہ:۔ اُس کے لیے نہ دعا مانگ جو مشرک مرا ہے

جواب یہ حدیث بے سند ہے کیونکہ اسے بزاز نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جسے کوئی نہیں جانتا (مسالک الحنفاء صہ ۳۹ اور الحاوی للفتاوی للسیوطی صہ ج ۴۳۱) میں ہے

واما حدیث ان جبریل ضرب فی صدرہ وقال لا تستغفر من مات مشرکاً فان ابزار اخرجہ بسند فیہ من لا یعرف واما حدیث نزول الآیۃ فی ذلک ضعیف ایضاً الخ۔

ترجمہ:۔ ہر وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی تو جبریل نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ کسی مشرک کے لیے استغفار نہ کرو تو یہ حدیث بزار نے بیان کی ہے اور اس کی سند بعض راوی مجہول ہیں اور اس بارہ میں جو آیت شان نزول میں بیان کی جاتی ہے (یعنی لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْمِ) یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

سوال مسلم شریف میں ہے۔

عن انس رضی اللّٰہ عنہ) کل ان رجلا قال یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم این ابی قال فی النار فلما قفا دعاہ فقال ابی وابوک فی النار (باب من مات علی الکفر)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ میرا باپ کہاں ہے فرمایا جہنم میں جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے واپس بلا کر فرمایا تیرا اور میرا باپ جہنم میں ہے۔

فائدہ اس حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے صاف لفظوں میں جہنمی ہونے کا اقرار کیا ہے جب حضور علیہ السلام کے صریح الفاظ ان کے جہنمی ہونے کا اقرار ہے میں تو پھر تمہاری تاویلوں کو ہم کس قطار میں شمار کریں۔

جواب مخالفین کی عادت ہے کہ اپنے مطلب کی روایت لے کر عقیدہ جما لیتے ہیں دوسری روایات اگرچہ اس روایت سے زیادہ صحیح و قوی ہو۔ اس کا نام تک نہ لیں گے یہاں بھی یہی حال ہے۔ اسی مسلم شریف میں بسند معمر عن ثابت حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں۔ آپ نے اسی شخص کو فرمایا۔

اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار۔

ترجمہ: جب تو کافر کی قبر سے گزرے تو اسے دوزخ کی خوشخبری سنا۔

یہ روایت بقول محدثین (مسالک الحنفاء) پہلی روایت سے زیادہ قوی ہے اس میں مذکورہ بالا الفاظ نہیں کہ جس میں تصریح ہو کہ آپ کے والد بھی جہنم میں ہیں (معاذ اللہ)

فائدہ یہ روایت پہلی سے اس لیے قوی ہے کہ محدثین نے فرمایا کہ معمر اثبت من حماد فان حماداً تکلم فی حفظہ ووقع فی حدیثہ مناکیر ذکروا ان ربیبہ و سھا فی کتبہ وکان حماداً لا یحفظ فحدث بہا فوھو

فیها ومن ثم لم یخرج له البخاری شیاء ولا خرج له مسلم فی الاصول الا من حدیثه عن ثابت وقد خرج له فی (الشواہد) عن طائفة
(مسالک الحنفاء ص ۹۴)

ترجمہ:۔ معمر حماد سے زیادہ مضبوط ہیں اس لیے کہ حماد کے حفظ کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے اس کی روایات میں منکر احادیث ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے ربیب پالک نے اس کی کتابوں میں بہت سی باتیں داخل کر دی ہیں۔ اور حماد چونکہ اپنی روایات کے حافظ نہ تھے اسی لئے وہ حدیث کرتے وقت بہت سی زائد باتیں حدیث کے رنگ میں بیان کر دیتے۔ اسی لیے اس کی روایات میں وہم ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس کی کوئی روایت نہیں لی اور امام مسلم نے بھی اصول میں وہ روایت لی ہے جو اس نے ثابت سے بیان کی اور شواہد میں بھی دیگر شیوخ سے اس کی روایات ذکر کیں۔

سوال والی روایت کے راوی کی کمزوریاں

۱۔ راوی کا حافظہ کمزور (۲) اس کی کتابوں میں بہت سی زائد باتیں داخل کر دی گئیں۔ (۳) منکر احادیث ہے (۴) وہم کے ابتلاء سے بہت سے زائد باتیں حدیث کے رنگ میں بیان کر دیتے تھے (۵) امام بخاری نے اس کی کوئی روایت نہیں لی۔ (۶) امام مسلم نے کوئی روایت لی ہے تو ثابت کے واسطہ سے یا دوسرے اقوی راویوں کے واسطہ سے یہ روایت لی ہے تو اس کے ساتھ دوسری روایت صحیح بھی پیش کر دی ہے تاکہ روایت کا اضطراب واضح ہو جائے گویا یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب روایت کسی حالت

ہیں بھی قابل قبول نہیں اس کی مزید توضیح سنیئے۔

معمر راوی کا حال باکمال

جو روایت ہم نے عرض کی ہے اس کے راوی معمر ہیں یہ بھی مذکور راوی حماد کے استاد بھائی یعنی حضرت ثابت کے شاگرد اور انہی سے ہماری پیش کردہ روایت کے راوی ہیں ان کے متعلق محدثین فرماتے ہیں۔

واما معمر فلم یتکلم فی حفظہ ولا استنکر شئی من حدیثہ واتفق علے التخریج لہ الشیخان فکان لفظہ اثبت (مسالک الحنفاء ص ۴۴)

ترجمہ :۔ بہر حال اس کے حفظ میں کسی نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی ان کی کسی روایت میں استنکار ہے بلکہ بخاری و مسلم دونوں نے بالاتفاق انہی روایت لی ہے۔

ہمارا سوال

مخالفین سے سوال ہے کہ تمہیں باکمال راوی کی روایت کیوں کڑوی لگی کہ اسے چھوڑ کر ایک ضعیف راوی کا دامن پکڑا صرف اس لئے کہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کو دوزخ بنانے کی سازش ہے اگرچہ اس روایت میں بھی والد گرامی کی تصریح نہیں بلکہ لفظ اَب ہے اور یہ بھی کئی احتمال کا حامل ہے اس کا بیان آتا ہے۔

ترجیح برائے مسلک حق

مذکورہ بالا دونوں روایتیں مسلم شریف کی ہیں لیکن ایک روای کمزور ہے جسے مخالفین نے لیا اور دوسرا قوی جس کی روایت اہلسنت نے لی۔ اس کی ایک وجہ بلکہ کئی وجوہ مذکور ہوئے۔ مزید وجوہ ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ راوی مذکور کی روایت کے متعلق حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :۔

ثم وجدنا الحديث ورد من حديث سعد بن ابی وقاص
بمثل لفظ روایة معمر عن ثابت عن انس فاخرج
بزار والطبرانی والبیهقی من طریق ابراهیم بن سعد
بن ابی وقاص بمثل سعد عن ابیه ان اعرابیا قال
الرسول صلی الله علیه وآله وسلم ابن ابی قال
فی النار قال فاین ابوك قال حیثما مررت بقبر
کافر فبشره بالنار وهذا اسناد علی شرط الشیخین
فتعین الاعتماد علی هذا اللفظ وتقدیم علی غیره۔
(مسالک الحنفاء ص۷۵)

ترجمہ: ہم نے حدیث پائی جو سعد بن ابی وقاص سے اسی معمر از ثابت از
انس کی طرح ہے اسے استخراج کیا ہے بزار وطبرانی اور بیہقی نے ابراہیم
بن سعد بن ابی وقاص سے جو سعد از والد خود جیسی روایت ہے وہ یہ کہ اعرابی
نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کہاں۔ آپ نے فرمایا دوزخ میں۔ اس نے
عرض کی تو آپ کا باپ ۔ آپ نے فرمایا جب تم کافر کی قبر سے گزرو تو اسے
دوزخ کی خبر دو۔ یہ شیخین کی شرط پر ہے اس روایت پہ لفظ متعین ہوا
اور اس کی دوسری روایات پر تقدیم ثابت ہوا

۲۔ یہی روایت ابن ماجہ میں ہے۔
ابراھیم بن سعد بن الزہری عن سالم عن ربیعہ قال جاء اعرابی الخ)
(روایت ابن ماجہ کا) مطلب

فائدہ ہماری پیش کردہ روایت کی تائید ایک دوسری سند اور دوسرے راویوں سے ہوئی تو اس سے یقین ہونا چاہیئے کہ مخالفین کی روایت کردہ روایت کا راوی وہمی تھا اس نے اپنے وہم پر روایت بالمعنی کر دی جو محدثین کے اصول کے مطابق تو درست ہے لیکن ایسی روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔

نتیجہ ہمارے ان دلائل سے واضح ہوا کہ مخالفین نے وہمی کی روایت لے کر خود تو وہم میں مبتلا ہیں دوسرے مسلمانوں کو بھی وہم میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں لیکن الحمد للہ اہلسنت وہم کی بیماری سے محفوظ ہیں ان کی روایت کی تصدیق و توثیق محدثین کرام نے فرما دی۔

مزید تائید حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وقد زاد الطبرانی والبیہقی فی آخرہ قال فاسلم الاعرابی بعد فقال لقد کلفنی تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرتہ بالنار (مسالک الحنفاء ص۲۵)

ترجمہ:۔ طبرانی و بیہقی نے آخر میں اضافہ کیا کہ وہ اعرابی مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اب جب بھی کسی کافر کی قبر سے گذروں گا اسے دوزخ کی نوید سناؤں گا۔

فائدہ ہماری پیش کردہ روایت میں یہ فائدہ ہوا کہ اعرابی نے اسلام قبول کر لیا مخالفین کی روایت میں صرف دوزخ کی خوشخبری کا بیان ہے اور مخالفین اسی خوشخبری پہ خوش ہیں حالانکہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ روایت کے جمیع وجوہ پیش نظر ضروری ہوں مخالفین کی روایت مختصر ہے اور ہماری پیش کردہ مفصل ہے اور علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ حدیث مفصل کا

اعتبار زیادہ ہوتا ہے دوسرا اس روایت کا راوی وہمی ہے جس نے اپنے فہم پر روایت بامعنی بیان فرما دی۔

توثیق مزید

ہماری پیش کردہ روایت میں زائد مضمون میں یہ فائدہ ہوا کہ اعرابی نے حدیث کی عملی تفسیر خود فرما دی کہ مسلمان ہونے کے بعد اس پر عمل کرنا ضروری سمجھا کہ ہر کافر و مشرک کی قبر پر گذرتے وقت اسے جہنم کی آگ کی خوشخبری سناتے اور اعرابی نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک بھاری ذمہ داری سپرد فرمائی ہمارا سوال ہے کہ مخالفین کی روایت قابل قبول ہو تو اسے یہ ذمہ داری کہاں سے مل گئی۔ اس کی ذمہ داری بتاتی ہے کہ اصل روایت تو یہی ہے اور پہلی روایت راوی کا اپنا ایک فہم و وہم ہے جو صرف راوی تک محدود رہیگا۔ اس پر آگے استدلال نہ ہو سکے گا۔

آخری جواب باصواب

اعرابی کا سوال (میرا باپ دوزخ میں یا بہشت میں) علم غیب سے متعلق ہے کیونکہ یہ عالم برزخ کا مسئلہ ہے اور عالم برزخ ہمارے لئے غیب ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کا علم (منجانب اللہ) ہے اور مخالفین اسی عقیدہ کو شرک کہتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ تسلیم کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب بعطائے الٰہی جانتے ہیں ورنہ وہ اس حدیث سے استدلال نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ شرکیہ امور سے استدلال کیسا؟

اصل جواب

امام ابن ماجہ (رحمۃ اللہ) کی روایت میں اعرابی کے سوال پر غور ہو۔ مسالک الحنفاء ص۵۹ میں ہے

کہ اعرابی نے اپنے ماں باپ کی نیکیاں بیان کیں وہ صلہ رحمی کرتا تھا اور فلاں فلاں خوبی کا مالک تھا اب مرنے کے بعد وہ کہاں ہے فرمایا آگ میں۔ چونکہ یہ جواب اعرابی کے لیے توقع کے خلاف تھا کیونکہ اس کا خیال ہو گا کہ اس کا باپ نیک تھا تو اسے بہشت میں ہونا چاہیئے لیکن جب حضور علیہ السلام نے اس کی توقع کے خلاف جواب دیا تو راوی فرماتے ہیں کہ اعرابی یہ جواب سن کر مغموم ہوا۔ اس کے بعد پوچھا کہ آپ کا باپ آپ نے بجائے باپ کی برزخی زندگی کے متعلق جواب دینے کے فرمایا کہ جب تیرا کسی مشرک کی قبر پر گزر ہو تو اسے دوزخ کی خوشخبری دینا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اعرابی کے سوال کے جواب کا رخ موڑنا بتاتا ہے کہ آپ کو اپنے والد کے بہشتی ہونے کا علم ہے ورنہ صاف فرما دیتے۔ یہ ایسے ہے جیسے بخاری شریف میں عکاشہ رضی اللہ عنہ کو نوید جنت سنائی لیکن دوسرے انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال پر فرمایا۔ "سبقک عکاشہ" تیرے سے عکاشہ نے سبقت کر لی۔ اس پر شارحین نے لکھا کہ چونکہ وہ جنت کا خاص کوٹہ تھا جس کا آخری نمبر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے حاصل کر لیا۔ اسی لیے اس صحابی رضی اللہ عنہ خاموش ہونا پڑا۔ ورنہ دوسری روایت میں ہے کہ جب منافق نے پوچھا کہ میرا ٹھکانہ کہاں تو آپ نے برجستہ فرمایا دوزخ میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بروایت معمر رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد گرامی کے متعلق دوزخی ہونے کی کوئی بات نہیں فرمائی۔ یہ دوسرے راوی حماد رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے جو انہوں نے روایت سے سمجھا اور محدثین نے ان کی روایت بامعنی سمجھ کر نقل فرمایا۔

بصورت دیگر حضرت حماد بن سلمہ رحمہ اللہ والی روایت بھی ہمیں مضر نہیں اس لیے کہ اب سے چچا (مربی) ابو طالب مراد ہے نہ کہ والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس لئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کے زمانہ حمل میں فوت ہو چکے بعد ولادت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت کا دور تھوڑا عرصہ گزرا اسکے بعد ابو طالب کفیل بنے یہاں تک کہ آپ نے جب نبوت کا بھی اعلان فرمایا تو وہ زندہ تھا اور آپ کے ابتدائی ادوار مصائب میں بھی شریک رہا مکہ معظمہ اور گرد و نواح میں ابو طالب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا باپ مشہور تھا اور اعرابی نے آپ کے سوال میں وہی ابو طالب مراد لیا ہوگا کیونکہ دیہاتوں میں سوائے ابو طالب کے تصور کے کسی اور خیال کو گنجائش تک نہ تھی اسی لیے آپ نے اگر "ابی فی النار" میرا اب جہنم میں ہے تو بھی بعید نہیں اور یہ ہمارے موقف کے خلاف بھی نہیں اسی لیے اب سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو مراد لینا نبوت دشمنی کا ثبوت دینا ہے۔

نسخ جملہ مضمون کسی کو سمجھ نہیں آتا تو محققین نے یہ تمام روایات منسوخ بتائی ہیں ناسخ احیاء ابوین والی روایت ہے جسے ہم نے قوی دلائل کے ساتھ درج کیا ہے اگر اس سے بھی کسی کا اطمینان نہیں تو توقف میں فلاح و بہبودگی ہے ورنہ ہلاکت و تباہی کے سوا چارہ نہیں۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

جواب حدیث جو سوال میں مذکور ہے بالکل ہی غیر مستند اور حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے چنانچہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فحدیث لیت شعری ما فعل ابوای فنزلت الآیة لم یخرج شئ من کتب احادیث المعتمدة وانما ذکرہ بعض التفاسیر بسند منقطع لا یحتج بہ

(مسالک الحنفاء ص ۳۹)

ترجمہ: حدیث لیت شعری (کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے والدین سے کیا کیا گیا تو آیت اُتری اس حدیث کو کسی بھی کتب احادیث میں روایت نہیں کیا گیا اسے بعض تفاسیر میں منقطع سند سے نقل کیا گیا ہے لہذا قابل حجت نہیں۔

فائدہ ناظرین غور فرمائیے کہ مخالفین حضور سید المرسلین کے والدین کریمین کے ناری ثابت کرنے میں کیسے غلط طریقے اختیار کرتے ہیں اس سے اندازہ لگائیے کہ اس سے ان کا پروگرام کیا ہے۔

اصحاب الجحیم سابقاً بڑی تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ یہ آیات شانِ نزول سے قطع نظر سرکش اہل کتاب اور عرب کے متمرد کفار کے متعلق ہے اور خود سواء الجحیم کے لفظ کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں بہت زیادہ شریر و خبیث قسم کے کفار مراد ہوں کیونکہ لغت الجحیم ما عظیم من النار (مسالک الحنفاء ص ۴۰) جحیم وہ جہنم کی آگ جو سب سے بڑی ہو۔ اور جحیم میں ابوجہل (اور اس جیسے اور سرکش کفار) ہو گا اس لیے کہ وہ کفر میں عرب کا سرکش تھا اور اس کا بوجھ بھی کفر میں وزنی تھا دعوت اسلام کے وقت وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخت دشمن تھا اسی لیے وہ سخت سے سخت تر عذاب کا مستحق ہو گا اور وہ جحیم ہے۔ مفسرین اور محدثین نے فرمایا کہ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

(مسالک الحنفاء ص ۴۰)

ہمارا سوال

اس توجیہ کے بعد مخالفین پر نیا سوال ہے کہ ابوین مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کونسا بڑا کفر صادر ہوا کہ جس کے دہ اتنا بڑی دوزخ کے مستحق ٹھہرائے جا رہے ہیں حالانکہ مخالفین کا اعتراف ہے کہ وہ دورِ فترت میں تھے انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کرنے نہ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ ان کے لیے عقیدہ توحید ہی کافی ہے جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے اہل فترت توحید پر تھے ضعیف حدیث یا تاریخ سے ان کی طرف شرک کی نسبت ثابت نہیں کر سکتے جب کہ ہم نے نہ صرف ایمان بلکہ ان کی دیانت و تقویٰ کے بھرپور دلائل قائم کئے ہیں ابوطالب کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

ابوطالب کے متعلق

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وجدته غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح

ترجمہ:۔ میں نے ابوطالب کو سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک آگ سے نکال دیا (رواہ البخاری ومسلم عن العباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ)

ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی بہت خدمت کی کیا آپ سے ان کو کوئی فائدہ ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار ط

ترجمہ:۔ اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب دوزخیوں میں سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

اھون اھل النار عذابًا ابو طالب''

ترجمہ:۔ دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب پر ہے۔

چونکہ کفر و اسلام کا دارو مدار حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور نہ لانے پر ہے ابو طالب نے قبول اسلام سے انکار کر دیا تھا اسی لیے دوزخ میں تھا اور ظاہر ہے کہ آپ کے والدین کو دعوت اسلام نہ پہونچی نہ ہی انہوں نے زمانہ نبوت پایا وہ اس سزا کے مستحق نہ ہوئے۔

فائدہ ابوطالب کے ایمان و کفر کے بارے میں تین مذاہب ہیں۔
۱۔ ایمان (۲) کفر۔ (۳) توقف

اس کی بہترین تحقیق امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف قابل مطالعہ ہے۔

سوال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے ساتھ ملیکہ انصاریہ کے دو بیٹے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ہماری ماں اپنے خاوند کی فرمانبردار اور بڑی مہمان نواز تھی لیکن دور جاہلیت میں مرگئی آپ بتائیں اب وہ کہاں ہے آپ نے فرمایا۔ اُمّکُمَا فِی النار۔ تمہاری ماں دوزخ میں ہے۔ یہ سُنکر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں کو یہ بات ناگوار گذری جب وہ روانہ ہوئے تو آپ نے انہیں بلوایا واپس ہوئے تو فرمایا

الحدیث:۔ ان امی مع اُمّکُمَا

المستدرک وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد

فائدہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ دوزخ میں ہے (معاذ اللہ) طرفہ یہ کہ یہ حدیث صحیح

الاسناد بھی ہے۔

جواب ۱ یہ حدیث شریف بھی علم غیب سے متعلق ہے پہلے مخالفین اپنے فتوائے شرک سے رجوع کریں۔ اس کے بعد اعتراض کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے اضداد سے استدلال نہیں ہو سکتا مثلاً کفر سے ایمان کا ثبوت اور ایمان سے کفر کا وغیرہ وغیرہ۔

جواب اس کا جواب حدیث شریف کے آخری حصّہ میں ہے جسے حسب عادت مخالفین بیان نہیں کرتے یہی ان کی بُری عادت ہے کہ پوری حدیث (اس طرح آیت و دیگر حوالہ) مکمل نقل کریں تو اعتراض سرے سے نہ ہو بلکہ الٹا اُن کے گلے کا ہار۔ چنانچہ آخری حصّہ یوں ہے کہ جب وہ انصاری آ گئے تو ایک انصاری نوجوان (جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکثرت سوال کرتا تھا) نے عرض کی۔

یَا رسُولَ اللّٰہ اَری ابواک فی النّار۔	یا رسول اللہ کیا آپ کے والدین دوزخ میں ہیں (معاذ اللہ)

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَاسألتھما ربی فیعطینی فیھما وانی القائم یومئذ المقام المحمود (الحدیث)	میں اُنکے متعلق اللہ تعالےٰ سے مانگوں گا وہ مجھے عطا فرمائے گا اور میں اس دن مقام محمود پہ ہوں گا۔

(المستدرک ذکر صفۃ حوض الکوثر)

فائدہ اس حدیث شریف میں سے وہی ثابت ہوا جو ہمارا موقف ہے کہ ابوینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناجی ہیں، مومن ہیں لیکن مرتبہ میں کم پھر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت خصوص

سے اعلیٰ مقام ملے گا جیسا کہ شفاعت کی تصریح سے واضح ہے ورنہ سوچیئے کہ اگر کفر و شرک میں فوت ہوئے تو ان کے لیے مقام محمود کی شفاعت خصوصی کیسی۔

جواب ۳ حاکم کا مستدرک کا صحیح الاسناد کہدینا ناقابل اعتبار ہے اس لیے محدثین میں حاکم اس عجلت میں مشہور ہیں چنانچہ سیرۃ حلبی ص ۱۷۴ ج ۱ میں ہے۔

لما تقرر فی علوم الحدیث	علوم حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ
انه لا یقبل تفرد الحاکم بالتصحیح	الحاکم نے المستدرک میں جس حدیث
فی المستدرک لما عرف	کو انفرادی طور پر اپنے حوالہ سے صحیح
من تساهله فیه فی الصحیح	کہا وہ صحت ناقابل قبول ہے کیونکہ

المستدرک میں انہوں نے کافی تساہل کیا ہے اور حدیث کی صحت میں اعتبار نہیں کی جب کہ وہ تصحیح حدیث میں منفرد ہوں۔

حدیث مذکور کے ضُعف کی تحقیق

یہ حدیث اتنی حد تک ضعیف ہے کہ امام ذہبی کے متعلق امام حلبی لکھتے ہیں کہ قد تبین الذھبی ھذا الحدیث و حلف علی عدم صحته ممیناً (سیرۃ حلبیہ ص ۱۷۴ ج ۱)

ترجمہ: امام ذہبی نے قسم کھا کر اس کی عدم صحت کا قول کیا ہے۔

فائدہ امام ذہبی رحمہ اللہ کو مخالفین بہت زیادہ مانتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اس مسئلہ میں انہیں ہرگز نہیں مانے گے اگرچہ وہ ایک بار کیا ہزار بار بھی قسمیں کھائے لیکن حقیقت یہی ہے کہ حدیث ضعیف اور بالکل ناقابل اعتبار ہے۔

رواۃ الحدیث کا حال

مستدرک میں حدیث ہذا کی سند ملاحظہ ہو۔

عن علی بن الحکم عن عثمان بن عمیر عن ابی وائل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

عثمان بن عمیر

ضعیف الحدیث۔ متروک غیر پسندیدہ راوی ہے تہذیب التہذیب سے اس کی تنقید کرنے والوں کے اسماء مع تاثرات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ كَانَ ابنُ مَهدِی تَرَكَ حَدِيثَهُ وَقَالَ أَبِي خَرَجَ فِي الفِتنَةِ مَعَ ابرَاهِيمَ بنِ عَبدِ اللّٰهِ بنِ حَسَنٍ۔

ابن مہدی عثمان بن عمیر کی حدیث ترک کرتے اور فرماتے کہ میرا باپ کہتا تھا کہ عثمان نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کے ساتھ خروج کیا تھا۔

۲۔ قَالَ عَمرُو ابنُ عَلِيٍّ لَم يَرضَ يَحيٰى وَلَا عَبدُ الرَّحمٰنِ اَبَا اليَقظَانِ۔

عمرو بن علی نے فرمایا کہ عثمان سے (راوی) کی روایت سے یحیٰی اور عبدالرحمٰن ابوالیقظان راضی نہ تھے۔

۳۔ قَالَ الدَّورِيُّ عَنِ ابنِ مَعِينٍ لَيسَ حَدِيثُهُ بِشَيءٍ

اور دوری نے کہا کہ ابن معین فرماتے کہ عثمان کی روایت کوئی شے نہیں۔

۴۔ قَالَ ابنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا اَبِي سَاَلتُ مُحَمَّدَ بنَ عَبدِ اللّٰهِ بنِ نُمَيرٍ عَن عُثمَانَ بنِ عُمَيرٍ فَضَعَّفَهُ فَقَالَ سَاَلتُ اَبِي عَنهُ فَقَالَ ضَعِيفُ الحَدِيثِ مُنكَرُ الحَدِيثِ۔

ابن حاتم نے فرمایا کہ میرے باپ نے محمد بن عبداللہ بن نمیر سے عثمان

بن نمیر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے ضعیف راوی بتا کر فرمایا کہ وہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔

۵۔ کَانَ شُعْبَۃُ لَا یَرْضَاہُ وَذَکَرَ اَنَّہٗ حَضَرَہٗ فَرَوٰی عَنْ شَیْخٍ قَالَ لَہٗ شُعْبَۃُ کَمْ سِنُّکَ فَقَالَ کَذَا فَاِذَا قَدْ مَاتَ الشَّیْخُ وَھُوَ ابْنُ سَنَتَیْنِ۔

شعبہ عثمان راوی سے بالکل راضی نہ تھا اور ذکر کیا کہ ایک دفعہ عثمان نے اپنے ایک شیخ سے روایت کی تو میں نے پوچھا اس وقت تری عمر کتنا تھی جب عمر بتائی تو معلوم ہوا کہ جب اس کا شیخ فوت ہوا تھا یہ صرف دو سال کا تھا۔

۶۔ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عَرْعَرَۃَ عَنْ اَبِیْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیْ کَانَ الْحَارِثُ بْنُ مُعِیْنٍ وَاَبُوالْیَقْظَانِ یُؤْمِنَانِ بِالرَّجْعَۃِ وَیُقَالُ کَانَ یَغْلُوْ فِی الشَّیْخِ قُلْتُ نَسَبَہٗ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَقَالَ ھُوَ عُثْمَانُ ابْنُ عُمَیْرِ ابْنِ عَمْرٍو ابْنِ قَیْسٍ الْبَجَلِیْ وَقَدْ یُنْسَبُ اِلٰی نَسَبِ جَدِّ اَبِیْہِ ذَکَرَہُ الْبُخَارِیُّ فِی الْاَوْسَطِ فِیْ فَصْلِ مَنْ مَاتَ مَابَیْنَ الْعِشْرِیْنَ وَمِائَۃِ اِلَی الثَّلَاثِیْنَ وَقَالَ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ وَلَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَنَسٍ۔

ابراہیم بن عرعرہ احمد زبیری سے بیان کرتے ہیں کہ حارث بن معین اور ابو الیقظان فرماتے ہیں کہ عثمان (راوی) تو رجعت کا قائل تھا اور شیخ کے بارے

میں بھی غلو کرتا تھا میں کہتا ہوں کہ امام احمد بن حنبل اس کی نسبت کے بارے فرماتے وہ عثمان بن عمر بن عمرو بن قیس البجلی اور یہ کبھی اپنے باپ کے دادا کی طرف منسوب ہوتا تھا امام بخاری نے تاریخ اوسط کے ان لوگوں کی نسبت لکھا جو ایک سو بیس و تیس کے فوت ہوئے کہ عثمان راوی منکر الحدیث تھا اس نے حضرت انس سے حدیث نہیں سنی۔

۷۔ وَ قَالَ فِی الکَبِیرِ کَانَ یَحیَی وَ عَبدَ الرَّحمٰنِ لَا یُحَدِّثَانِ عَنہُ وَھُوَ ابنُ قَیسِ البَجلِی وَھُوَ عُثمَانَ بنَ اَبِی حَمِیدِ الکُوفِی۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں لکھا کہ یحیٰ اور عبدالرحمٰن عثمان راوی سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے یہی ابن قیس بجلی ہے یہی عثمان بن ابی حمید کوفی ہے۔

۸۔ قَالَ الجَوزَجَانِی عَن اَحمَدَ مُنکَرُ الحَدِیثِ وَ فِیہِ ذَالِکَ الدَّآءُ قَالَ وَھُوَ عَلَی المَذھَبِ مُنکَرُ الحَدِیثِ۔

جوزجانی نے احمد سے بیان کیا کہ عثمان راوی منکر الحدیث تھا اس میں ایک بیماری تھی اور وہ غلط مذہب رکھتا تھا اور منکر الحدیث بھی تھا۔

۹۔ قَالَ البَرقَانِی عَنِ الدَّارقُطنِی مَترُوکٌ وَ قَالَ الحَاکِمُ عَنِ الدَّارقُطنِی زَائِغٌ لَم یُحتَجَّ بِہٖ۔

البرقانی نے دارقطنی سے ذکر کیا کہ عثمان راوی متروک الحدیث تھا اور حاکم نے دارقطنی سے بیان کہ یہ راوی ٹیڑھا تھا اس کی روایت حجت نہیں۔

۱۰۔ قَالَ ابنُ عَبدِ البَرِّ کُلُّھُم ضَعَّفَہٗ۔

ابن عبدالبر نے فرمایا کہ تمام محدثین نے اسے ضعیف کہا۔

۱۱۔ قَالَ اَبُو اَحمَدَ الحَاکِمُ لَیسَ بِالقَوِیِّ عِندَھُم

ابو احمد حاکم نے فرمایا کہ عثمان راوی تمام محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

۱۲ - قَالَ ابنُ حِبَّانَ اختَلَطَ حَتّٰی لَا یَدرِی مَا یَقُولُ لَا یَجُوزُ الاحتِجَاجُ بِہٖ ۔

ابن حبان نے فرمایا کہ عثمان اختلاط کرتا وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسی لیے اس کی حدیث حجت نہیں۔

۱۳ - قَالَ ابنُ عَدِیٍّ رَدِیُّ المَذہَبِ غَالٍ فِی التَّشَیُّعِ یُؤمِنُ بِالرَّجعَۃِ وَیُکتَبُ حَدِیثُہٗ مَعَ ضُعفِہٖ ۔

ابن عدی نے فرمایا کہ وہ عثمان راوی غالی ردالمذہب تھا شیعہ مذہب میں غلو کرتا تھا اور رجعت امام کا قائل تھا ضعیف راوی ہونے کے باوجود حدیث لکھتا تھا۔

خلاصۃ الکلام اس جواب کا خلاصہ یہی ہے کہ حدیث صحیح نہیں اس کا ایک راوی عثمان بن عمیر پہلے درجے کا ضعیف اور غالی شیعہ ہے نیز حاکم کا مستدرک میں اسنادہ صحیح کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ حاکم صاحب مستدرک یہاں اپنے طور کسی حدیث کے لیے صحیح کہہ دیں تو ضروری نہیں کہ وہ صحیح ہو۔ یہی فیصلہ تمام محدثین نے فرمایا۔ جب روایت ضعیف ہے تو اس سے استدلال کیسا۔

جواب ۴ یہ حدیث صحیح ہو بھی تو بھی حدیث احیاء ابوین سے منسوخ ہے کیونکہ صحیح مسلم جیسی مستند صحیح منسوخ ہے تو یہ روایت تو اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں فلہذا یہ بھی منسوخ ہے۔

لطیفہ اسی مستدرک کی اسی روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اِنَّ اُمِّیْ مَعَ اُمِّکُمَا میری ماں تمہاری ماں کے

سابقہ ہے تو منافق بہت خوش ہوئے ان میں سے ایک نے کہا۔

مَا یُغْنِیْ ھٰذَا عَنْ اُمِّہٖ اِلاَّ — یہ (نبی علیہ السلام) اپنی والدہ کے
مَا یُغْنِیْ اِبْنَا مَلِیْکَۃَ عَنْ اُمِّھِمَا — کوئی کام آسکا (نہ بچا سکا) جس طرح
وَنَحْنُ نَطَاءُ عَقِبَہٗ۔ — ملیکہ کے بیٹے ماں کے کام نہ آتے
(مستدرک ص ۳۶۴ ج ۲) — (نہ بچا سکے) اور ہم اس کے قدم بقدم
تابعدار رہیں (برابر ہیں)

انتباہ

ناظرین غور فرمائیے کہ جیسے اس وقت منافقین کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کا اختیار نہیں وہ کسی کے کام نہیں آسکتے نہ آج نہ کل۔ اس طرح آج یہ لوگ یہی کہتے ہیں اور جیسے منافق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہنمی ہونے پر خوش تھا آج یہ اسی عقیدہ کے مطابق خوش ہیں۔

خوش بخت سُنی

الحمد للہ ہماری خوش بختی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فوراً منافق کے رد میں فرمایا کہ مَا سَالتما فیعطنی فیھما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک ص ۳۶۴ ج ۲)

میں نے ان کے بارے میں سوال کر لیا ہے جو کچھ مانگا ہے وہ مجھے دیگا اور اس وقت میں مقام محمود پہ ہوں گا۔

یہ نوید نہ صرف والدین کے لیے ہے بلکہ ہر اس اُمتی کو بھی ہے جو آپکی شفاعت کا خواستگار ہے (فافھم ولا تکن من الوہابیین)

ابن تیمیہ نے ایک سوال اُٹھایا ہے۔

سوال :- ایمان الیاس ناقابل قبول ہے اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

وَلَیسَت التوبۃ للذین یعملون السّیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وھم الکفار اولئک اعتدنا لھم عذابا الیما (پ۵ آیت ۱۸)

اور وہ توبہ ان کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان میں کسی کو موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ کی جو کافر ہیں ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فائدہ فتاوٰی ابن تیمیہ صفحہ ۳۳۶ ج ۴ میں ہے کہ
فبین اللہ انہ لا توبۃ لمن مات کافرا۔

جواب ۱ ابن تیمیہ کی گمراہی سب کو معلوم ہے اس کا استدلال سوائے گمراہی کے اور کیا ہو سکتا ہے اور آیت کو حضور علیہ السلام کے والدین سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ یہ ان مجرموں کافروں کے لیے ہے جن کی زندگی جرائم اور کفر میں بسر ہوئی پھر مرتے وقت توبہ کریں۔ ابوین کے لیے نہ کفر ثابت ہے اور نہ ہی ان کے جرائم۔ بلکہ توحید اور نیک اعمال کا ثبوت ملتا ہے جسے ہم نے تفصیل سے عرض کیا ہے۔

جواب ۲ آیت سے تنہا ابن تیمیہ نے کفر ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استدلال کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔ کیونکہ تمام مفسرین یہاں تک کہ اس کا اپنا مقتدا ابن جریر بھی ان کے خلاف ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ تفسیر ابن جریر تحت آیت ہذا میں ہے۔

نزلت اولیٰ فی المؤمنین والوسطی فی المنافقین یعنی و لیست التوبہ للذین یعملون السیآت والاخری للکفار یعنی ولا الذین یموتون وھم کفار۔

پہلی آیت اہل ایمان کے لیے درمیانی منافقین کے لیے یعنی ان کی توبہ قبول نہیں، جو برائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں آخری آخر کافروں کے لیے یعنی ان کی توبہ قبول نہیں جو کافر ہو کر مرے۔

۲۔ ابن کثیر میں تحت آیت ہذا ہے۔

ولا الذین یموتون وھم کفار قالوا نزلت فی اہل الشرک

اور ان کی توبہ قبول نہ ہوئی جو کافر ہیں یہ آیت اہل شرک کے لیے نازل ہوئی۔

۳۔ آیت میں ان کافروں کی توبہ نامنظور بتائی جو مرتے وقت ایمان لائیں گویا عدم قبول مقید ہے بہ قید وھم کفار۔ اس لیے کہ یہ حال ہے اور ذوالحال مقید ہو۔ تو حکم اسی قید تک محدود رہے گا یعنی حالت موت میں ایمان لانا اور یہ صحیح ہے اس لیے کہ ایمان بالغیب کی شرط مفقود ہو گئی اب میت مشہودی ہو گیا اور ایمان مشہودی ناقابل قبول ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت میں تو سب مان جائیں گے لیکن وہ ماننا نہ ماننے کی طرح ہو جائے گا اسی کو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بیان فرمایا ع

؎ پھر نہ مانیں گے کبھی اگر مان گیا۔

جب یہ قاعدہ سمجھ آ گیا اب والدین کا ایمان سمجھیے کہ قبل وفات ان کا انکار ثابت نہیں۔ اور نہ ہی بوقت وفات ابو طالب کی طرح انکار منقول ہے اسی لیے وھم کفار کی قید ختم دوسرا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا معجزہ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور قاعدہ ہے کہ معجزات وخصوصیات نبویہ شرائط وقیود کے محتاج نہیں۔ جنہیں معجزات وخصوصیات نبویہ سے انکار ہو اس سے بات کرنا فضول ہے اور طرفہ یہ کہ احیاء الابوین کی حدیث صحیح ہے اگر کسی طرق سے ضعیف ہے تو دوسرے طرق سے ملاکر صحیح کردی گئی اور صحیح حدیث عموم آلایۃ خاص ہوجاتا ہے۔ ان تینوں قواعد واصول کو سامنے رکھ کر منصف مزاج سوچے تو سمجھ آجائے گا اگر کسی نے ضد کی گولی کھا رکھی ہے وہ شاید نہ سمجھے۔

جواب ۴ صاحب روح البیان اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ

قلت الایمان عند المعاینۃ ایمان باس فلا یقبل بخلاف الایمان بعد الاعادۃ لما ورد ان اصحاب الکھف یبعثون فی اٰخر الزمان ویحجون ویکونون من ھٰذہ الامۃ فی اٰخر الامۃ تشریفاً لھم بذالک وردمرفوعاً ان اصحاب الکھف اعوان المھدی فقد اعتد بما یفعلہ اصحاب الکھف بعد احیائھم من الموت (روح البیان)

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں کہ معائنہ وعذاب اخروی کے وقت ایمان لانا ایمان باس کہلاتا ہے جو عنداللہ مقبول نہیں۔ بخلاف ایمان بعد عود حیات کے مقبول ہے حدیث شریف میں ہے بے شک اصحاب کہف آخر زمانہ میں زندہ کیئے جاویں گے اور بیت اللہ شریف کا حج کریں گے اور امت مرحومہ میں شامل ہوں گے بوجہ شرافت وبزرگی اور ان کے لیے مرفوع حدیث وارد ہے

کہ وہ امام مہدی کے معاون ہوں گے اور اصحاب کہف کو یہ مرتبہ احیاء بعد الموت سے نصیب ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ الو بن زمانہ فترت میں ایمان و توحید سے سرفراز تھے حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں دوبارہ زندہ کرکے اپنی امت میں شامل فرما کر صحابیت کے عہدہ و مرتبہ عطا فرمایا۔ ایسا عقیدہ رکھنا یا اسی تصور میں ہونا مؤمن و مسلمان کی شان ہے۔ صرف حضور علیہ السلام پر تھا آپ کی اقتداء لازمی ہے اسی لیے ہمارے لئے بوقت تلاوت سنت ہے۔

(مسئلہ) آیت سے بظاہر ثابت ہوتا ہے یہ بھی استعاذہ واجب ہے لیکن جمہور امت کے اجماع قرار دیا گیا ہے (کذا فی الکافی) قرطبی نے ابو حنیفہ و امام شافعی رضی اللہ عنہما نماز کی صرف پہلی رکعت سے قراءت کرتے تھے دوسری رکعتوں میں اس لئے حکم نہیں دیتے تھے کہ ان کے نزدیک قراءت ایک ہے اگرچہ رکعات متعدد ہیں (کذا فی حواشی)

فائدہ قراءت سے پہلے تعوذ سے اصلی غرض وسوسہ کو دور کرنا۔ قراءت سے پہلے تعوذ کا حکم ہوا۔

فائدہ :- سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تعوذ سے انسان کا منہ کذب۔ غیبت۔ بہتان سے پاک ہوتا ہے اسی لیے قرآن مجید کی تعظیم کے پیش نظر تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھیے۔

زاز بہر شکر و سپاس
بغیبت نگردانندش حق شناس

زبان شکر و سپاس کے لیے پیدا کی گئی ہے حق شناس سے غیبت وغیرہ سے ملوث نہیں کرتے۔

سوال ملا علی قاری رحمہ اللہ قبل تو بہ کفر ابوین مصطفےٰ اس آیت سے استدلال کیا تھا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ (سورۃ الانعام پ آیت ۲۸)

اور اگر وہ دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں روکا گیا۔

فائدہ اللہ تعالیٰ مشرکین کفار کے بارے میں صاف صاف اعلان فرما رہا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو بھی جائیں اور دنیا میں پھر انہیں لوٹا دیا جائے تو بھی اُن کے کرتوت ویسے ہی ہوں گے جیسا پہلے کر کے مر گئے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا اوّل تو زندہ ہونا ہی قابل ثبوت ہے اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر جب کہ وہ کفر و شرک پر مرے تھے اب دوبارہ دنیا میں آکر اُن کا کفر و شرک کو چھوڑنا اور ایمان قبول کر لینا آیت مذکورہ کے خلاف جاتا ہے کہ لہٰذا اگر دوبارہ زندہ ہونا ہوا بھی تو اُن کا ایمان لانا قطعاً درست نہیں۔

جواب آیت مذکورہ سے یہ استدلال عجیب و غریب ہے کیونکہ اس آیت سے کھلے الفاظ میں اللہ تعالیٰ ایسے مشرکین کا ذکر کر رہا ہے جنھیں کل قیامت کو جب جہنم میں ڈالے جانے کے لیے جہنم کے کنارے کھڑا کیا جائے گا تو وہ یہ تمنا کریں گے کاش! اللہ تعالےٰ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے اور اگر ہماری یہ خواہش پوری ہو جائے تو پھر ہم وہ کام ہرگز نہیں کریں گے جو ہم پہلے کرتے رہے یعنی ہم بُت پرستی چھوڑ دیں گے اللہ تعالےٰ کو وحدہ لاشریک مانیں گے اس کی آیات پر ایمان لائیں گے اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے گویا کفر و شرک کا ہر کام چھوڑ کر ایمان و اسلام پر عمل پیرا ہوں گے ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا کہ

جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ اگر انہیں واپس بھیج بھی دیا جائے تو وہی کچھ کریں گے جو کر کے آئے ہیں اب اس آیت کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو اگر بنایا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انہوں نے اُن کفار و مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا ہو۔ اپنے دور کے رسول کا انکار کیا ہو حالانکہ یہ ان کے لیے نہیں تو پھر یہ آیت ان پر کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔

سوال | مرقات میں ہے کہ

لما افتتح رسول اللہ علیہ مکۃ زار قبر امہ بالابواء ثم قام مستعبرا فقال انی استاذنت ابی فی زیارۃ قبر امی فاذن لی واستاذنتہ بالاستغفار فلم یاذن ونزل ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی الآیۃ۔

ترجمہ:۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی ابواء میں۔ اس کے بعد دور کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں نے ماں کی قبر کی زیارت چاہی تو اجازت مل گئی پھر میں نے استغفار چاہی تو اجازت نہ ملی پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ مومن کو لائق نہیں کہ اہل شرک کے لیے دُعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ بحکم قرآن بھی آپ اپنی والدہ کے لیے استغفار سے روکے گئے ہیں اسی معنی پہ آپ کی والدہ کا کفر ثابت ہوا۔

جواب:۔ اجازت نہ ملنے کی تحقیق گذر چکی مزید لکھنے کی ضرورت نہیں

اس مسئلہ میں شان نزول والی تمام روایات ناقابل قبول ہیں کیونکہ وہ ضعیف وغیرہ ہیں اس کی تحقیق بھی گذری ہے اور ملاّعلی قاری رحمہ اللہ نے بلاسند بیان فرمایا ہے اس طرح سے اور زیادہ ناقابل اعتماد ہے اور موصوف کا یہ بیان توبہ سے پہلے کا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو صاحب توبہ کر لے۔ اس کے سابقہ دعاوی و دلائل ناقابل حجت ہوتے ہیں اور ملاّعلی قاری رحمہ اللہ کی توبہ کا بیان آئے گا (انشاء اللہ)

جواب ۲ محققین نے صحیح سند کے ساتھ اس کا شان نزول ابوطالب کے لیے بیان کیا ہے چنانچہ سند المفسرین حضرت علامہ سید محمود الوسی تفسیر روح المعانی پ۱۱ تحت آیت مذکور لکھتے ہیں۔

الآیۃ علی الصحیح نزلت فی ابی طالب۔ — صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

عن المسیب بن حزن قال لما حضرت اباطالب الوفاۃ دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعندہ ابوجہل وعبداللہ بن امیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای عم قل لا الٰہ الا اللہ احاج لک بہا عند اللہ فقال ابوجہل و عبداللہ بن امیہ یا اباطالب وترغب عن ملۃ عبدالمطلب فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یعرضہا علیہ وابوجہل وعبداللہ یعاودانہ بتلک المقالۃ فقال ابوطالب آخر

کلّمھم ھو علی ملۃ عبد المطلب وابیٰ ان یقول لا الٰہ الا اللّٰہ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنک فنزلت ما کان للنبی (الآیۃ) رواہ البخاری والمسلم والنسائی واحمد وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر والبیھقی فی الدلائل وآخرون۔

ترجمہ:۔ مسیب سے ہے کہ جب ابوطالب پر موت آئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام تشریف لائے اس کے پاس ابوجہل و عبد اللّٰہ بن امیہ بیٹھے تھے آپ نے فرمایا چچا کہو لا الٰہ الا اللّٰہ تاکہ میں آپ کے لیے اللّٰہ تعالےٰ کے لیے حجت کر سکوں۔ ابوجہل و عبد اللّٰہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالب اپنے والد کے دین سے روگردانی کرو گے۔ حضور علیہ السّلام دین پیش کرتے رہے اور ابوجہل وغیرہ وہی بات کہتے رہے آخر میں ابوطالب نے کہا کہ میں عبد المطلب کی ملّت پر ہوں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے انکار کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں جب تک روکا نہ جاؤں گا تیرے لیے استغفار کرتا رہوں گا اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ اس کے بعد وہی شان نزول صرف امام بیہقی کے حوالے سے نقل کر کے آخر میں فیصلہ فرمایا کہ

وان الصحیح فی سبب النزول ھو الاول (روح المعانی پ ۱۱)

صحیح یہ ہے کہ اس کا شان نزول پہلا ہی ہے۔

قاعدہ اس سے کوئی غلط خیال میں نہ رہے کہ جب دو سبب نزول ہیں تو پھر ابوطالب کے بارے میں سبب نزول کی ترجیح بلا مرجح ہے تو اس کا قاعدہ اصول تفسیر یاد رہے کہ جب دو سبب نزول مختلف

وارد ہوں تو ترجیح اسے ہوتی ہے جس کی سند صحیح ہو سبب نزول کی سند صحاح ستہ کے علاوہ دیگر متعدد محدثین کی سندات ہیں۔ ان سندات میں کسی قسم کا ضعف نہیں بخلاف امام بیہقی کی تنہا سند کے کہ اس میں راوی ضعیف ہیں۔

قرینہ آیت لاحقہ بھی مؤید ہے اس لیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آزر سے بیزاری کا اظہار تب ہوا جب اس سے مایوس ہوئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ ملتِ ابراہیمی کے مطابق عمل فرماتے ہیں اسی لیے ابوطالب کے بارے میں استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ یہی آیت نازل ہوئی آیت کے روابط سمجھئے۔ اسی لیے ضروری ہیں کہ مضمون آیات غلط نہ بیان کیا جا سکے۔

خلاصہ آیت کا سبب نزول ابوطالب ہے نہ کہ حضور علیہ السلام کے والدین جب کہ اس سبب نزول کی سند صحیح ہے اور قرینہ آیت لاحقہ سے واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام بھی اپنے مربی چچا آزر کے لیے حسب وعدہ استغفار فرماتے رہے یہاں تک کہ جب سے یقین کیا کہ آزر ماننے والا نہیں تو اس سے بیزار ہوئے اور حضور علیہ السلام ملّت ابراہیمی کی پیروی پر اپنے مربی چچا ابوطالب کے لیے استغفار فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

سوال امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت سے جو کسی گھر سے ان کی میّت کی تعزیت سے واپس آرہی تھی آپ نے اس سے فرمایا۔

فلعلک بلغت معھم الکدی قالت معاذ اللہ ان ابلغ

معهم الكدى وقد سمعتك تذكر فيه ما تذكر قال لو بلغت معهم الكدى ما رائيت الجنة حتى يراها جد ابيه قلت جد ابيها عبد المطلب بن ہاشم وکیف لا یکون البراء وجدہ بهذه الصفة فی الآخرة وکانوا یعبدون الوثن حتی ماتوا (الحدیث) دلائل النبوة للبیہقی ص۱۶۲ ج۱

ترجمہ:۔ شاید تو ان کے ساتھ کدیٰ میں پہونچی عرض کی (معاذ اللہ) میں ان کے ساتھ کدیٰ کیسے جاتی کیونکہ آپ سے میں سن چکی ہوں جو کچھ آپ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر تو جاتی تو ان کے دادا کی طرح بہشت کا منہ نہ دیکھتی دادا سے مراد عبد المطلب ہیں اس کا باپ دادا کیسے اس صفت سے ہو سکتے ہیں جب کہ وہ مرتے دم تک بت پرستی کرتے رہے۔

فائدہ اس حدیث سے حضور علیہ السلام کے ابوین جنہمی اور بت پرست ثابت ہوئے (معاذ اللہ)

جواب ا یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی ربیعہ بن یوسف ہے اس کے متعلق محدثین سے سنیئے۔

میزان الاعتدال ص۳۳۵ ج۱ میں ہے۔

۱۔ قال الترمذی لانعرف لربیعة سماعا من عبد اللہ الخ۔ امام ترمذی نے فرمایا ہم ربیعہ کا سماع حدیث از عبد اللہ الخ نہیں جانتے

۲۔ ضعفہ عبد الحق الازدی۔ اسے عبد الحق ازدی ضعیف قرار دیا۔ اور فرمایا کہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ

ھو ضعیف الحدیث عندہ مناکیر (ایضاً) وہ ضعیف الحدیث اور اس کے مناکر احادیث غیر مستند کا انبار ہے۔

۳- ابن حبان نے فرمایا۔

لا یتابع ربیعۃ علی ھذا فی حدیثہ مناکیر (ایضاً)

ربیعہ کی حدیث کی متابعت نہ کی جائے اس لیے کہ اس کی حدیث میں مناکیر ہیں

۴- ابو عبد الرحمٰن نے فرمایا "ربیعہ ضعیف"، نسائی شریف ص ۲۶۲

۵- تہذیب التہذیب ص ۳۳۵ ج ۳ میں ہے کہ :-

"لا نعرف ربیعہ سماعاً عن ابن عمر"

ابن عمر سے ہم ربیعہ کا سماع نہیں جانتے۔ بالخصوص حدیث مذکور وغیرہ۔

خلاصۃ الجواب جب حدیث ضعیف ہے تو استدلال کیسا جب کہ کسی پہ کفر کے لیے نص قطعی کی ضرورت ہے۔

سوال خود امام بیہقی رحمۃ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور اسے حضور علیہ السلام کے ابوین اور آپ کے دادا کے لیے "حتی یلیج الجمل فی سمّ الخیاط" کافر بہشت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے) پر قیاس کر کے انہیں دوزخی ثابت کیا ہے۔

جواب ۱ امام بیہقی رحمہ اللہ متقدمین میں سے ہیں اور ہم مقدمہ میں لکھ آئے ہیں کہ اسی مسئلہ میں متقدمین کا اختلاف رہا اور ممکن ہے امام بیہقی قائلین میں ہوں اور ممکن ہے اس قول سے رجوع کر لیا ہو اس لیے اسی دلائل النبوۃ ص ۱۶۸ ج ۱ میں ایمان الآباء کی صحیح روایات بھی نقل کر دی ہیں اور وہ روایات ہم باب دوم میں اپنے دعویٰ کی دلیل میں نقل کر آئے ہیں۔

جواب ۲ امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث صحیح کوئی پیش نہیں کی، اسی حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے اور ائمہ کا اجتہاد مبنی بر خطا بھی ہوتا ہے اگر امام بیہقی کا کفر ابوین کا عقیدہ بھی ثابت ہو کر یہ استدلال صحیح مان لیا جائے تو یہ استدلال یا اجتہاد مبنی بر خطاء ہے اور یہ عقائد کا مسئلہ تو ہے نہیں کہ جس سے کسی پر طعن و تشنیع کی جائے۔

سوال ایمان آباؤ (ابوین) کا عقیدہ روافض کا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کبیر میں ج ۲۴ ص ۱۷۳ میں لکھتے ہیں کہ

واعلم ان الرافضة ذهبوا الی آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانوا مومنین وتمسکوا بھذہ الآیة وبالخبر الخ۔

معلوم ہوا کہ رافضیوں کا مذہب ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء ایسے ہی ابوین مومن تھے انہوں نے آیت اور حدیث سے استدلال کیا ہے۔

فائدہ امام رازی رحمہ اللہ مذکورہ بالا عبارت لکھ کر پھر وہی آیات واحادیث اور طریقہ استدلال اختیار فرمایا ہے جو اہلسنت اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں۔

جواب ۲ امام رازی رحمہ اللہ نے ان کا مذہب ظاہر فرمایا ہے کہ روافض کے نزدیک یہ اصولی وعقائد سے متعلق ہے اسی لیئے ان کے نزدیک آباء النبی اور ابو طالب کے ایمان کا منکر کافر ہے اور اہلسنت کے نزدیک یہ فضائل کے ابواب میں سے ہے اسی لیے اس کا منکر کافر تو دور کی بات ہے فاسق بھی نہیں اسی لیے اس میں متقدمین رحمہم اللہ

میں منکرین تھے اور چند ایک متاخرین میں بھی۔

ظاہر ہے کہ عقیدہ اور شے ہے اور عقیدت شے دیگر۔

انتباہ بہت سے عقائد شیعہ ایسے ہیں جو ان کے نزدیک ایمان و کفر سے متعلق ہیں اور اہلسنّت کے نزدیک صرف اباحت و جواز تک محدود ہیں اس التباس سے خوارج (وہابی دیوبندی) اہلسنّت پر شیعہ ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں اس قاعدہ سے اہلسنّت کو ہوشیار رہنا ضروری ہے مثلاً ابوین مصطفےٰ کے ایمان پر شیعہ کا عقیدہ وجوب کا ہے کہ کوئی اُنکا ایمان نہ ملنے کافر ہے۔ اہلسنّت کے نزدیک محتمل ہے اسی لئے کفر کا قائل کافر نہیں اس طرح کے بہت سے مسائل و عقائد کا فرق سمجھ لیں۔

مُلّا علی قاری رحمہ اللہ البَاری کی بَاری

فقیر اُویسی غفرلہٗ کو ایک رافضی نے خط لکھا کہ تمہارے اہل سُنت حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے والدین کو بے ایمان، کافر اور دوزخی لکھتے ہیں۔ اُس نے چند حوالے وہابیوں، دیوبندیوں کے اور ایک حوالہ مُلّا علی قاری رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی بھجوا دیا۔ اس کو فقیر نے جواب بھجوایا کہ وہابی، دیوبندی اہل سُنت نہیں ہیں بلکہ وہ خوارج کی ایک شاخ ہیں فلہٰذا جوابات کے لیے فقیر بری الذمہ ہے البتہ حضرت مُلّا علی قاری رحمہٗ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جوابات حاضر ہیں۔

جوابات توبہ کے بعد کفر و شرک بھی قابل ملامت نہیں چہ جائیکہ دیگر غلطیاں اور ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ سے توبہ کی حوالہ جات حاضر ہیں۔

۱۔ القول المستحسن شرح رسالہ فخر الحسن۔

۲۔ حاشیہ نبراس شرح عقائد بحث الوین۔

۳۔ ارشاد النبی الی اسلام آباء النبی۔

مُلّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی توبہ کی تفصیل

علامہ عبد العزیز پرہاروی شارح شرح عقائد رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ جب مُلّا قاری صاحب نے شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین) کی تکفیر میں رسالہ لکھا اور رات کو اس نیت سے سویا کہ صُبح اسے مشتہر کر دوں گا تو صبح اُٹھتے ہی سیڑھی سے پاؤں پھسلا۔ گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی اور اسی شب کو مُلّا علی قاری کے استاد شیخ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں دیکھا کہ مُلّا علی قاری کی ٹانگ بسبب کسی جرأت سیّئہ کے ٹوٹ گئی ہے اور خواب میں اُستاد نے یہ بھی دیکھا کہ وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نیچے گر پڑا۔ اُس کی تعبیر دریافت کی تو معلوم ہوا کہ یہ رنج وتعب بوجہ اہانت والدین رسُول اللہ صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہونچا (معجون الجواہر پرہاروی وارشاد النبی ص۱۲) اس کے بعد تائب ہوئے (النہضۃ الاسلامیہ اور القول المستحسن میں مُلّا علی قاری کی توبہ کے بارے میں لکھا کہ

"وَيُقَالُ اَنَّهٗ تَابَ فِیْ اٰخِرِ عُمُرِهٖ ط"

(حاشیہ نبراس ص $\frac{525}{526}$) کہا جاتا ہے کہ وُہ آخیر عمر میں اس غلطی سے تائب ہوئے تھے۔

عُلماء کی ناراضگی

یہ ہمارے اہل سنّت کی حق پرستی کی نہایت مضبوط اور پختہ دلیل ہے کہ انہوں نے

جب مُلاّ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ غلطی دیکھی تو اس کی جلالت علمی کی پروا کیے بغیر سخت سے سخت ناراض ہوتے اور اس بے ادبی کی علمی سزا اور شدید وعید سنائی چند سطور آپ بھی پڑھ لیں یعنی

۱. اُن کے اُستاذ علاّمہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا سخت بیان آپ نے پڑھا۔ بلکہ مُلاّ علی قاری کو جو گزند پہونچا۔ وہ ان کے اُستاذ ابن حجر کی کرامت پہ محمول کیا گیا ہے (معجون الجواہر وارشاد النبیؐ ص۱۷)

۲. فقیہہ محمد مرعشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مُلاّ علی قاری کے اس قول سے بے حد ناراض ہوتے اور فرمایا کہ

العجب من القاری انہ صنّف فی ھٰذا الباب
رسالۃ وتکلف فیھا والی باسجاع جمیلۃ فلعلۃ
البرودۃ اثرت فی راسہ فاختل عقلہ ط

ترجمہ :۔ مُلاّ علی قاری پر تعجب ہے کہ اس بارہ میں رسالہ لکھا اس میں تکلف کیا اور ایسی مسجع عبارات لائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سر میں سردی اثر کر گئی ہے جس سے اُس کی عقل میں خلل واقع ہو گیا ہے

۳. حضرت علاّمہ محمدؐ بن فضل اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرآن الثانی عشر میں لکھتے ہیں کہ مُلاّ علی قاری نے ایک رسالہ مشتملہ براسات ادب والدین آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا اگر یہ رسالہ لکھا جاتا تو ان کی تالیفات وتصنیفات سے دنیا بھر جاتی۔

(ارشاد النبی ص۳)

۴. شبیہ الضلول میں لکھا ہے کہ مُلاّ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے

تعجّب ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی تکفیر میں قافیہ دار کلام بنا کر ایک رسالہ لکھا شاید سردی نے اس کے سر میں اثر کیا جس سے اس کی عقل پریشان اور مختل ہو گئی۔

۵۔ "تاج المکلّل" میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء و اولیاء نے مُلّا علی قاری کی کتب کا مطالعہ تک منع کر دیا تھا کہ اس نے تعصّب کے سبب بہت سے ائمہ پر طعن کیا۔

۶۔ مولوی عبد الحی لکھنوی نے التعلیق الممجد علیٰ موطا امام محمد میں لکھا کہ مُلّا علی قاری کی کتابیں مفید ہیں اگر بعض کتابوں میں تعصب نہ کرتا۔

۷۔ القول المستحسن میں سخت سے سخت مذمّت کی ہے۔

۸۔ مُلّا علی قاری نے تکفیر والدین کا رسالہ لکھ کر اپنے اُستاد ابن حجر کے ہاں بھیجا تو اس نے اس کے ردّ میں ایک ضخیم رسالہ لکھا اور بد دُعا کی (جس کا ذکر پہلے گزرا) مرام الکلام للبیر یلاروی)

۹۔ حضرت سید آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر میں مُلّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا کہ مُلّا علی قاری (رحمہ اللہ علیہ) کی ناک خاک آلود ہو کر وہ اس مسئلہ (ایمان ابوین) میں ضد کرتے ہیں اور لکھا مجھے اس کے کفر کا ڈر ہے۔

۱۰۔ سید علّامہ حموی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ "فوائد الرحلۃ" میں حضرت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان سزاؤں کو تفصیل سے لکھا جو اُنہیں ابوین کریمین کے خلاف لکھنے کی نحوست سے ملیں۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمائے اہل سنت کے مستند مفسر ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی تفسیر کا منتہی فضلاء درس دیتے ہیں پہلے درس نظامی کے کورس میں درجہ فوقانی میں پڑھائی جاتی ہے وہ بھی لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ " کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے حق میں نازل ہوئی۔

جواب ا آیات کے جوابات تو مفصلاً ہم لکھ آئے ہیں اب قاضی صاحب کے بارے میں سنیئے۔

۲۔ قاضی صاحب معقول اور فن تفسیر میں پایہ کے علامہ سہی لیکن منقولات میں بالکل کم مرتبہ ہیں یہاں تک کہ تفسیر مذکور میں موضوعات کے نقل میں بھی باک نہ سمجھا۔ جیسا کہ تفسیر ہٰذا کے قارئین کو معلوم ہے۔

۳۔ مسائل شرعیہ کی نقل میں بھی کمزور واقع ہوئے ہیں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی صاحب نے اہلسنت کے خلاف تفسیر میں ایسے مسائل بھی لکھے ہیں جن سے بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۴۔ قاضی بیضاوی بہت سی باتیں صحیح بخاری کی مرویات کے بھی خلاف لکھ جاتے ہیں یہ ان کے منقولات میں کم درجہ کی علامت ہے۔

۵۔ قاضی بیضاوی کی تفسیر کے شارحین نے لکھا اور اس کے قارئین کو بھی معلوم ہے کہ قاضی صاحب کی تفسیر زمخشری کی تفسیر کشاف کا چربہ ہے۔ اور زمخشری متعصب معتزلی (بدمذہب) تھا۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

کہ کفر ابوین معتزلہ کے اصول پہ ہے اور ایمان ابوین اہلسنت کے قواعد پر اسی لیے فقیر نے قارئین سے گزارش کی کہ ایمان ابوین کا عقیدہ رکھ کر سنیت کا دامن تھام لیں تاکہ کفر ابوین کے عقیدہ سے قیامت میں معتزلہ وخوارج کے کھاتہ میں آپ کا نام نہ آئے قاضی صاحب نقل کی غلطی کر بیٹھے

بھوپالی کی بدچالی

صدیق حسن بھوپالی غیر مقلدین کا مجدد ہے لیکن افسوس کہ وہ کبھی تو ایمان ابوین کا قول کرتا ہے لیکن کبھی کفر کی باتیں لکھتا ہے چنانچہ وہ اس آیت میں کفر کا قول کر کے لکھتا ہے کہ ایمان ابوین کے ثبوت میں کوئی حدیث صحاح وغیر صحاح میں نہیں اور آخر میں لکھا کہ ان کے کافر ہونے میں حضرت کو کون سا دھبہ لگتا ہے کہ اتنی طمطراق کی جاتے بلکہ اس بھوپالی نے مذکورہ بیان کے علاوہ اپنی تفسیر "لطائف البیان" میں امام سیوطی کی صرف اس لیے توہین کر ڈالی کہ انہوں نے ایمان ابوین کے بارے اثبات میں رسائل لکھے۔ بھوپالی کی تردید میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ وہابی غیر مقلد اور متعصب اور بے ادب تھا۔

فقہ اکبر پر اعتراضات کے جوابات

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر میں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کے لیے لکھا ہے کہ وہ کفر پر مرے

(معاذ اللہ) چونکہ مخالفین اسلام اور مخالفین اہل سنت یعنی شیعہ اور وہابی کو اس اعتراض پر ناز ہے اسی لیے فقیر اس کے جوابات قدرے تفصیل عرض کرتا ہے۔

جواب ۱ فقہ اکبر میں سرے سے موجود ہی نہیں تو ہمیں اس عبارت کی جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ چنانچہ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ حاشیہ دُرِ مختار میں لکھتے ہیں۔

وما فی الفقہ من ان والدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام وعلی النسخ المعتمدۃ لیس لہا شئ من ذالک۔

ترجمہ :۔ یعنی فقہ اکبر میں یہ جو ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے والدین کریمین کفر پر مرے ہیں یہ امام پر افترا ہے کیونکہ معتمد نسخوں میں یہ عبارت نہیں ہے لہٰذا یہ عبارت الحاقی ہو گی یعنی کسی دشمن نے اپنی طرف سے بڑھا دی اسی طرح بعض لوگوں نے فقہ اکبر کے اندر بحث استویٰ علی العرش میں بھی ایک عبارت اپنی طرف سے بڑھا دی تھی جس کا علماء نے حنفیہ نے سخت ردّ کیا ہے دشمنانِ دین کی طرف سے اس قسم کی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں جس کی سینکڑوں نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں کہ انہوں نے بزرگان دین کے ناموں سے کس قدر ناجائز کوششیں کی ہیں اور ان کی طرف کیا کیا منسوب کر کے مسلمانوں کو مبتلائے فتنہ وفساد کیا اور اس عبارت کا الحاقی ہونا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے امام شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر اور فقیر کی کتاب غلط انتساب) کہ مدینہ شریف کے حکومتی کتب خانہ میں فقہ اکبر کا اصلی نسخہ موجود ہے

اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔

جواب ۲ بالاتفاق ایمان ابوین کا مسئلہ فرعیہ ہے اور فقہ اکبر میں صرف ایسے مسائل اعتقادیہ لکھے گئے ہیں جو کہ نہایت ہی اہم خیال کئے جاتے ہیں اور یہ مسئلہ اس قسم کا نہیں ہے کہ جس پر اعتقاد واجب سمجھا جائے۔

جواب ۳ اگر بالفرض والمحال فقہ اکبر میں ہو تو بھی اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ آپ کے والدین کافر مرے معاذاللہ کیونکہ ماتا کافرین نہیں ہے بلکہ معنیٰ یہ ہو گا کہ اُن کی وفات زمانہ کفر میں قبل از اسلام ہوئی جیسا کہ پہلے گزرا اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وعلی التسلیم انّ الامام قال ذالک فمعناہ انّھما ماتا علی اذمن الکفر وھذا الا یقتضی اتصافھما بہ ط (روح المعانی)

ترجمہ:۔ اگر بفرض اس کو امام کا قول تسلیم کر لیا جائے تو معنی یہ ہو گا کہ آپ کے والدین نے زمانہ کفر میں قبل اسلام وفات پائی اور یہ اس کی بات مقتضی نہیں ہے کہ وہ کفر سے متصف تھے۔

جواب ۴ علامہ سید محمد البرزنجی المدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ میں بڑی بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے اسلام کے قائل ہیں اور فقہ اکبر کی عبارت میں غالب احتمال یہ ہے کہ "مَامَاتَ عَلَی الکُفر" ہو کر اُن کی وفات کفر پر

نہیں ہوتی لیکن لفظ ما لکھنے والے سے سہواً رہ گیا ہو۔

جواب ۵ ممکن ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث احیاء نہ ملی ہو ایسے کافی مسائل ہیں جو متقدمین میں ہو گزرے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے۔

جواب ۶ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف اس موضوع پر چھ رسائل لکھے ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب پر "تبییض الصحیفہ" مستقل تصنیف لکھی ہے ان میں کہیں بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تکفیر الوین کا ذکر نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکفیر کی نسبت غلط ہے یا سرے سے تصنیف فقہ اکبر کی نسبت ہی صحیح نہیں ایسے ہی علامہ ابن حجر رضی اللہ عنہ کا حال ہے کہ انہوں نے الخیرات الحسان لکھی لیکن فقہ اکبر کے متعلق کچھ نہیں لکھا ورنہ وہ اس مسئلہ میں سخت گیر تھے یہاں تک کہ ملا علی قاری کو برا بھلا کہا۔

جواب ۷ محققین لکھتے ہیں کہ یہ فقہ اکبر کتاب سرے سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے ہی نہیں۔ اس کی تفصیل و تحقیق علامہ سکندر پوری رحمۃ اللہ کی عبارت سے پڑھیے۔

چنانچہ حضرت علامہ وکیل احمد سکندر پوری مصنف تصانیف کثیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مہر انور مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص۲ تا ص۔ تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فقہ اکبر امام کے افادات سے وہ رسالہ ہے جس کی روشنی سے نہ صرف مسلمانوں کے قلوب منور ہوئے بلکہ فرق مبتدعین نے اس کی بدولت طریق مستقیم کو بچشم سر دیکھ لیا مجھے عرصہ سے خیال تھا کہ اس کا ترجمہ کروں مگر اس وقت یہ کہ اس کا نسخہ مردیہ ہاتھ نہیں آتا تھا۔

میری یہ دل کی آرزو دل میں رہتی ہوئی چلی آئی۔ اتفاقاً ایک نسخہ پر اُن کا نام لکھا ہوا مجمع کمالات منبع و برکات جناب مفتی محمد سعید شافعی مدارسی دام فیوضہ کے کتب خانہ میں میری نظر سے گزرا۔ جسے دیکھ کر میں پھڑک اٹھا پھر وہ نقل کر کے ترجمہ کیا تاکہ جن لوگوں کو عربی کے سمجھنے کی پوری لیاقت نہیں ہے وہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ کی فقہ اکبر کا مطلب سمجھ لیں۔ یہ جو مشہور رہے اور جس کا صرف نہ ترجمہ شائع کیا گیا ہے بلکہ اکابر نے اس کی شرح لکھی ہیں۔ امام اعظم کی فقہ اکبر نہیں ہے بلکہ ابی حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی تصنیف ہے چونکہ تصنیف و صاحب تصنیف کے نام اتفاق سے مشترک و متحد پائے گئے اور فقہ اکبر امام کمیابی سے اکابر کی نظر سے کہیں گزرے تھے تو جس طرح پیلا ریگستان کو دور سے پانی تصور کرتا ہے بعض اکابر نے اسے سچ مچ فقہ اکبر خیال کر لیا اور بڑی شد و مد سے اس کی شرح لکھی مُلّا کاتب چلپی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون میں لکھتے ہیں کہ ابو مطیع بلخی نے فقہ اکبر کی روایت خاص امام سے کی اور اس کی شرح بہت سے علماء نے کی اور لکھی منجملہ اُن کے محی الدین بن محمد بن بہاء الدین ہیں جن کا انتقال ۹۵۶ھ میں ہوا اس شرح میں کلام و تصوّف دونوں جمع کئے گئے ہیں اور مسائل نہایت توضیح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں مولی الیاس بن ابراہیم سینوبی نے مفید شرح لکھی۔ مولی احمد بن محمد میضنائی نے شرح لکھی جو ۹۳۹ھ میں تمام ہوئی فقہ اکبر کے شروح سے ایک حکمت نبویہ ہے اس شرح سے شرح حکیم اسحاق ہے ابو البقا نے اسے نظم کیا ہے جس کا نام عقد الجوہر فی نظم الفقہ الاکبر ہے اور ابراہیم بن حسام الکرمیانی معروف بہ شریفی نے نظم کیا جو ۱۰۱۶ھ میں قضا کر گئے اور اس کی شرح مولانا ملا علی قاری نے لکھی ہے جس کا نام منح الروض الازہر ہے یہ بڑی شرح

ہے اور شیخ اکمل الدین نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ارشاد ہے انتہی افسوس ہے کہ مولانا کاتب نے شرح کا حال تو لکھا مگر نفس فقہ اکبر کی تنقید نہ کی بلکہ اپنے معمول کے مطابق فقہ اکبر کی ابتدا کا یہی جملہ تحریر نہ فرمایا جب فقہ اکبر میں اس قسم کا اشتباہ واقع ہے تو ضرور اس مسئلہ کو مفصلاً بیان کرنا تھا اور یہی بیان کرنا تھا کہ ابو مطیع بلخی نے کس فقہ اکبر کی روایت کی فقہ اکبر مشہور کی یا اس فقہ اکبر کی جس کا ترجمہ لکھنے والا ہوں فقہ اکبر مشہور میں تو بلخی کی روایت کہیں درج نہیں ہے حالانکہ فاضل ذہبی و علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ اکابر علماء کی تحریرات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابو مطیع صاحب امام اعظم اور راوی فقہ اکبر کے تھے جب ابو مطیع سے فقہ اکبر کی روایت ثابت نہ ہوتی تو یہی کہا جائے گا کہ یہ فقہ اکبر امام اعظم کی نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے کی ہے جسے لوگوں نے امام کی طرف منسوب کر دیا ہے میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ صاحب کشف الظنون کو فقہ اکبر میں جو اختلاف ہے اس کی کیفیت معلوم نہ ہوئی نہیں تو وہ ایسے ضروری امر کی طرف ضرور التفات کرتے۔

علامہ محمد بن عبد الرسول برزنجی ثم المدنی الحسینی الموسوی کو اصل نسخہ فقہ اکبر کا ملا۔ وہ کتاب سداد الدین و سداد الدین فی اثبات النجات والدرجات للوالدین میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر نے اپنے فتاوی میں کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ سے جو بات نقل کی جاتی ہے کہ امام نے فقہ اکبر میں یوں کہا کہ والدین سرور عالم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے کفر پر مرے یہ مردود ہے اس لیے کہ جو نسخے فقہ اکبر کے ایسے ہیں جن پر اعتماد ہے اُن میں یہ نہیں ہے اور جس نسخے میں یہ لکھا ہے وہ ابی حنیفہ محمد بن یوسف

بخاری کی تصنیف ہے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی تصنیف نہیں
ہے انتہیٰ برزنجی کہتے ہیں کہ مجھے فقہ اکبر امام اعظم کا ایک نسخہ ملا ۔
جس کی روایت ابو مطیع تک پہونچتی ہے روایت کیا اُسے یحیٰی بن مطرف
نے ابی صالح محمد بن حسین سے انہوں نے ابی سعید سعدان بن محمد البستی
جرمقی سے انہوں نے ابی الحسن علی بن احمد بن مروان فارسی فقیہہ سے
انہوں نے ابی بکر بصیر بن یحیٰی سے انہوں نے کہا میں نے سُنا ابا مطیع
حکم بن عبداللہ کو وہ کہتے تھے کہ میں نے سوال کیا ابوحنیفہ کو فقہ اکبر امام نے
فرمایا الخ یہ صحیح نسخہ صفر ۶۵۱ھ کا لکھا ہوا تھا جو حفاظ و علماء کی نظر سے
گزرا تھا ۔ بحمداللہ اس کی سند مجھے متصلاً ملی وہ فقہ اکبر جو مشہور ہے امام
ابوحنیفہ کی نہیں ہے اشتباہ واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں تالیف
اور دونوں مؤلفین کا نام ایک تھا یعنی دونوں تالیف کا نام فقہ اکبر تھا اور
دونوں مولف کا نام ابوحنیفہ اور علماء کو بخاری کا نسخہ ملا امام کی فقہ اکبر نہ ملی
امام کی شہرت کی وجہ سے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ نسخہ مشہورہ امام کا ہے ۔
پھر برزنجی لکھتے ہیں کہ علی بن محمد قاری ہروی سے جو متاخرین حنفیہ سے ہیں
یہ تعجب ہے کہ انہوں نے فقہ اکبر مشہور کی شرح یہ سمجھ کے لکھی کہ یہ امام
اعظم کی تصنیف ہے انتہیٰ یہاں تک کہ تو صاحب کشف الظنون نے صحیح
لکھا کہ فقہ اکبر کی روایت امام سے ابومطیع بلخی نے کی ۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ یہ خیال
نہ کیا کہ کس فقہ اکبر کے اور فقہ اکبر مشہور میں ابومطیع کی روایت کہاں درج ہے
فقہ اکبر مشہور کے اوّل میں جو قال الامام قدوۃ الانام ابوحنیفہ الکوفی رحمۃ اللہ
تعالےٰ علیہ درج ہے ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ توحید کے باب
میں کہاں درج ہے جو لکھا گیا یہ مسلک امام کا ہے اس سے خواہ مخواہ یہ ظاہر

نہیں ہوتا کہ یہ کتاب امام کی تصنیف ہے خصوصًا جب ابو مطیع کی روایت سے مروی نہ ہو۔ یا کسی نے امام کی فقہ اکبر خیال کر کے یہ عبارت بڑھائی ہو۔ صاحب کشف الظنون نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ شروح جو لکھی گئی ہیں سب کے سب ۹۰۰ھ کے بعد لکھی گئی ہیں اگر فقہ اکبر مشہور امام کی ہوتی۔ تو اکابر حنیفہ متقدمین مثلًا طحاوی وکرخی و ابو اللیث سمرقندی اس کی شرح لکھنے کی طرف توجہ فرماتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ بخاری نے اس مائۃ میں یہ فقہ اکبر مشہور تصنیف جو ترادف و توارد علم میں سے دست بدست ہو گئے اور علماء کو دھوکا ہو گیا چونکہ بخاری کی کنیت ابو حنیفہ تھی تو یہ بھی عجب نہیں کہ اُس نے قصدًا اپنی تصنیف کا نام فقہ اکبر رکھا ہو۔ تاکہ لوگوں کو دھوکا ہو اور یہ کتاب توارد علمین سے مشہور و متداول ہو جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جو شخص ان دونوں کتابوں کو مطالعہ کرے وہ بادی النظر میں کہہ سکتا ہے کہ فقہ اکبر مشہور امام کی تصنیف نہیں ہے اس لئے کہ اس کا طور متون رائجہ کا ہے خیر القرون میں اس قسم کی تصنیف کا طریقہ نہ تھا یہ طریقہ متاخرین علماء کا نکالا ہوا ہے۔ جیسے ابن حاجب نصیر الدین طوسی تفتازانی دوانی وغیرہ وغیرہ البتہ اگلے زمانہ میں بطور حدثنا لکھا کرتے تھے اور ہر روایت کو مروی عنہ تک پہونچاتے تھے یہ بات اگر پائی جاتی ہے تو اس فقہ اکبر میں جس کا نام عنقا کی طرح سنا کرتے تھے اور جس کو میں شائع کیا چاہتا ہوں برزنجی کی تحریر نہایت درست ہے۔ سوا اس کے مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ جب امام خوارج وغیرہ کو کافر کہنے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے امام کی شان سے یہ بعید ہے کہ بے دھڑک یہ تحریر فرمادیں کہ والدین رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کفر پر مرے گویا ملّا علی قاری

نے شرح فقہ اکبر میں اس انکار پر سختی سے برتاؤ کیا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ یہ انکار ایسا ہے جیسے کوئی رافضی یہ کہے کہ ہم اُس مصحف سے بیزار ہیں جس میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف ہے مگر اس قسم کی باتیں اُس وقت قابل قبول ہو سکتی تھیں جب مُلّا علی قاری نے کسی مقام پر یہ ثابت کیا ہوتا کہ فقہ اکبر مشہور امام کی تصنیف ہے مگر اس قسم کی باتیں وہ ثابت نہ کر سکے۔ یا اس کے اثبات کی طرف انہوں نے توجہ نہ کی تو پھر اس قسم کا تشدد قابل لحاظ نہیں دیکھیے یہ عبارت جس کا انکار چلا آتا ہے امام اعظم کی فقہ اکبر مرویہ میں نہیں ہے غرض چند اُمور ایسے ہیں جن سے ہم اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکتے ہیں۔ پہلا امر فقہ اکبر کی روایت ابو مطیع سے ہے اور ابو مطیع کی روایت سے فقہ اکبر مشہور مروی نہیں ہے بلکہ یہی فقہ اکبر مروی ہے جس کا ترجمہ کرتا ہوں۔

دُوسرا اَمر ابن تیمیہ حنبلی نے حمویہ میں فقہ اکبر امام کی جو کیفیت لکھی ہے وہ فقہ اکبر مشہور پر بالکل منطبق نہیں ہوتی بلکہ فقہ اکبر مرویہ پر منطبق ہوتی ہے اس فقہ اکبر کی نسبت ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ یہ وہ فقہ اکبر ہے جو اصحاب ابوحنیفہ کے نزدیک مشہور ہے اور جس کو اصحاب ابوحنیفہ نے بالاسناد ابی مطیع حکم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے جب نہایت تفصیل کے ساتھ فقہ اکبر کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور وہ صرف فقہ اکبر مرویہ پر منطبق ہوتی ہو اور فقہ اکبر مشہور سے وہ بالکل متضاد ہو تو فقہ اکبر مشہور کی نسبت ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ امام کی تصنیف ہے بلکہ اس کی نسبت یہی کہا جائے گا کہ دوسرے کی تصنیف ہے اور اس مقام پر فاضل برزنجی و علامہ ابن حجر مکی کا کلام ضرور ماننا ہوگا کہ وہ ابو حنیفہ بن یوسف بخاری کی

تصنیف ہے ابن تیمیہ حنبلی نے اگر چہ فقہ اکبر کی کیفیت لکھنے میں اختصار کو دخل دیا ہے مگر جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارا مدعا بخوبی ثابت ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ کہا ابی مطیع نے کہ سوال کیا میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقہ اکبر سے پس کہا انہوں نے کہ نہیں کافر کہتے ہم کسی کو گناہ کے ارتکاب سے اور نہ ہی اُسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں ہم نیک کام کرنے کا حکم کرتے ہیں اور بُرے کام سے منع کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ جو چیز تقدیر میں پہونچنے والی ہے تم کو کبھی فرو گذاشت نہ ہو گی اور جو شئے کہ فرو گذاشت ہونے والی ہے وہ تم کو کبھی نہیں پہونچے گی اور چاہیئے کہ ہم چھوڑ دیں مقدمہ علی کرم اللہ وجہہ، و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف اور کہا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ دین میں فقہ بہتر ہے معرفت سے اور سمجھنا آدمی کا کس طرح اپنے رب کی بندگی کرے بہت بڑے عالم ہونے سے بہتر ہے کہا ابومطیع نے کہ مجھ کو خبر دیجیئے افضل فقہ سے کہا سیکھنا آدمی کا ایمان اور مسئلہ شریعت کو اور سُنت اور اختلاف ایمہ کو اور ذکر کیئے ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسائل ایمان کی پھر ذکر کیئے مسئلے قدریہ کے اور قدریہ کا رد ایسی کلام کے ساتھ مذکور کیا کہ یہ محل اس کی بیان کا نہیں ہے پھر کہا ابومطیع نے کہ ایسے شخص کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں جو اچھے کام کا حکم کرے اور برے کام سے منع کرے اور بہت آدمی اُس کے تابع ہوں پھر وہ جماعت سے نکل جاوے آیا آپ یہ امر جائز رکھتے ہیں کہا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ نے کہ میں اُسے جائز نہیں رکھتا ہوں۔ کہا میں نے کیوں نہیں جائز کہتے ۔حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے امر معروف اور نہی منکر کا حکم کیا ہے اور حالانکہ وہ فرض واجب

ہے فرمایا ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ سچ ہے۔ لیکن اُن کا فساد ان کی نیکی سے زیادہ ہے اس لیے کہ وہ خونریزی کرتے ہیں اور حلال کو حرام جانتے ہیں اس کے بعد ابو مطیع نے خارجیوں و باغیوں کا مسئلہ پوچھا پھر الرحمٰن علی العرش استویٰ کی توجیہ پوچھی جس کا جواب امام نے دیا۔ غرض ابن تیمیہ کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہی فقہ اکبر مرویہ منسوب الی الامام ہے اس لئے کہ جو مضمون ابن تیمیہ نے لکھا ہے وہ صرف فقہ اکبر مرویہ میں پایا جاتا ہے فقہ اکبر مشہور نہ ابو مطیع سے مروی ہے نہ اس کا یہ مضمون ہے جیسے ابن تیمیہ نے بیان کیا البتہ استوا کی باب میں جو عبارت ابن تیمیہ نے تحریر کی ہے وہ نسخہ صحیح فقہ اکبر مرویہ میں نہیں پائی جاتی ہے اور جو عبارت دوسرے نسخے میں پائی جاتی ہے اس کا مطلب ابن تیمیہ نے نہیں سمجھا تیسرا امر شارح عقیدہ طحاوی نے لکھا ہے

روی عن ابی مطیع البلخی انہ سأل ابی حنیفۃ عمن قال لا اعرف ربی فی السماء ام فی الارض فقد کفر[1]

چوتھا امر | شیخ امام عبدالسلام نے کتاب حل الرموز میں اس قول کو امام کی طرف منسوب کیا ہے ان دونوں افاضل کی شہادت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فقہ اکبر مرویہ امام کی ہے اس لئے کہ فقہ اکبر مشہور میں یہ عبارت نہیں پائی جاتی۔

پانچواں امر | شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل انصاری ہرادی نے اسی

---

[1] فقد کی جگہ شاید فقال ہے ۱۲ منہ

فقہ اکبر مرویہ سے روایت کی چنانچہ ابن تیمیہ نے حمویہ میں لکھا ہے:

چھٹا امر

حافظ ذہبی کتاب مسئلہ علو میں لکھتے ہیں۔
روی ابو مطیع الحکم بن عبد اللّٰہ البلخی فی الفقہ الاکبر فقال من لم یقر ان اللّٰہ علی العرش فقد کفر لان اللّٰہ یقول الرحمٰن علی العرش استویٰ وعرشہ فوق سبع سمٰوٰت فقلت انہ یقول علی العرش استویٰ ولکن لا یدری العرش فی السمآء ام فی الارض فقال اذا انکر فی السمآء فقد کفر ط

ترجمہ:۔ جو یہ اقرار نہیں کرتا کہ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے تو وہ کافر ہے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے الرحمن علے العرش استویٰ اور عرش ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے ایسے ہی علے العرش استویٰ تو مانتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا ہے کہ عرش آسمان میں ہے یا زمین میں تو وہ بھی کافر ہے۔

ساتواں امر

ابن قدامہ مقدسی حنبلی اپنے رسالہ میں جو اثبات صفت علو میں تحریر کیا ہے لکھتے ہیں۔
ذکر من ابی حنیفۃ انہ قال فی کتاب الفقہ الاکبر من انکر ان اللّٰہ تعالیٰ فی السمآء فقد کفر ط
جو انکار کرے کہ اللہ تعالےٰ آسمان میں ہے وہ کافر ہے۔

آٹھواں امر

ابن قیم نونیہ میں استواء کی عبارت فقہ اکبر سے روایت کرتے ہیں۔

نواں امر

مولوی محمد فاخر الہ آبادی لکھتے ہیں۔

وقال الامام نفسہ فی الفقہ الاکبر

من قال لا اعرف ربی فی السماء فی الارض کفر ط

میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے یا زمین میں۔ وہ کافر ہے

اگرچہ بحث استواء میں عیس قدر عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ آپس میں مختلف ہیں اور وہ فقہ اکبر کے نسخہ قدیمہ معتمدہ میں نہیں پائی جاتی ہیں مگر نسخہ مرد یہ کے نئے نسخہ میں اس باب میں ایک عبارت پائی جاتی ہے جسے ہم حاشیہ پر اس وجہ سے کہ نسخہ معتمدہ عتیق میں نہیں ہے تحریر کریں گے اس نسخہ جدیدہ کے اول میں لکھا ہے۔

حدثنا الشیخ ابو الفضل عبد المومن محمد بن احمد بن عیسٰی العاصمی قال سمعت ابا مطیع الحکم بن عبد اللہ قال سالت ابا حنیفۃ الخ ط

میں نے ابوحنیفہ سے پوچھا الخ

اس نسخہ میں باقی سند محذوف ہے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ مرد یہ میں کسی نے یہ عبارت بڑھادی ہے جسے اکابر علماء نے نقل کی مگر نسخہ قدیم محفوظ چلا آیا اور اس نسخہ سے جو نقلیں ہوئیں وہ بھی اس زیادتی سے محفوظ رہیں مولوی صدیق حسن ساکن بھوپال رسالہ انتقاد الرجیع والصحیح میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت جو امام کی طرف منسوب ہے بعض نسخہ فقہ اکبر میں نہیں ہے اور بعض میں پائی جاتی ہے مولوی صاحب تائید تحقیق میں اپنا خیال یوں ظاہر کرتے ہیں کہ حافظ ابن قیم و مولوی زائر نے اسے امام کی طرف منسوب کیا ہے شاید نسخہ فقہ اکبر سے اس عبارت کو ایسے شخص نے نکال دیا ہے۔

کہ جس کا یہ عقیدہ نہیں ہے، ہم کہتے ہیں کہ ابن قیم نے اس باب میں اپنے استاد کی پیروی کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرشی نے یہ عبارت جو نسخہ عتیقہ میں نہیں پائی جاتی بڑھا دی ہو۔ اذا جاء الاحتمال لبطل الاستدلال ط

دسواں امر علامہ قونوی فرماتے ہیں۔
قد ذکر ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی الفقہ الاکبر ان ابا حنیفۃ سئل من الخوارج المکم فقاتلہم اخیہ فالخوارج فقیل انکفرہم فقال لا ولکن تقاتلہم علی اما قاتلہم الائمۃ من اھل الخیر کعلی ابن ابی طالب و عمر بن عبد العزیز ط

یہ عبارت نسخہ قدیمہ مرویہ میں موجود ہے علیٰ ہذا علامہ قونوی فقہ اکبر سے نقل کرتے ہیں کہ امام سے پوچھا گیا۔ ما بال اقوام یقولون بدخول المومن فی النار الا کل مومن فقیل لہ فالکافر فقال ھم مومنون یومئذٍ۔ یہ عبارت بھی نسخہ قدیمہ مرویہ میں پائی جاتی ہے افسوس ہے کہ مُلّا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ان عبارتوں کا انکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے یہ عبارت نسخہ مصحّحہ و مشتہرہ میں نہیں پائی انتہی اس کی وجہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اسی فقہ اکبر مشہور کو نسخۂ مصحّحہ خیال کیا اور فقہ اکبر کے جانچ [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اکبر مشہور فقہ اکبر مرویہ کا کوئی نسخہ مُلّا علی قاری کو مل جاتا ہے تو وہ اس غلطی میں نہ پڑتے مگر کیا کیجیے مجبوری تھی ان کو صرف فقہ اکبر مشہور کا نسخہ ہاتھ آیا پھر علماء نے اس کی جس عبارت کا انکار کیا۔ ملا علی قاری نے اس انکار پہ جرح کی اور جو عبارت علماء متقدمین

نے فقہ اکبر مرد یہ سے لکھی اور اسی علی قاری نے فقہ اکبر مرد یہ میں نہ پایا
تو اس عبارت کا انکار کیا اگر ان کو فقہ اکبر مرد یہ کا نسخہ صحیحہ اس طرح سے
ملتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے ملا ہے تو وہ اس
فقہ اکبر مرد یہ کو اسی طرح ابو مطیع کا نسخہ مرد یہ کہتے۔ جس طرح ہم اس کے
قائل ہیں اور ان کو والدین رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں خلاف
مذہب منصور لکھنے کے زحمت اٹھانی پڑتی اور جو عبارت قونوی نے
لکھی اس کی انکار کی ضرورت داعی نہ ہوتی۔

گیارہواں امر علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب فتاوی میں فقہ اکبر مشہور کو ابی حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی تصنیف
تحریر کرتے ہیں اور فقہ اکبر مرد یہ کو قابل اعتماد خیال کرتے ہیں جس میں عبارت
مشہورہ در باب کفر والدین حضرت سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ
وسلم درج نہیں ہے۔

بارہواں امر علامہ محمد بن عبد الرسول برزنجی نے فقہ اکبر مرویہ کو پایا اور اس کے متصلاً سند حاصل
کی چنانچہ سداً والدین سے قبل ازیں نقل کی گئی ہے۔

تیرہواں امر علامہ علی افندی شہیر بہ داغستانی رسالہ اثبات النجات والایمان لوالدی سیدالا کوان میں فقہ
اکبر مشہور کی عبارت مشہور ووالدا رسول اللہ الخ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں
اس کتاب کی نسبت امام اعظم کی طرف ثابت نہیں ہے چنانچہ بعض علماء
نے لکھا ہے امام کے زمانے میں تصانیف کا رواج نہ تھا ایک بات یہ بھی ہے
کہ اس رسالہ فقہ اکبر مشہور میں صرف ایسے مسائل اعتقادیہ لکھے ہیں جو اہم

مہمات سے خیال کئے جاتے ہیں اور یہ مسئلہ اس قسم کا نہیں ہے جس پر اعتقاد واجب سمجھا جاوے۔

چودہواں امر

طحطاوی حاشیہ دُرِ مختار میں ہے کہ فقہ اکبر میں جو یہ ہے کہ والدین رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے کفر پر مرے یہ امام پر افتراء ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ یہ عبارت ایسے نسخوں میں نہیں ہے جن پر اعتماد ہے ابن حجر مکی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ جس نسخہ میں یہ عبارت موجود ہے وہ ابوحنیفہ محمد بن یوسف بخاری کا تصنیف ہے امام کا تصنیف نہیں ہے انتہیٰ بہر حال اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ فقہ اکبر مشہور کی نسبت علمائے محدثین وفقہاء نے اس امر کا انکار کیا ہے کہ یہ امام کی تصنیف ہے اور فقہ اکبر مرویہ کی نسبت اس قسم کا انکار کسی سے مروی نہیں ہے بلکہ متقدمین فقہا ومحدثین نے جو عبارت نقل کی ہے اسی فقہ اکبر مرویہ سے فقہ اکبر مشہور سے کسی نے نقل نہیں کی ہے اور متقدمین ایسی حالت میں کوئی عبارت کیونکر نقل کرتے جب یہ رسالہ مشہور محمد بن یوسف کا تصنیف ہے جو علمائے متاخرین سے تھے اور واقع میں یہ رسالہ مرویہ نہیں ہے البتہ علماء نے ابو مطیع کی نسبت جرح کی ہے جو امر آخر ہے اور جس کا ذکر آئے گا مگر اس کے ساتھ اس امر پر اتفاق ہے کہ ابو مطیع راوی فقہ اکبر ہیں حافظ ذہبی باوجودیکہ ابو مطیع پر جرح کرتے ہیں مگر کتاب العلو میں عبارت اسی فقہ اکبر کی نقل کرتے ہیں جیسے وہ ابو مطیع کی مرویہ خیال کرتے ہیں چونکہ صاحب کشف الظنون یا ملا علی قاری کو نسخہ مرویہ نہیں ملا اور اسی وجہ سے انہوں نے فقہ اکبر مشہور کو فقہ اکبر مرویہ

خیال کیا تو ان دونوں علماء پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہو سکتا اس لیے
کہ یہ ایک مجبوری کا امر تھا ان لوگوں نے نسخہ مرویہ کو پاکے اس سے
تو انکار کیا نہیں البتہ مُلّا علی قاری نے بعض عبارات کا انکار اس وجہ سے
کیا کہ نسخہ مشہورہ میں جو اُن کی نزدیک معتمد علیہا تھا وہ عبارت پائی نہ گئی
اور اس وجہ سے انہوں نے اس کا انتساب امام کی طرف غلط خیال کیا۔
ایسی صورت میں اگر وہ اس عبارت کا انکار نہ کرتے تو اور کیا کرتے ان کو
کیا معلوم کہ اصل نسخہ مرویہ دوسرا ہے جو میری پیش نظر نہیں ہے جب
اکابر محدثین و فقہاء فقہ اکبر کو ابو مطیع کے مرویات سے خیال کرتے چلے
آتے ہیں اور اسی کی عبارت استناداً نقل کیا کرتے ہیں تو صرف اسی وجہ
سے کہ بعض علماء نے غلطی سے فقہ اکبر مشہور کو فقہ اکبر امام تصور کیا یا اس
کی شرح لکھی تو اس سے فقہ اکبر مرویہ کا انکار نہیں ہو سکتا اور نہ فقہ اکبر
مشہور فقہ اکبر مرویہ ہو سکتی ہے جب تک یہ ثابت نہ کیا جاوے کہ یہی فقہ اکبر
مشہور ابو مطیع سے مروی ہے حالانکہ کسی شخص نے اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہاں
تک کہ مُلّا علی قاری نے بھی نہیں لکھا۔ یہ تو ایسا دعویٰ ہے کہ جس کا اثبات
نہایت دشوار ہے کوئی شخص میرے سامنے حفاظ محدثین و فقہاء متقدمین
کی کتب و اسفار میں ایسی عبارت منقولہ فقہ اکبر کی نہیں دکھا سکتا۔ جو فقہ
اکبر مشہور میں ہے جب کوئی شخص کوئی عبارت دکھا دے گا تو ہم اُس کو فقہ
اکبر مرویہ کے نسخہ عتیقہ معتمد علیہا یا جدیدہ میں دکھا دیں گے گو ان دونوں
نسخوں میں زیادہ فرق نہیں ہے البتہ نسخہ جدیدہ مرویہ کی بحث استواء
میں ایک عبارت ایسی بڑھائی گئی ہے جو نسخہ عتیقہ معتمد علیہا میں نہیں پائی جاتی
ایسی صورت میں یہی کہا جاوے گا کہ فقہ اکبر مشہور جس کا انکار چلا آتا ہے۔

ہرگز امام سے مروی نہیں ہے فقہ اکبر مرویہ وہی ہے جس کی عبارت
منقول ہوتی چلی آئی ہے اور جو ابو مطیع سے مروی ہے مختصر یہ ہے کہ
فقہ اکبر مرویہ ابو مطیع کو بڑے بڑے علماء نے فقہ اکبر امام کہا ہے جیسے
ابن تیمیہ حنبلی و ذہبی و ابن قیم و ابن حجر مکی و شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل انصاری ہراوی
وابن ابی حاتم و قونوی و ابن ابی قدامہ مقدسی حنبلی و شارح عقائد طحاوے و
امام ابن عبدالسلام محمد بن عبدالرسول برزنجی و داغستانی و طحطاوی محشے در
مختار اور صاحب کشف الظنون نے اگرچہ بظاہر دھوکے کھاکے فقہ اکبر
مشہور کو فقہ اکبر امام خیال کیا ہے مگر جب انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ فقہ
اکبر ابو مطیع سے مروی ہے تو چار و ناچار یہی کہنا ہوگا کہ ان کے نزدیک
یہی فقہ اکبر مرویہ فقہ اکبر امام ہے۔

نبوی رنج وراحت

بعقیدہ اہلسنت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کے ہر حال سے ہر وقت
ہر آن آگاہ ہیں ورنہ کم از کم بقول مخالفین روزانہ ہر امتی کے اعمال بارگاہ رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیے جاتے ہیں جس کے اعمال میں حضور علیہ
السلام کی راحت کا موجب ہے اس سے آپ خوش ہوتے ہیں اور جس
کے اعمال میں آپ کے ایذاء کی باتیں ہوں ان سے آپ کو سخت رنج
ہوتی ہے اور آپ کی رنجیدگی موجب لعنت خداوندی ہے آگے چل کر
عرض کروں گا کہ آپ نہ صرف والدین بلکہ ہر عزیز کی وجہ سے رنج اور خوشی
ہوتے تھے۔

ایمان ابوین

ائمہ متاخرین و مشائخ دین اور علمائے محدثین و فقہاء کرام و مفتیان اسلام رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم

ا اجمعین کا اجماع علی ایمان ابوین ایسا مقبول ہوا کہ جو بھی بعد کو اس کا منکر ہوا ۔ مارا گیا ۔ چنانچہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال سب کو معلوم ہے کفر کے موقف کو اختیار کرنے کے بعد گوناگوں مصائب و آلام میں مُبتلا ہو گئے ۔ سیّدی علامہ حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے رسالہ مبارکہ میں ان کے بعض مصائب کا ذکر کیا ہے جو کہ مُلّا علی قاری کو آخری عمر میں پہونچے مثلاً فقر اور مسکنت یہاں تک کہ اکثر دینی کتب بھی فروخت کر ڈالیں اسی طرح مشہور درسی کتاب حاشیہ شرح عقائد نبراس میں موجود ہے کہ مُلّا علی قاری کے اُستاد محترم علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ وہ چھت سے گرے ہیں اور اُن کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے ان کو کہا گیا ۔ کہ یہ رسول اللہ علیہ السلام کے والدین کریمین کی توہین کرنے کا تجھے بدلہ ملا ہے پس واقعۃً ملا علی قاری کا تو پاؤں ٹوٹ گیا تھا ۔ (نبراس ص ۵۲۶)

حکایت مصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ دُرر میں لکھتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب شب بھر مسئلہ ابوین شریفین کی روایات کی تطبیق میں غور و فکر و تدبر کرتے ہوئے بیدار رہے کہ کسی طرح روایات ۔ میں متعارضہ میں کوئی صورت تطبیق کی پیدا ہو ۔ شب بیداری اور کثرت دماغ سوزی سے آپ پر غنودگی کی حالت طاری ہو گی ۔ مولوی صاحب مذکور عالم بیہوشی میں چراغ پر جھک پڑے ۔ کچھ حصہ جسم کا جل گیا ۔ بوقت صبح کوئی فوجی افسر اُن کو دعوت ضیافت پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے انہوں نے دعوت قبول کر لی جب وقت مقررہ کے لیے مولوی صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر داعی کے گھر کو جا رہے تھے تو ایک سبزی فروش سے گزر ہوا اس نے اٹھ کر مولوی صاحب کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور

آہستگی سے یہ اشعار اس کے کان میں پڑھ کر سنائے۔

اٰمنت ان اٰباء النبیّ و امّہٗ

احیاھما الحیّ القیّوم الباری

حتیٰ شہد الہ بالرسالۃ

صدق ذالک الکرامۃ المختار

بہ حدیث ومن یقول بضعفہ

فھو الضعیف عن حقیقۃ العار

ترجمہ:۔ میں ایمان لایا ہوں کہ نبی پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین کو اللہ حیّ قادر نے زندہ کیا ان دونوں نے حضور سرور کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی یہ حق سچ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بزرگی اور شرافت کی دلیل ہے اس بارہ میں حدیث مروی ہے جو اسے ضعیف کہتا ہے وہ خود ضعیف الاعتقاد اور حقیقت سے عاری ہے۔

فائدہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو مؤمن و موحّد ماننا اہل ایمان کا شیوہ ہے بلکہ اہل حق اس کے خلاف ماننے والے سے سخت ناراض ہوتے چنانچہ چند واقعات پہلے لکھ چکا ہوں ایک دو اور ملاحظہ ہوں۔

حکایت مسالک الحنفاء صـ۳ پر ہے۔

سئل الشیخ شرف الدّین مناوی عن والد النبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ھل ھو فی النّار فزجر السائل فزجر زجرًا شدیدۃ فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انّہٗ

ہات فی الفترت ولا تعذیب قبل البعثتہ ط

ترجمہ :۔ حضرت شیخ شرف الدین منادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کے متعلق سوال کیے گئے کہ کیا وہ دوزخ میں ہیں آپ نے سوال کرنے والے کو ڈانٹ دی اور سخت جھڑکا سائل نے پوچھا کیا اُن کا اسلام لانا ثابت ہے کہا ہاں کیونکہ وہ زمانہ فترت میں فوت ہو گئے اور دعوت سے پہلے ہرگز مواخذہ نہیں ہوتا۔ اُن پر کوئی عذاب نہیں۔

فائدہ سائل کو ڈانٹنا اور جھڑکنا دلالت کرتا ہے کہ اہل حق اس مسئلہ کو کتنا اہم سمجھتے ہیں لیکن ایک ہم ہیں کہ خود رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق غلیظ ترین بکواسیوں کو گود میں لٹائے اور یارانہ و دوستانہ جوڑتے ہیں۔

حکائیت حموی کی شرح اشباہ والنظائر ص ۲۵۳ ، اور روح البیان ص ۱۴۷ ج ا میں ہے۔

سئل القاضی ابو بکر بن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان ابآء النبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النار فاجاب بانّہٗ ملعون لان اللہ تعالیٰ یقول انّ الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنھم اللہ فی الدّنیا والاٰخرۃ قال ولا اعظم اذیٰ ان یقال عن ابیہ انہ فی النّار ط

ترجمہ :۔ یگانہ روزگار از ائمیہ مالکیہ)

قاضی ابو بکر بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا۔ جو شخص یہ بات

کہتا ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی دوزخ میں ہیں جواب دیا کہ یہ بات کہنے والا ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ایذا رسانی کرتے ہیں اللہ تعالٰے کو اور اس کے رسول کو۔ لعنت کی اُن پر اللہ تعالٰے نے بیچ دار دنیا اور آخرت کے کہا پھر اس سے بڑھ کر کونسی بڑی ایذا رسانی تصور ہو گی جب کہ آپ کے والدین شریفین کے متعلق کہا جائے کہ وہ آگ میں ہیں۔

فائدہ اسی لیئے علمائے کرام نے ابوین کریمین کے متعلق کفِ لسان کا حکم فرمایا۔ چنانچہ جامع البیان ص ۱۴۷، حموی شرح الاشباہ والنظائر ص ۵۳۵، علامہ زمان امام سہیلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ روض الانف میں لکھتے ہیں کہ

لیس لنا ان نقول ذالك فی ابویه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وَاٰله وسلم لا تؤذ الاحیاء بسبب الاموات واللّٰه تعالیٰ یقول ان الّذین یوذون اللّٰه ورسوله لعنهم اللّٰهُ فی الدّنیا والاخرة وقد اُمرنا ان نمسك اللّسان اذا ذکر اصحابه رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم اجمعین بشئٍ یرجع ذالك العیب والنقص منهم فان نمسك ونقف عن ابویه احق احدیٰ ط

ترجمہ:۔ ہمیں حق نہیں کہ ہم نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی کے حق میں بیہودگی یا گستاخی کریں کہ وہ آگ میں ہیں حضور پرنور

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ زرنج دو زندوں کو ساتھ بدگوئی کرنے اموات کے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تحقیق جو لوگ دکھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسُول کو لعنت کی اُن پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور اُن کے لئے عذاب ہے دردناک۔ اور جب کہ ہم مامور ہیں کہ اپنی زبان کو بند رکھیں۔ جب اصحاب کبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لیے متعلق کوئی بات کہی جاوے جس سے ان کی ذات گرامی میں کسی عیب، یا نقص کا اظہار کیا جائے یا ہو۔ پھر اگر ہم اپنی زبان کو آپ کے والدین گرامی کے حق میں بے ادبی یا گستاخی کی بات کہنے سے روک لیں تو یہ بے حد بہتر اور مفید بات ہے۔

حموی شرح اشباہ صـ۴۵۳ پر شہاب الملّۃ والدین شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وما احسن قول المتوقفین فی ھٰذاہ المسئلۃ الزرفا الحذر من ذکرھما تنبقیص فان ذالک قد یؤذیہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم بخبر الطبرانی لاتوء ذالاحیاء بسبب الاموات ط

ترجمہ: کیا بہتر ہے توقف کرنے والوں کی بیچ اس مسئلہ کے خبردار ڈر احتراز کر ابوین گرامی کی کسر شان کرنے سے کیونکہ یہ بات نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی ذات گرامی کو ایذاء رسانی کرتی ہے۔ معجم طبرانی میں فرمایا کہ زندہ لوگوں کو مردہ کی بدگوئی کرنے سے دُکھ نہ دو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والذین یؤذون رسُول اللّٰہ لھم عذابٌ الیمٌ ط

ترجمہ:۔ جو لوگ ایذاء رسانی کرتے ہیں رسول خدا کی اُن کے لئے عذاب ہے دردناک۔

مواہب لدنیہ ص۳۶ جلد اوّل میں ہے کہ

فالحذر الحذر بما فیہ نقص فانّ ذالک قد یؤذی النبیّ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم فان العرف جاء اذا ذکر ابوا الشخص بما ینقصہ او یوصف بوصف بہ و ذالک الوصف فیہ نقص تاذّی ولدہ بذکر ذالک عند المخاطبۃ وقد قال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام لاتو ذوا الاحیاء بسبّب الاموات رواہ الطبرانی فی الصّغیر لاریب اذاہ کفر یقتل فاعلہ ان لم تیب عندنا ط

ترجمہ:۔ پس ڈرا اور پرہیز کر جس بات سے ان کی بے آبروئی ہو۔ تحقیق یہ بات نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم رنج دیتی ہے عوام الناس میں یہ بات شہرت پذیر ہے جب کسی شخص کے والدین کو برا کہا جاوے یا اس کی کوئی برائی کا ذکر کیا جائے تو بالضرور اس کے بیٹے کو رنج پہونچتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے نہ ایذاء رسانی کرو زندوں کو مُردوں کی بدگوئی سے (رواہ الطّبرانی)

(فائدہ) یہ شک وشبہ کرنے کی بات نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی کی ایذارسانی باعث کفر ہے ہمارے نزدیک اسبات کا قائل قتل کیا جاوے گا۔ اگر توبہ نہ کرے۔ فی اما ثبت بالسنت ص۳۷) سے

ہزار صوم و صلوٰۃ ہزار حج داری
قبول نیست گر محمدؐ را بیازاری

ترجمہ :۔ اگر صوم و صلوٰۃ اور حج کے ڈھیر ہوں تو کوئی فائدہ نہیں اگر تم رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کو ایذاء دیتے ہو۔ حموی شرح اشباہ والنظائر ص۲۵۴ پر تحریر ہے :

واذا تقرر ھذا فحق المسلم ان یمسک لسانہ عما یخل بشرف نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بوجہ من الوجوہ خفاء فی ان اثبات الشرک فی ابویہ اخلال ظاھر بشرف نسب نبیہ الطاھر فجملتہ ھذہ المسئلۃ لیست من الاعتقادات فلاحظہ للقلب منھا واما اللسان عما یتبعھا دی منہ النقصان خصوصاً الی وھم العامۃ لانھم لا یقدرون علی دفعہ وتدارکہ وھذہ خلاصۃ فی ھذہ المقام من الکلام ط

ترجمہ ۔ جب یہ بات مقرر ہو چکی ہے تو پھر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کو ایسی باتوں سے جو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسب گرامی میں رخنہ اندازی کرنے والی ہوں روکے ۔ بوجہ چند وجوہ کے یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں کہ ابوین شریفین میں شرک و کفر کا ثابت کرنا نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نسب گرامی میں خلل اندازی کا باعث ہے (جو حضور پر نور کی شان عالی کی صریح توہین و تحقیر ہے) اگرچہ اعتقادی مسائل سے نہیں جس سے دل کو لذت حاصل ہو لیکن زبان کو اس سے خاموش اور بند رہنا چاہیے اس سے دین کا

نقصان ہے خصوصاً عوام الناس کے ذہنوں میں خرابی پیدا ہوگی اور نادان و جاہل آدمی سے اس کا ازالہ اور تدارک ناممکن ہے یہ اس گفتگو کا خلاصہ ہے جو اس مسئلہ میں کی جا سکتی ہے۔

حکایت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کنا عند النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاتاہ اعرابی ای یشکو جدب ارضہ فقال یا رسول اللہ خلفت البلاد یابسۃ ھلک المال و ضاع العیال فعد علی مما افاء اللہ علیک یا ابن الذبیحتین فتبسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ولم ینکر علیہ۔

لوگوں نے کہا۔

من للذبیحان یا امیر المومنین

قال عبد اللہ و اسماعیل۔

(سیرۃ حلبیہ ص ۵۹ ج ۱)

فائدہ ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے والدین کی رفعت منزلت کا سنکر خوش ہوتے ہیں۔ اعرابی نے "یا ابن الذبیحتین" سے حضور علیہ السلام کو پکارا تو خوش ہوئے اگر وہ اس وقت یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہتا تو حضور علیہ السلام تبسم نہ فرماتے بلکہ

والدگرامی کا لقب سنکر تبسم فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ مومن بھی تھے ناجی بھی اور رفیع المنزلت بھی۔

حکایت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بالکمال شخصیت کو کون نہیں جانتا۔ ہر فرقہ آپ کو دین کا حامی اور اسلام کا شیدائی مانتا ہے آپ نے اپنے ایک پرائیویٹ سیکرٹری کو صرف اسی لیے ملازمت سے برطرف کر دیا کہ اس نے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے بارے میں ناشائستہ اور نازیبا الفاظ استعمال کیے چنانچہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پرائیویٹ سیکرٹری لایا گیا جو خود تو مسلمان تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ آپ نے اس کے لانے والے کو کہا کسی مہاجر صحابی کی اولاد سے لایا ہوتا یہ تو نو مسلم اور کافر کا بیٹا ہے منشی نے عرض کی حضرت اس میں کیا حرج ہے۔

"ما ضر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کفر ابیہ"

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باپ بھی کافر تھا اس سے اگر کوئی حرج نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

وقد جعلتہ مثلاً لا تخط بین یدیّ بقلم ابداً ط

چونکہ تو نے رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی مثال دے کر گستاخی کی ہے فلہٰذا اب ہمیشہ کے لیے تو میرے سامنے ڈیوٹی کے لائق نہیں رہا (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم والحاوی للفتاوی ص ۳۶۵ ج ۲)

دوسری روایت جب منشی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ منشی کا باپ فلاں فلاں جگہ رہا ہے اور وہ زندیق بے دین ہے بولا۔ کیا ہوا۔ اے امیرالمومنین آپ کو اس سے کون سا نقصان ہے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باپ بھی تو کافر تھا۔ فغضب عمر بن عبدالعزیز غضبا شدیدا وقال ما وجدت لہ مثلا غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (ترجمہ) تو حضرت عمر بہت سخت ناراض ہوئے اور فرمایا تجھے مثال میں یہی کہنا تھا کوئی اور مثال دی ہوتی۔

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آرڈر کر دیا کہ اسی کو کسی دفتر میں بھی جگہ نہ دی جائے (الحاوی للفتاوی ص ۲۶۵ ج ۲)

دوسرا منشی معزول

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے سلیمان بن سعد نے (جو اُن کا منشی تھا) کہا کہ حضرت کے والدین ایسے تھے عمر بن عبدالعزیز بہت غضبناک ہوئے اور اُسے موقوف کر دیا (ارشاد النبی ضمیمہ ص ۳)

فائدہ بتائیے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ منشی پر غضبناک ہوئے تو نوکری سے علیحدہ کر دیا۔ اگرچہ وہ بہت بڑے عہدے پر فائز تھا اگر کل قیامت میں اللہ تعالیٰ نے مخالف ایمان ابوین کو جمیع مراتب ایمانی سے فارغ کر کے جہنم میں بھیج دیا تو پھر کیا

کروگے اسی لیے یہاں ہی اس مسئلہ کے متعلق سوچ بچار کر لیجیے۔ اگر دماغ میں اثباتی دلائل نہیں سما سکتے تو کم از کم کف لسان تو کیجیے ورنہ زبان درازی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اَقربائے سے پیار

حضور سرورِ کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت اللعالمینی کی صفت سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہی رحمۃ اللعالمین شفیق کائنات صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب کسی عزیز رشتہ دار کے متعلق توہین وبے ادبی کا معاملہ پیش ہوتا ہے تو غضب الٰہی وقہر ایزدی کا جوش رکنے کو نہیں آتا۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ قریش کے لوگ صفیہ بنت عبد المطلب کے گھر میں جمع ہو کر فخر کا اظہار کرنے اور جاہلیت کی باتیں کرنے لگے اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے کہا ہم میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرمائیں۔ یہ سنکر انہوں نے بدگوئی کے انداز میں کہا، بنجر زمین سے کھجور یا کوئی درخت نمودار ہو گیا ہے ؟ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ تو آپ جلال میں آگئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو جمع کریں پھر آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! میں کون ہوں ؟ سب نے کہا آپ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ر اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں ؟ پھر فرمایا میرا نسب بیان کرو۔ سب نے کہا۔ آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے خاندان

کی تنقیص و تخفیف، (تحقیر) کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں اُن سے نسب میں افضل اور جگہ و مقام کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں (مسالک الحنفا)

فائدہ اس حدیث شریف سے اہلِ فہم پر روشن ہو گیا کہ صرف بنجر زمین کہنے سے حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے رنج کا اظہار فرمایا تو اس کا کیا حال ہو گا۔ جو آپ کے والدین کریمین کو کافر اور جہنمی گردانتا ہے۔

۲۔ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضور سرورِ عالم شفیع معظم صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اسے حرام قرار نہیں دیتا جسے اللہ تعالےٰ نے حلال کیا ہے لیکن خدا کی قسم! اللہ کے رسول (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی اور دشمن (ابوجہل) کی بیٹی ایک شخص کے ساتھ نکاح میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ مزید فرمایا کہ اگر علیؓ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو فاطمہؓ کو طلاق دے دے۔ جس نے فاطمہؓ کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی۔ (بخاری شریف)

حکایت عن ابی ھریرۃ قال جاءت سبیعہ بنت ابی لہب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالت ان الناس یقولون انت بنت حطب النار فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وھو مغضب فقال ما بال اقوام یوذوننی فی قرابتی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ"

(رواہ ابن منذر، مواہب مع زرقانی ص۱۸۶ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ سبعیہ بنت ابولہب حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ لوگ مجھے کہتے ہیں تو دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے یہ سُنکر حضور رحمت عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا جو لوگ مجھے رشتہ داروں کے بارہ میں اذا دیتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جو مجھے ایذا پہونچاتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا پہونچاتے ہیں۔

دعوت غور و فکر

ابُولہب کے دوزخی ہونے میں شک کی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ بحکم قرآن وہ قطعی دوزخی ہے اور ابوین کریمین بارشاد نبوی جنتی ہیں اور سبعیہ کا تعلق قرابت بعیدی ہے یعنی عمزادہ ہے اور ابوین کریمین نہ صرف قریبی رشتہ دار بلکہ ذات رسول کے اصل واصُول وہاں ایک معمولی طعن وہ بھی بالواسطہ اور جائز اور صحیح لیکن نبوت کو یہ داشت نہیں اور یہاں بلا واسطہ آپ کے ابوین پہ فرق اتنا ہے کہ وہاں طعنہ زنوں کو بالمشافہ آگاہ فرمایا۔ یہاں مرنے کے بعد معلوم ہوگا لیکن قرآن مجید بار بار آگاہ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ۝ پ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۵۷

ترجمہ: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حکایت

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے بارگاہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکایت کی کہ

ان الناس یسبون اباہ فقال
لاتوذوا الاحیاء بسبب
الاموات (رواہ الطبرانی)

فائدہ اس سے علماء کرام نے استدلال فرمایا ہے کہ جب ایک کافر جس کا جہنمی ہونا یقینی ہے اسے برا بھلا کہنے سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اذیت پہونچی تو آپ نے اسے ایذاء سے تعبیر فرمایا اسی معنی پر ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں آپ کو بھی آپ کے والدین کریمین کے بارے میں اذیت پہونچتی ہے چنانچہ صاحب فتح ربانی لکھتے ہیں کہ

ولا شك انه حیّ فی قبرہ
تعرض علیہ اعمالنا واذا
روعی عکرمۃ رضی اللہ عنہ
فی ابیہ بالنہی عما تیاذی
بہ من سبّہ فیہ الخلق
اولیٰ واوجب (الفتح الربانی ص۱۷)

اس مضمون کی ابتداء میں لکھا کہ

القول بکفر الوبیہ ذنبہ
عاقل نعوذ باللہ من ذلک
نص تفوہ بہ تعرض بکفر
بایذائہ ۔

یاد رہے کہ سبّ یعنی کسی کے لائق شان کے خلاف کچھ کہنا اس سے

اندازہ لگائیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ کے والدین کے شان کے لائق یعنی ایمان کے خلاف کفر کی بات کرنا آپ کو اذیت پہونچانا ہے۔

رشتہ زوجیت

ماں باپ کے رشتہ سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا حضور علیہ السلام کو تو رشتہ زوجیت کی اذیت بھی گوارہ نہیں چنانچہ فرمایا لا دونی فی عائشۃ (بخاری صہ ۵۱ ج ا ۳) مجھے عائشہ کے بارے میں ایذاء نہ دو۔ بلکہ خود اللہ تعالےٰ کو بھی ناگوار ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

جب ہجرت کے بعد پانچویں سال کو جنگ مریسیع ہوئی۔ حبیبہ حبیب خدا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سفر میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ تھیں ایک منزل پر آپ کے گلے کا ہار گم ہو گیا۔ سیدہ اس کی تلاش میں منزل گاہ سے دور چلی گئیں اور کوچ کا وقت تھا آپ کو اس کی تلاش میں دیر ہو گئی خادموں نے آپ کا کجاوہ مبارک اونٹ کی پشت پر رکھ دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ یہ تو بالکل خالی پڑا ہے جب آپ واپس قیام گاہ پر تشریف لائیں تو لشکر روانہ ہو چکا تھا اور جگہ خالی پڑی تھی آپ اس خیال سے وہیں ٹھہر گئیں کہ عنقریب میری دیکھ بھال ہو گی حضرت صفوان بن معطل صحابی نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کے حکم سے سب لشکر کے پیچھے رہتے تھے تاکہ گری ہوئی چیزوں کو سنبھال لیں جب وہ وہاں پہونچے تو ام المومنین کو موجود پایا۔ آپ کو پہچان لیا فوراً اپنے اونٹ کو بٹھا کر ام المومنین کو سوار کیا۔ خود مہار پکڑ کر روانہ ہوئے اور لشکر میں جا ملے۔ رئیس المنافقین نے یہ حال دیکھ کر اپنی خبث باطنی سے بدخبر اڑا دی۔ جو رسول

خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کی شان کے بالکل سراسر خلاف تھی لوگوں میں یہ بات منتشر ہوگئی اور لوگوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کردی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تاجدار انبیاء کے گوش تک پہونچی، غیرت ربانی نے اس بات کو پسند نہ کیا فوراً تہدیدی فرمان جاری ہوا۔ چنانچہ اس تہدید کو اللہ تعالےٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا۔ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۃ النور آیات ۱۵ تا ۱۷)

ترجمہ: جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جسکا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑی بات ہے اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں۔ الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا۔ اگر ایمان رکھتے ہو۔

فائدہ جب زوجہ مکرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے مخالفین سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا غضبناک ہوئے تو بتائیے والدین پر حملہ کرنے والوں پر کتنا شدید غضب ہوگا۔

مذکورہ بالا بیان رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے ان قرابت داروں کا تھا جو کہ آپ کے ہم زمان تھے اور ہمارے عقیدہ کے

مطابق آج بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے آپ ہمارے لیے زندہ اور امت کے ہر حال سے ہر آن ہر لحظہ آگاہ ہیں آج بھی اگر کوئی کسی نسبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور بے ادبی یا ادب کرتا ہے آپ اُس سے باخبر ہیں۔ چنانچہ بہت سے ایسے خوش نصیب گزرے ہیں جنہیں حضور نبی پاک صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایسی غلطیوں پر متنبہ بھی فرمایا اور ان کی تعظیم و توقیر اور ادب کرنے والوں کو انعام واکرام سے نوازا۔ چنانچہ چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

سیّدہ کو اعزاز کا صلہ

بغداد کے حاکم ابراہیم بن اسحاق نے ایک رات خواب میں حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا "قاتل کو رہا کر دو" یہ سن کر حاکم بغداد کانپتا ہوا اٹھا۔ اور ماتحت عملہ سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا مجرم بھی ہے جو قاتل ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں ایک ایسا شخص بھی ہے جس پر الزام قتل ہے حاکم بغداد نے کہا اُسے میرے سامنے لاؤ چنانچہ اسے لایا گیا حاکم بغداد نے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے اُس نے کہا سچ کہوں گا جھوٹ ہرگز نہ بولوں گا۔ بات یہ ہوئی کہ ہم چند آدمی مل کر عیاشی و بدمعاشی کیا کرتے تھے ایک بوڑھی عورت کو ہم نے مقرر کر رکھا تھا۔ جو ہر رات کسی بہانے سے کوئی نہ کوئی عورت لے آتی تھی ایک رات وہ ایک ایسی عورت کو لائی جس نے میری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ بات یہ ہوئی کہ وہ نو وارد عورت جب ہمارے سامنے آئی تو چیخ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑی۔ میں نے اُسے اٹھا کر ایک دوسرے کمرے میں لا کر اُسے

ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی اور جب وہ ہوش میں آ گئی تو اُس سے چیخنے اور بے ہوش ہونے کی وجہ پوچھی وہ بولی اے نوجوان! میرے حق میں اللہ سے ڈر۔ پھر کہتی ہوں کہ اللہ سے ڈر! یہ بڑھیا تو مجھے بہانے ہی بہانے سے اس جگہ لے آئی ہے دیکھ۔

میں ایک شریف عورت ہوں اور سیّدہ ہوں میرے نانا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اور میری ماں فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے خبردار اس نسبت کا لحاظ رکھنا اور میری طرف بدنگاہی سے نہ دیکھنا۔

میں نے جب اُس پاک عورت سے جو سیّدہ تھی یہ بات سُنی تو لرز گیا اور اپنے دوستوں کے پاس آکر انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر عاقبت کی خیر چاہتے ہو تو اس مکرمہ و معظمہ خاتون کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ میرے دوستوں نے میرے اس وعظ سے یہ سمجھا کہ شاید میں ان کو ہٹا کر خود تنہا ہی ارتکاب گناہ کرنا چاہتا ہوں اور ان کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہوں اس خیال سے وہ مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے میں نے کہا۔ میں تم لوگوں کو کسی صورت میں اس امر شنیع کی اجازت نہ دوں گا نہ کروں گا چنانچہ وہ مجھ پر جھپٹ پڑے اور مجھے ان کے حملہ سے ایک زخم بھی آ گیا اور۔

اسی اثناء میں ایک شخص جو اس سیّدہ کے کمرہ کی طرف جانا چاہتا تھا۔ میرے روکنے پر مجھ پر جو حملہ آور ہوا۔ تو میں نے اس پر چھری سے حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا۔ پھر اس سیّدہ کو اپنی حفاظت میں لے کر باہر نکالا۔ تو شور مچ گیا چھری میرے ہاتھ میں تھی میں پکڑا گیا اور آج یہ بیان دے رہا ہوں۔

حاکم بغداد نے کہا جاؤ تمہیں رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے رہا کیا جاتا ہے (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۱۳)

درسِ عبرت

ہمارے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اپنی اُمت کے ہر نیک و بد آدمی اور ہر نیک و بد عمل کو جانتے اور دیکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کے لحاظ و ادب سے آدمی کا انجام اچھا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر اس چیز کا دل میں ادب و احترام رکھنا چاہیئے جس کا حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہو اور یہ واقعہ ایک عام سیّدہ کا ہے اور یہاں حضورِ سرورِ عالم صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا معاملہ ہے وہاں اہانت ہے تو یہاں بھی کفر و بے ایمانی کی اہانت ہے۔

سمرقند کا مجوسی

ملک سمرقند میں ایک بیوہ سیّدزادی رہتی تھی اس کے چند بچے بھی تھے ایک دن وہ اپنے بھوکے بچوں کو لے کر ایک رئیس آدمی کے پاس پہونچی اور کہا کہ میں سیّدزادی ہوں میرے بچے بھوکے ہیں انہیں کھانا کھلاؤ وہ رئیس آدمی جو دولت کے نشہ میں مخمور اور برائے نام مسلمان تھا کہنے لگا تم اگر واقعی سیّدزادی ہو تو کوئی دلیل پیش کرو۔ سیّدزادی بولی۔ میں ایک غریب بیوہ ہوں زبان پر اعتبار کرو کہ سیّدزادی ہوں اور دلیل کیا پیش کروں؟ وہ بولا میں زبانی جمع خرچ کا معتقد نہیں اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کرو ورنہ جاؤ۔ وہ سیّدزادی اپنے بچوں کو لے کر واپس چلی آئی اور ایک مجوسی رئیس کے پاس پہونچی اور اپنا قصّہ بیان کیا وہ مجوسی بولا محترمہ! اگرچہ میں مسلمان

نہیں ہوں مگر تمہاری سیادت کی تعظیم وقدر کرتا ہوں آؤ میرے ہاں ہی قیام فرماؤ۔ میں تمہاری روٹی اور کپڑے کا ضامن ہوں یہ کہا اور اسے اپنے ہاں ٹھہرا کر اسے اور اس کے بچوں کو کھانا کھلایا اور ان کی بڑی خدمت کی رات ہوئی تو وہ برائے نام مسلمان رئیس سویا تو اس نے خواب میں حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جو ایک بہت بڑے نورانی محل کے پاس تشریف فرما تھے اس رئیس نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! یہ نورانی محل کس کے لئے ہے؟ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے لیے۔ وہ بولا تو حضور میں بھی مسلمان ہوں یہ مجھے عطا فرما دیجیے۔ حضور صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو مسلمان ہے تو اپنے اسلام کی کوئی دلیل پیش کر! وہ رئیس یہ سنکر بہت زیادہ گھبرایا۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اسے فرمایا میری بیٹی تمہارے پاس آئے تو اس سے سیادت کی دلیل طلب کرتے ہو اور خود بغیر دلیل پیش کئے اس محل میں چلا جائے ناممکن ہے یہ سنکر اس کی آنکھ کھل گئی اور بہت زیادہ رویا پھر اس سید کی تلاش میں نکلا تو اسے پتہ چلا کہ وہ فلاں مجوسی کے گھر قیام پذیر ہے چنانچہ اس مجوسی کے پاس پہونچا اور کہا کہ ایک ہزار روپے لو اور وہ سید زادی میرے سپرد کر دو۔ مجوسی بولا کیا میں وہ نورانی محل ایک ہزار روپیہ پر بیچ دوں؟ ناممکن ہے سن لو!

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تمہیں خواب میں مل کر اس محل سے دور کر گئے ہیں وہ مجھے خواب میں مل کر اور کلمہ پڑھا کر اس محل میں داخل فرما گئے ہیں اب میں بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوں اور مجھے

حضور بشارت دے گئے ہیں کہ تو اہل و عیال سمیت جنتی ہے۔
(نزہۃ المجالس ص ۱۹۴ جلد ۲)

درسِ عبرت

دلیل طلب کرنے والا برائے نام مسلمان بھی جنت سے محروم رہ گیا اور نسبت رسُول کا لحاظ کر کے بغیر دلیل کے بھی تعظیم و ادب کرنے والا ایک مجوسی بھی دولتِ ایمان سے مشرف ہو کر جنت پا گیا۔ معلوم ہوا کہ ادب و تعظیم رسول کے باب میں بات بات پر دلیل طلب کرنے والے برائے مسلمان بد بخت اور محروم رہ جانے والے ہیں۔

یہ واقعہ ایک عام سیّد زادی کا تھا جس سے صرف سیادت کی سند طلب کرنا سرورِ کونین صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلم کو ناگوار گزرا۔ اور یہاں اہانت والدین کریمین سبھی اُن کے ایمان کی سندات کے بارے میں طلب کی جا رہی ہیں اور اُن کے ایمان کی سندات کو غیر معتبر قرار دیا جا رہا ہے تو ایسے محروم القسمت لوگوں کو بھی اپنے ایمانوں کی خیر منانی چاہیئے۔

سیّد سے معذرت

حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بڑے مجمع کے ساتھ مسجد سے نکلے تو ایک سیّد زادے نے اُن سے کہا۔

اے عبداللہ! یہ کیسا مجمع ہے؟ دیکھ میں فرزند رسُول ہوں اور تیرا باپ تو ایسا نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا۔ میں وہ کام کرتا ہوں جو تمہارے نانا جان نے کیا تھا اور تم نہیں کرتے اور یہ بھی کہا کہ بے شک تم سیّد ہو اور تمہارے والد رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میرا والد ایسا نہ تھا مگر تمہارے والد کی میراث علم باقی رہی۔ میں نے تمہارے والد کی میراث لی۔ میں عزیز اور بزرگ ہوگیا تم نے میرے والد کی میراث لی اور تم عزت نہ پاسکے۔ اسی رات خواب میں حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ چہرہ مبارک آپ کا متغیر ہے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم " یہ رنجش کیوں ہے؟ فرمایا! تم نے میرے ایک بیٹے پر نکتہ چینی کی ہے عبداللہ بن مبارک جاگے اور اس سیدزادہ کی تلاش میں نکلے تاکہ اس سے معافی طلب کریں ادھر اس سیدزادہ نے بھی اسی رات کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بیٹا اگر تو اچھا ہوتا تو وہ تمہیں کیوں ایسا کلمہ کہتا۔ وہ سیدزادہ بھی جاگا اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی تلاش میں نکلا چنانچہ دونوں کی ملاقات ہوگئی اور دونوں نے اپنے اپنے خواب سناکر ایک دوسرے سے معذرت طلب کرلی۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۱۷۳)

درس عبرت

ہمارے حضور صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم امت کی ہر بات پر شاہد اور ہر بات سے باخبر ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی کسی چیز پر نکتہ چینی کرنا حضور صلے اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم کی خفگی کا موجب ہے۔

خاتمہ

فقیر اویسی غفرلہ نے حتی الامکان ایمان الدین کے بارے میں اصولاً تحقیق سے عرض کر دیا ہے اگر اب بھی کسی

صاحب کو تسلی و تشفی نہیں ہوئی تو فقیر کے مندرجہ ذیل معروضات پر غور فرمائیے تاکہ کفر و ایمان کی بحث میں پھنس کر اپنا انجام برباد نہ کرے۔

۱۔ یہ مسئلہ اعتقادیات سے نہیں کہ اس پر اثبات و نفی کا اعتقاد نہ رکھا جائے تو کل قیامت میں اس کی پرسش ہو۔

۲۔ کفر کے بجائے ایمان کو ترجیح ہو تو بہتر ہے اس لیے کہ اگر بہ تحقیق اہل حق ابوین کا ایمان ثابت ہو تو مومن کو کافر کہنے کا وہی جرم ہے جو حدیث شریف میں ہے کہ کسی کو کافر کہا جائے اور وہ درحقیقت کافر نہ ہو۔ وہ کفر قائل پر عائد ہوگا بخلاف اس کے کہ کسی کافر فی النفسیات کو حسن ظن یا دلائل کی روشنی سے مومن کہا جائے تو کوئی گناہ نہیں۔

۳۔ کسی صحیح حدیث صریح الفاظ ابوین کے متعلق کفر کے نہیں اور نہ ہی ان کے حالات سے ان کے کفر کی بو آتی ہے بلکہ ان کے ایمان کی احادیث (جو اصولِ حدیث کے لحاظ سے ضعیف کے مختلف طرق سے حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے) کے علاوہ ان کے دورِ فترت کے امور سے اثبات حاصل ہوتا ہے اور اثبات و نفی کے وقت اثبات کو ترجیح ہوتی ہے۔

۴۔ اختلافی مسائل میں محققین علماءِ کرام کی آرا میں کثرت و قلت کو دیکھا جاتا ہے ہم نے سابقہ اوراق میں ایمان کے قائلین و منکرین کی فہرست پیش کی ہے منکرین کے افراد قائلین کے مقابلہ میں کالعدم کے علاوہ قائلین کے سامنے علمی پایہ میں منکرین طفلِ مکتب ہیں۔

۵۔ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَامِ الخ۔

صحیح حدیث کے قانون پر ابوین میں فطرۃ اسلامی کے علاوہ حضرت عبد المطلب اور دیگر شرفاء میں ابوین کا ماحول دین حق کا موید ہے آن

کے کفر کی تصریح تو بجائے مانداشارہ وکنایہ بھی نہیں جو روایات اُن کے کفر پر پیش کی گئی ہیں وہ ضعیف یا مؤول ہیں جن کی تفصیل ہم نے عرض کردی ہے۔

۶۔ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ہر آن نئی شان میں بلندی مراتب کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ از روئے کریمہ (وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی) تاحال بلکہ تا قیامت مراتب علیا وکمالات سنیّہ میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس میں اگر والدین کریمین کے ایمان کو شامل کیا جائے تو ہماری مسلمانی میں رونق ہوگی کیونکہ آپ کی ایک خوشنودی اس میں بھی تھی کہ والدین کریمین رفیع المنزلت ہوں ۔ جس کے متعلق منکرین نے سوالات میں روایات پیش کیں تو ان میں ایک بھی تھا کہ آپ دل سے ابوین کریمین کی بلندی مراتب کے خواہاں تھے

۷۔ کسی شخص کو گناہ کبیرہ کی دلیل بھی جائز نہیں ۔جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو کیا ابوین کریمین کا کفر ثابت کرنا گناہ نہیں ہوگا جب کہ اُن کے کفر پر تواتر کہاں ۔ یہاں تو خبر واحد بھی نہیں (کیونکہ عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما) کے نام کفر وغیرہ کی کہیں تصریح نہیں اگر کسی حدیث میں (اَبٌ و اُمٌّ) کے الفاظ ہیں تو وہ احادیث یا ضعیف ہیں یا مؤول جس کی تفصیل ہم عرض کرچکے ہیں ۔

آخری فیصلہ

حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مبارکہ بلکہ بشریت کریمہ سے متعلق (لباس مبارکہ ، خوراک شریف ، فضلات شریفہ وغیرہ) اشیاء کو جو بھی لگ گیا اُس پر آتش دوزخ حرام ہوگئی ۔ اس کی تفصیل کتب سیرت

میں ہے اور جہاں روح اقدس فی لمحات نہیں بلکہ برسوں اور کئی مہینوں بسیرا فرمایا ان کے لئے کفر کا فتویٰ لگانا اور دوزخ کا ایندھن بنانا بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کیا تمہارا دل مانتا ہے کہ نور رسالت محل لعنت و غضب میں قیام پذیر ہوا۔ ہاں ہم غریبوں سے پوچھئے۔ اللہ تعالٰی کو رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کو جس طرح کا پیار اور محبت ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے نور رسالت کو معزز و مکرم ترین کے لیے منتخب فرمایا ہو گا۔

• فقیر پر تقصیر کی گذارش ام المومنین عائشہ صدیقہ وحبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم ا کے استدلال پر کمال پر ختم ہوتی ہے

• حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پہ ایک بار خوف وخشیت کا غلبہ تھا گریہ وزاری فرما رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما نے عرض کی۔ یا ام المومنین کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا جوڑا بنایا۔ ام المومنین نے فرمایا۔

فَرَّجْتَ عَنِّیْ فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْکَ ط

تم نے میرا غم دور کیا اللہ تعالٰے تمہارا غم دور کرے۔

• خود حدیث میں ہے حضور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

انّ اللّٰہ ابی لی ان اتزوج الامن اھل الجنّۃ ط

بے شک اللہ تعالےٰ نے میرے لیے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح دینے کا معاملہ کروں۔ مگر اہل جنت سے (رواہ ابن عساکر عن ہند بن ابی ہالۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح اہل نار سے گوارہ نہ فرمایا تو پھر آپ کے نور پاک (معاذ اللہ) کو محل کفر میں رکھنے یا ان کے جسم پاک کو (عیاذاً باللہ) خون کفار سے بنانے کو پسند فرمایا کیونکر متوقع ہو سکتا ہے۔ (شمول الاسلام)

ہذا آخر ما سطرہ قلم الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ (بہاولپور۔ پاکستان)

نظر ثانی ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۳ء۔

فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک وصلے اللہ علیٰ حبیبہ الاکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فہرستِ عنواناتِ ابوینِ مصطفےٰ